اسلام اور شادی
مولانا محمد وارث جمال قادری

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰہ

نام کتاب	ـــــ	اسلام اور شادی
مصنف	ـــــ	حضرت مولانا محمد وارث جمال قادری
تاریخ اشاعت	ـــــ	ستمبر ۲۰۰۴ء
صفحات	ـــــ	۲۰۰
کمپوزنگ	ـــــ	عبدالسلام/قمرالزمان رائل پارک لاہور
تعداد	ـــــ	۶۰۰
قیمت	ـــــ	۹۰/- روپے

ملنے کا پتہ

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

شرف اِنتساب

برصغیر ہند میں اہلسنّت کی سب سے عظیم اِسلامی درس گاہ
گہوارۂ علم وادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
کے نام
جس کے فیوض وبرکات کا سلسلہ ایشیا، یورپ، امریکہ وافریقہ
تک پھیلا ہوا ہے اور تقریباً نصف صدی سے جس کے فیضان
کا چشمہ سیال تشنگانِ علوم نبوت علیٰ صاحبہا صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے دریائے پنجابِ رحمت بنا ہوا ہے۔

؎ اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(امام احمد رضا)

محمد وارث جمال قادری یار علوی

الاھداء

محبّ گرامی شہزادۂ عالی وقار خطیب الہند صاحبزادہ
حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی مہتمم مرکزی درس گاہ
دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی و نائب مرکزی
صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت کی بارگاہ کرم میں
بصد ہزار خلوص وعقیدت
کہ اس دور میں قحط الرجال میں ہزار ہا ہزار پر اُمید ومنتظر
نگاہیں اِس ذات کی متحرک وجواں سال قیادت کی طرف اٹھی
ہوئی ہیں۔

گر قبول اُفتد زہے عزوشرف

گدائے آستانہ شعیب الاولیاء
محمد وارث جمال قادری یار علوی

فہرست مضامین

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

نکاح میری سنت ہے پس جو (استطاعت رکھتے ہوئے) میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

تقریظِ جلیل

مجمع البحرین اُستاذ الاساتذہ حضرت علامہ الحاج محمد اویس حسن غلام جیلانی
قادری چشتی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث وصدر اعلیٰ
دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (یوپی)

عزیزم مولوی محمد وارث جمال سلمہٗ کی کتاب ''اِسلام اور شادی'' میری نظر سے گزری اِس کتاب میں اُنہوں نے اِسلامی طریقۂ ازدواج کا دوسرے مذاہب سے اور مختلف زمانہ طریقہ ہائے ازدواج سے مقابلہ کرتے ہوئے عقل و دانش کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ''اِسلامی طریقہ نکاح اور معاشرت زوجین'' تمام مذاہب کے پیش کردہ طریقوں سے افضل و بہتر پاکیزہ اور خوشتر ہے اِس کے علاوہ جتنے طریقے دُنیا میں رائج تھے یا باقی ہیں وہ سب ناقص اور ناکارہ بلکہ مضرت رساں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس کتاب سے عوام وخواص اور نئی روشنی والوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مصنف کو خدمتِ دِینِ متین کی مزید توفیق بخشے۔ (آمین)

محمد اویس حسن غلام جیلانی قادری چشتی
مدرس دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف
ضلع بستی (یوپی) ۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

تقریظِ جمیل

ادیب شہیر رئیس القلم صاحب تصانیف کثیرہ

حضرت مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی

ایڈیٹر ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف۔ضلع بستی۔یوپی

مولانا محمد وارث جمال نے دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں طویل اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مختصر تعلیمی و تربیتی زندگی گزاری ہے آپ طالب علمی ہی کے دور سے نہیں بلکہ فطرتاً حساس اور جذباتی واقع ہوئے اور انہیں گہرے جذبات و تاثرات کا نتیجہ ہے آپ کی یہ اولین اور تازہ ترین کتاب ''اسلام اور شادی'' جس میں اُنہوں نے اسلامی شادی و نکاح کا دُنیا کے دیگر اقوام و ملل کے طریقہ ازدواج سے موازنہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو واضح اور ذہن نشین کرانے کی سعی و کوشش کی ہے کہ دینِ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب و ادیان میں جنسی تقاضوں کی تکمیل اور شادی خانہ آبادی کے حصول کے جو ذرائع اور قاعدے بنائے گئے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ انسانی فطرت کے خلاف ہیں بلکہ حد درجہ شرمناک تباہ کن اور مضرت رساں ہیں۔ جس سے اگر ایک طرف جسم کی طہارت و پاکیزگی زائل ہوجاتی ہے۔ تو دوسری طرف رُوح لاتعداد مہلک بیماریوں کی لپیٹ میں آکر اپنی تمام فطری صلاحیتیں کھو دیتی ہے اس کے مقابلہ میں اسلام میں نکاح و شادی کا جو نظام رائج ہے وہ قرین قیاس نفسیاتی اور نہایت شریفانہ و مہذب ہے پھر مرد و زن کے اس شرعی ارتباط کے بعد مذہب اسلام کے پیشِ نظر جو مقاصد ہیں وہ تمام جنسی خرابیوں کی راہیں ہمیشہ کے لیے بند کر کے معاشرہ و سماج میں امن و امان اور پاکیزگی و شائستگی کا نور پھیلا دیتے ہیں۔ مسلمان اس معاملہ میں جب

تقریظ جلیل

صدرُ العلماء امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب قبلہ میرٹھی

علیہ الرحمۃ الرضوان سابق صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی

اندرکوٹ شہر میرٹھ (یو پی)

مولوی محمد وارث جمال نے کتاب از اول تا آخر فقیر کو سنائی۔ فقیر شیخ الحدیث حضرت مولانا بالفضل اولانا محمد اویس حسن غلام جیلانی صاحب قادری چشتی کی رائے مذکورے متفق ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں مصنف کی نیت میں برکت عمل میں برکت رزق میں برکت دِن دُوگنی رَات چوگنی عطا فرمائے اور ہچوں قسم کے مسائل میں شریعت مطہرہ کے مطابق تالیف کی توفیق بخشے۔ (آمین)

غلام جیلانی

صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی

اندرکوٹ میرٹھ

۱۵ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ ہجری یک شنبہ ۱۹۷۲ء

تک اِسلامی نظام و دستور کا پابند رہا پُر سکون رہا اور جب اپنی بد عملی، کج فہمی نام نہاد نئی روشنی کی تقلید اور جنسی بو الہوسوں کی پیروی میں اس سے انحراف و گریز کرنے لگا تو بہت سی برائیوں اور تعداد تباہیوں کی زد میں آ گیا۔

حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، حضرت علامہ جیلانی میرٹھی صدر المدرین مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، اور حضرت مولانا صوفی محمد صدیق نیپالی صدر مدرس مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا ضلع بستی نے اس پر تقریظیں تحریر فرمائیں۔ جو کتاب کے وزن وقار میں اضافہ کر رہی ہیں، مضامین کی معنوی گہرائی اور اس کی افادیت سے اس کا بخوبی اندازہ لگتا ہے کہ فاضل مرتب نے کتاب کی ترتیب و تالیف میں کس قدر بالغ نظری اور توجہ و تحقیق سے کام لیا ہے یوں ہی سطحی اور عام بازاری کتابوں کی طرح نہیں ہے۔

الغرض ''اِسلام اور شادی'' مؤلف کا نقش اول ہونے کی حیثیت سے اپنے موضوع پر ایک معلوماتی اور خیال افروز کتاب کہی جا سکتی ہے۔

مولائے قدیر عزیز مؤلف کو اس سے زیادہ خدمت دِین و اَشاعت اِسلام کا پر خلوص جذبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

دُعا گو۔ محمد صابر القادری نسیم بستوی
ایڈیٹر ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی
۱۰ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۷۲ بروز شنبہ

تقریظِ جمیل

حضرت مولانا صوفی محمد صدیق صاحب قبلہ نیپالی

صدر المدرسین مدرسہ غوثیہ رضویہ انوار العلوم کٹھوتیا بھیرہوا (نیپال)

فقیر حقیر نے جناب مولانا محمد وارث جمال صاحب کی کتاب ''اسلام اور شادی'' از اول تا آخر بغور مطالعہ کیا فی زمانہ جب کہ مغربیت زدہ بزعم خویش تہذیب و تمدن کے مالک۔ اِسلام کے طریقہ ازدواج پر قسم قسم کے اِعتراض جڑتے رہتے ہیں اور اس کی خوبیوں سے نابلد ہو کر متنفر و بےزار نظر آتے ہیں۔ بالکل آزادانہ ماحول میں زِندگی کے لمحات کو طے کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی جو مختصر لیکن مغربیت سے متاثر حضرات کے لیے دنداں شکن جواب ہو۔ الحمد للہ فاضل گرامی کی اِس کتاب نے اس ضرورت کو پورا کر دیا۔ کتاب کے مضامین شستہ اور بہت سی خوبیوں پر مشتمل ہیں۔ بالخصوص اِسلامی طریقۂ عقدہ کو دیگر مذاہب کے طریقہ عقد سے تقابل کرتے ہوئے مصنف نے یہ بتایا کہ مذہب اِسلام میں جو طریقہ ازدواج رائج ہے۔ وہ دُنیا کے تمام مذاہب سے بالا و برتر ہے بر خلاف دیگر مذاہب کے طریقۂ ازدواج کے کہ ان میں کوئی نہ کوئی خامیاں ایسی واقع ہیں جو اِنصاف پسند عقلاء کے نزدیک نہایت مضرت رساں ہیں نیز پاکیزہ اِسلامی معاشرہ میں داخل ہو جانے والے اِن تباہ کن و خانہ بر انداز گندگیوں کی طرف بھی نہایت عمدہ اور مصلح اَنداز سے نشاندہی کی ہے کہ جس کے سبب بڑی ناک والوں اور والیوں کے مذہبی اخلاق و کردار کی

صورت بالکل مسخ ہو کر رہ گئی ہے، اس کتاب کا مطالعہ ہر مرد و عورت کے لیے بہت ہی مفید ہے۔

مولیٰ عزوجل مصنف کی اس کو مقبول کا انام بنائے۔ اور اس قسم کی اصلاحی کتابوں کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق قادری (نیپالی)
مدرس مدرسہ غوثیہ رضویہ انوار العلوم کٹھوتیا بھیرہوا
۵ اپریل ۱۳۹۲ ہجری (نیپال)

تأثرات

لسان العصر حضرت علامہ محمد عاشق الرحمٰن صاحب قادری حبیبی

صدر مدرس جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد

مبسملا و حامدًا و مصليًا و مسلمًا

محوِ تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں
زِندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

میرے پاس ایسے اسباب ہیں جن کی بناء پر مجھے اس میں شک ہے کہ اس شعر کی معنوی وسعت کو اس کے کہنے والے نے دریافت کر لیا ہوگا۔ اس کا دریافت کر لینا جگر کی بات ہے نہ کہ جگر کی بات۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب کسی ایسے شعر کو سزا دی جاتی ہے' اسے کسی ایسے شاعر سے کہلوا دیا جاتا ہے۔

واقعی اگر نیت صالحہ ہو تو زندگی کے تمام حرکات وسکنات عبادات بن جائیں یہاں تک کہ شادیاں بھی اور ڈاکٹر صاحب کے مصرعہ کو ہمیں اس طرح پڑھنا پڑے:-

واہ خوش بختوں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

کائنات کا ذرّہ ذرّہ خالق کائنات کا مظہر ہے۔ اعرابی نے کہا:-

البعرة تدل على البعير فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج كيف لا تدل على اللطيف الخبير

''مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے تو برجوں والا آسمان اور راہوں والی زمین ذات لطیف وخبیر پر کیسے دلالت نہ کرے گی؟''

ان مظاہر میں بیگم صاحبہ ایک ایسا اہم مظہر ہیں جس کی مظہریت شوہر کی مظہریت کی بہ نسبت ایک زبردست خصوصیت کی حامل ہے کہ بیوی فاعلیت و منفعلیت دونوں کا مجمع البحرین ہے۔ اس دقیق صوفیانہ مسئلہ کی تفصیل میں جانا یہاں مقصود نہیں ہے۔ جو اپنے اندر اس تحقیق کی اہلیت پاتے ہیں حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کی شرح فتوح الغیب اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی فصوص الحکم خصوصاً فص حکمة فردیه فی کلمة محمدیه کی شروح کا ملاحظہ کریں۔

مانا کہ طرف اعلیٰ تک پہنچنا بہت دُشوار ہے۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ طرف ادنیٰ تک بھی نہ پہنچا جائے جس سے نیچے گرتے ہیں کتوں اور گدھوں کی صف آجاتی ہے۔

سَب سے زیادہ گناہ دو ایسے اعضا سے صادر ہوتے ہیں جو کھو کھلے ہیں۔ وہ ہیں فم وفرج یعنی مُنہ اور شرمگاہ ...... شادی ایک ایسی آگ ہے جو گناہوں کے ایک سرچشمے کو خشک کر دیتی ہے۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جب بندہ شادی کر لیتا ہے با کمال ایمان کا آدھا پورا کر لیتا ہے"

اس لیے یہ بہت اہم ہے کہ اسلامی زاویہ سے شادی کو دیکھا جائے۔ لیکن

الاشیاء تتبین با ضدادھا

ضد کے مقابل آنے ہی پر چیزوں کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے"۔

اس لیے جاہلیت عرب کی رسوم کو سنئیے۔ قدیم ہندوستان کی رسوم کو پڑھیے۔

اور آج کی مغرب زدہ رسوم کو دیکھیے۔

پھر قرآن حکیم کے اعلانوں اور متمم مکارم اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغاموں سے سبق حاصل کیجئے' ان کے مطابق عمل پیرا ہو جایئے اور اپنی دُنیوی و اُخروی زندگی کو خوشگوار بنایئے۔

خصوصی دعوت ان حضرات کو دی جاتی ہے جو جدت پسند ہو چلے ہیں۔ اس وقت مجھے اپنے یہ برسوں پُرانے شعر یاد آ گئے:-

میخانۂ کہن میں آغاز دورِ نو ہو
گردش بہ طوزِ نو ہو ہو لغزش بہ طورِ نو ہو

ہر گلشنِ وفا میں ہو نو بہار اُلفت
ہر خامن جفا میں انبارِ جورِ نو ہو

جدت پسند دِل کا پیغام گر یہی ہے
ہم بھی کہیں گے یارو اس پر بھی غور نو ہو

اس لیے زبان جدید ہے، پیرایہ جدید ہے، محاورات جدید ہیں اِصطلاحات جدید ہیں۔ گویا بادۂ کہنہ ہے لیکن جام جام نو

یہ ہے ''اسلام اور شادی'' تصنیف مولانا محمد وارث جمال صاحب قادری صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، بمبئی۔

میں اپنے استاذ جلیل صدر العلماء امام النحو علامہ سید غلام جیلانی صاحب قبلہ میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی پیروی کرتا ہوا حضرات قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ کتاب ہذا کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کریں، اِسلامی تعلیمات کے مغز کو لے لیں، اس سے تقویت حاصل کریں اور استخواں کو کلابِ دنیا کے رو برو پھینک دیں۔

فقط۔ محمد عاشق الرحمٰن قادری حبیبی

خادم صدارت مرکزی آل انڈیا تبلیغ سیرت بمبئی

وخادم صدارت المدرسین جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد

ساکن موضع صلاحپور الٰہ آباد

کچھ اپنی باتیں

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے

تقریباً ۱۶ برس پہلے اپنے عہد طفلی کے اس دور میں جب گہوارۂ علم و ادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ یوپی میں زیرِ تعلیم تھا۔ میں نے اٹہتر (۷۸) صفحات پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب ''اسلام اور شادی'' لکھی تھی جس میں کہیں کہیں لڑکپن کی شوخیاں اور جسارتیں احساسات کی تلخیاں اور جذبات کی لطافتیں نمایاں تھیں۔

اسکے بعد اپنی تجارتی اور دیگر قلمی مصروفیات کے ہجوم میں یہ کتاب تقریباً ذہن سے اُتر گئی۔

یہ تو بھلا ہو مکرم، محترم حضرت مولانا محمد علی جناح صاحب حبیبی زیدہ مجدہ ناظم مکتبۃ الحبیب الہ آباد کا جنہوں نے دو برس قبل دھام نگر شریف اُڑیسہ میں حضور مجاہدِ ملت کے عرس پر سراپا اقدس کے موقع پر اِس کتاب کو شائع کرنے کی اِجازت طلب کی۔ ایک خوشگوار حیرت کے ساتھ مسرت بھی ہوئی کہ ہندوستان میں اہلسنّت کے ایک عظیم دارالاشاعت کا ناظم ایک چھوٹی سی کتاب کے لیے اجازت مانگ رہا ہے۔ ورنہ عام طور پر ناشرین باتمکین کی کج ادائیوں کا حال یہ ہے کہ ایک ہی ملک میں رہتے ہوئے صاحب کتاب سے زبانی یا تحریری اجازت مانگنا اپنی بے نیازیوں کی توہین سمجھتے ہیں، ان کے گمانِ فاسد میں مصنفین کی کتابوں کو بغیر اجازت ہی سہی، چھاپ دینا مصنفین کے سات پشتوں پر احسان کے مترادف ہے۔

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دِل میں سوار ہوتا ہے

میں نے عرض کیا حضور والا! وہ کتاب میرے اِس دور کے تطفلات ہیں جس میں

میرا شعور بالغ نہ تھا اور آگہی کے دریچے بھی نیم وا تھے آپ نے فرمایا نہیں وہ کتاب بہت شاندار ہے آج بھی اس کے آڈر موصول ہو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ آپ کی خوردنوازی و حوصلہ افزائی ہے۔ ویسے آپ کو شائع کرنا ہے تو میرے خیال میں اسے آپ کے بلند قامت مکتبہ اور میرے موجود قلمی معیار کے مطابق ہونا چاہیے۔ جس کے لیے کچھ وقت چاہیے۔ انہوں نے فراخدلی کے ساتھ وقت دیا۔

اسی درمیان میرے مخلص دیرینہ افتخارِ اہلسنّت مناظرِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد انتخاب قدیری جو خود بھی صاحب تصانیف ہیں جن کی باطل شکن خطابت کا دُور دُور تک شہرہ ہے مجھ سے بار بار فرمایا کہ تمہاری تمام تصانیف میں یہ کتاب ''اِسلام اور شادی'' اپنے نالہ و ماعلیہ کے اعتبار سے مجھے بہت پسند ہے اسے برابر شائع ہوتے رہنا چاہیے۔

قاری لیاقت رضا نوری اجین (ایم پی) کی اطلاع کے مطابق پاکستان کے ادارے نے اس کی افادیت کے پیش نظر دس (۱۰) ہزار کی تعداد میں اُسے چھاپ کر مفت تقسیم کیا ہے۔

اُدھر مولانا جناح صاحب کے برابر اِصرار و یاد دہانی اور اِدھر ان سب باتوں نے میرے حوصلے کو بڑی توانائی بخشی، بمبئی کی مشینی زندگی اور تجارتی مصروفیات سے تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر صرف دو ماہ کے عرصے میں اس مختصر کی کتاب کو موجودہ شکل دی۔ یہ کتاب اب اپنی تبدیلی اور اضافے کے پیش نظر اس لائق تھی کہ میں اسے مستقل تصنیف قرار دوں مگر اس کے باوجود میں نے اس کا نام ''اِسلام اور شادی'' ہی رکھا۔ اِس کتاب میں چند ایسے موضوع ہیں جن پر پہلی بار کچھ جسارتیں کی گئی ہیں جس کے لیے مجھے کسی طرح کی کوئی پشیمانی نہیں کہ ۔

تمہیں نے جرأت اِظہار شوق دی ورنہ
مجال کیا تھی ہماری کہ آرزو کرتے

آج مسلم معاشرہ جن بداعمالیوں اور بے ہودگیوں کا شکار ہے اس کے پیش نظر اِتنی جرأت اِظہار بہت ضروری تھی ۔

کرنا ہے کچھ اس بزم میں اصلاح مفاسد
نشتر جو لگاتا ہے وہ دُشمن نہیں ہوتا

اور اِسلام دُشمن طاقتوں کے غلط پروپیگنڈے' اُن کی بے ہودگیوں اور ہرزہ سرائیوں کے اِلزامی جواب میں میری اِس جرأتِ قلمی کو شوخیٔ تحریر سے تعبیر نہ کیا جائے کہ کہیں کہیں اینٹ کا جواب پتھر سے بھی دِینا بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

اصحاب علم وفضل اور ارباب فکر ونظر کی بارگاہ میں مؤدّبانہ اِلتماس ہے۔ کہ اگر اس کتاب میں کہیں بھی کسی طرح کا کوئی سقم نظر آئے تو تنقید برائے تنقیص یا تنقید برائے تنقید کے بجائے برائے تعمیر کے پیش نظر میری مخلصانہ اصلاح کی جائے۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس پر نظر ثانی کر دی جائے۔

ہم بہت زیادہ شکر گزار ہیں محترم مولانا قاری محمد سلیم رضوی سابق آفس اِنچارج آل انڈیا تبلیغ سیرت اور عزیز گرامی مولانا عبدالرحمٰن صاحب قادری رضوی آفس انچارج مرکزی تبلیغ سیرت وخطیب و امام جنگلی پیر ٹرسٹ کے جنہوں نے اپنی خوش نما تحریروں سے اس کتاب کے مسودے کو مبیضہ کر کے ہمارا بہت سا وقت بچا دیا۔

بڑی ناسپاہی ہوگی اگر ہم محترم شیخ معروف احمد صابری کا ذکر نہ کریں۔ موصوف نے اس کتاب کے لیے گراں قدر کتابوں کا ذخیرہ مہیا کیا۔

اخیر میں ہم اپنے دیرینہ کرم گستر وکرم فرما حضرت مولانا قاری محمد اطہر حسین رضوی کا' جنھوں نے کتاب کو وقیع وگراں قدر بنانے میں ہماری بڑی حوصلہ افزائی کی اور گاہے گاہے اپنی قیمتی مشوروں سے نوازا' شکریہ ادا کرتے ہوئے دُعا گو ہیں کہ

مولیٰ عزوجل ان تمام حضرات کو اپنے حبیب رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین

محمد وارث جمال قادری
صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت بمبئی'
یوپی اسٹیل مارٹ ۵۳/۱۵۱ ایا پٹی روڈ' دو ٹانکی بمبئی ۸

نَحْمَدُكَ يَا اَللّٰهُ

حرفِ آغاز

اگر کارگاہِ حیات پر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عالم کی رعنائی' کائنات کی آرائش اور دُنیا کے ہنگامے کا ایک اہم حصہ منحصر ہے اِنسانی خواہشات پر' جن کی تکمیل کے لیے وہ بھرپور جدوجہد کرتا ہے اوران کے حصول کے لیے اپنی تمام جسمانی و دماغی صلاحتیں صرف کر ڈالتا ہے۔ وہ جب بھوکا ہوتا ہے تو پیٹ بھرنے کے لیے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتا۔ سردی' گرمی جب محسوس کرتا ہے تو اس کو دُور کرنے کے لیے کوٹ' رضائی' شال' انگیٹھی' ہیٹر' برقی اور غیر برقی پنکھے' رفر جریٹر اور ائیر کنڈیشنر بنا ڈالتا ہے' جب پیاسا ہوتا ہے تو پانی کی طرف دِیوانہ وار دوڑتا ہے۔ انہیں تمام فطری خواہشات میں سے ایک خواہش جنسی کی تشنگی کے لیے سامانِ تسکین فراہم کرنا بھی ہے۔ (جس پر معاشرے کی پاکیزگی وطہارت' پلیدی ونجاست اور تعمیر وتخریب کے ایک اہم حصے کا اِنحصار ہے) جس کو دوسرے الفاظ میں تعلق جنسی یا جذبۂ شہوانیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کے لیے تگ و دو کرنا' اس کی فطری عادت ہے۔ لیکن جس طرح غذا کی فراہمی کے سلسلے میں اِنسان جو کی روٹی سے لے کر مرغن' بریانی اور چائنیز پلاؤ پر بھی بس نہیں کرتا۔ جسم ڈھانکنے کے لیے کھدر اور مارکین سے گزر کر کاٹن' ٹیری کاٹ' کنگ پیلس' دھوپ چھاؤں' ہائی صوفی' حریر و دیباج' اطلس وکم خواب تک پہنچ جاتا ہے۔ تشنگی رفع کرنے کے لیے سادے پانی سے گزر کر رفر جرٹیڈ واٹر' روح افزا حدیہ کی حدِ شرع

سے تجاوز کرتا ہوا جام وسُبو تک پہنچ جاتا ہے۔ ٹھیک وہ اسی طرح جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے ایک جائز شرعی اور قانونی حد سے گزر کر ان غیر شرعی، غیر قانونی اور گھناؤنی حرکتوں تک پہنچ جاتا ہے، جو بڑی حد تک غیر فطری، غیر تمدنی اور غیر اِنسانی ہیں۔

مذہب اِسلام ایک دِین فطرت ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس کے پاس انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے رہنمایانہ اصول ہیں۔ اِخلاقیات سے لے کر جنسیات تک کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے لیے اس نے کوئی لائحہ عمل مرتب نہ کیا ہو۔

چونکہ اس وقت میرا موضوع سخن صرف جنسی پہلو ہی ہے اسلئے صرف اسی موضوع پر گفتگو کروں گا۔

اِسلام نے جنسی تشنگی اور جذبۂ شہوانیہ کی تسکین کے لیے جو ضابطہ اور قانون بنایا ہے۔ وہ بڑا سیدھا، بڑا سادہ، بڑا فطری، اور انتہائی پاکیزہ وطیب ہے۔ جس کا تصور بھی دیگر اقوام وملل میں نہیں ملتا ؎

کوئی کوئی بڑا دلچسپ باب ہے اس میں
کہیں کہیں سے محبت کی داستان سن لو

محمد وارث جمال قادری

بنام جہاندار و جہاں آفریں

مؤرخین عصرِ جدید کا کہنا ہے کہ عہدِ قدیم میں اِنسان بالکل جنگلی جانوروں کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ فکرِ معاش میں سرگرداں اور غذا کی تلاش میں پریشاں رہا کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ وہ حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ نیکی و بدی کی شناخت کا کوئی ذریعہ ہی نہیں تھا۔ ماں، بہن، بیٹی، بھتیجی، بھانجی کا کوئی امتیاز ہی نہیں تھا۔ ایسے عالم میں............سوسائٹی اور معاشرے کا کوئی ایسا اصول و ضابطہ، قانون و قاعدہ مرتب ہی نہیں ہوسکتا تھا، جیسے نکاح، شادی، بیاہ سے موسوم کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ان مؤرخین کے نزدیک ایسی حالت میں اِنسان جنسی تشنگی، جذبۂ شہوانیہ اور ہیجان نفس کی تسکین جانوروں کی طرح کرتا رہا ہو گا۔ غالبًا یہ وہ وقت تھا جب دنیا میں پہلی بار ''اِشتراک[1] فی النسواں'' کی بنیاد پڑی اور ہر عورت ہر اس مرد کی ملکیت سمجھی جانے لگی جسے اس پر قبضہ ہو جائے۔

جذبۂ شہوانیہ یعنی جنسی بھوک ایک فطری جذبہ ہے جسے با آسانی کسی طرح دبایا یا

۱۔ بقول ان مؤرخین کے اِنسان کے جامہ اِنسانیت میں آجانے کے بہت بعد ایران میں مزدق نامی ایک شخص پیدا ہوا۔ جو ایک زبردست فتنے کا باعث ہوا۔ جنسی تشنگی کے لیے اس کے یہاں ماں، بہن، بیٹی، بھتیجی میں کوئی فرق نہیں تھا'' اشتراک فی النسواں'' کا وہ زبردست داعی و مبلغ تھا۔ بندہ ہوا و ہوس اس کے بندۂ بے دام ہوئے۔ حظِ نفس کے لیے یہ نسخہ بہت کارگر ثابت ہوا دیکھتے ہی دیکھتے اس نے بڑی طاقت حاصل کر لی۔ عوام تو عوام اس کی چیرہ دستیوں سے شاہی محل کی بیگمات بھی محفوظ نہیں تھیں۔ ایران میں مزدقیت نے ایک مذہب کی شکل اختیار کر لی۔ بالآخر مزدق اپنے فتنہ مزدقیت کے ساتھ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اور اب تاریخ میں اس کا ذکر ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گیا۔ محمد وارث جمال قادری-۱۲

کچلا نہیں جا سکتا ہے۔

فرشِ گیتی پر خالقِ کائنات نے انگنت اور بے شمار موالید ثلثہ پیدا کیے ہیں اور ان میں بڑھا ہوا درجہ حیوانات کا ہے۔

حیوانات کی اقسام پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نمایاں طور پر واضح ہو جائے گی کہ چیونٹی، پسو، مچھر سے لے کر شیر، ہاتھی، گینڈے تک چرند سے لے کر پرند تک شاید و باید ہی کوئی جانور ایسا ہو جس کے لیے اسے اَن دیکھے خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے کوئی جوڑا نہ بنایا ہو۔

الغرض اللہ رب العزت جل جلالہٗ نے ہر نر کے لیے ایک مادہ اور ہر مادہ کے لیے ایک نر پیدا فرما کر ان میں ایک فطری جذبہ قوت شہوانیہ ودیعت فرمائی اور اسی قوت شہوانیہ پر ان کی آئندہ نسل کی بنیاد رکھی۔

حضرت اِنسان بھی انہیں جملہ مخلوقات میں سے نہ صرف ایک مخلوق بلکہ اشرف المخلوقات ہے۔ قانونِ فطرت کے مطابق قدرت نے اِس کے لیے بھی ایک جوڑا بنایا۔ یعنی مرد کو عورت کو پیدا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا ۔ ''ہم نے جوڑے اسی لیے بنائے کہ تم ان تسکین حاصل کرو''

آغاز شباب کے وقت یہ جوڑے جنسی اختلاط کے لیے اُتنے ہی بے قرار رہتے ہیں جیسے ایک پیاسا پانی کے لیے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ

اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ یعنی جوانی دیوانی کی ایک قسم ہے

اسی دِیوانگی کو کنٹرول کر کے فرزانگی کی ٹھنڈی چھاؤں میں لانے کے لیے اِنسانی جوڑے کی تخلیق ہوئی۔ کیونکہ ایک مرد کے شباب اور اس کی جنون خیزی کا سامان تسکین صرف عورت بن سکتی ہے اور ایک پیکر رعنائی کے لب و رُخسار، ابرو و مژگان، زلف و کاکل اور مجسم جوانی کے انمول جواہرات کا قدر داں، ایک پیکر دوشیزگی کے حیا آلود انداز اور ماحول کی سرگوشیوں کی زبان، اس کے نازک نازک جذبات و احساسات کا راز داں و

ناز برداری صرف اور صرف ایک مرد ہی ہو سکتا ہے۔ شباب کی پُر خطر وادی اور جذبات کی خطرناک آندھی میں مرد اور عورت ایک دوسرے کی ضرورت بن کر ہی منزل خود آگہی تک پہنچ سکتے ہیں ؎

منزل خود آگہی کا قرب بڑھتا جائے ہے
ہوش کھوتا جائے ہے پردہ سا اُٹھتا جائے ہے

اِنسان کے سوا دیگر حیوانات تو سرے سے ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہیں کیونکہ وہ مکلّف نہیں یعنی وہ اِحکام و قانون جو اِنسانوں اور جنوں کے لیے ہیں اُن سے وہ بری الذمہ ہیں۔

ایک جانور جنسی اختلاط کے وقت تنہائی' پردے یا کسی دیگر معاشرتی ضابطے کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔ جب' جہاں اور جیسے چاہے اپنی جنسی تشنگی مٹانے کے لیے وہ آزاد ہے۔ دِین' دُنیا کا کوئی قانون اُس کی خواہشات کی تکمیل میں حارج نہیں' لیکن ایک اِنسان ایسا کرتے وقت کچھ اُصول' ضابطے اور پابندی کا محتاج ہے۔ اُسی اصول ضابطے اور پابندی کو دوسرے لفظوں میں نکاح' شادی یا بیاہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تخلیق اِنسانی کی ابتداء سے لے کر آج تک دُنیا میں بہت سی مہذب و غیر مہذب قومیں آباد ہوئیں۔ ان قوموں نے اپنی جنسی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ایک اصول' ایک ضابطہ اور ایک قانون بنایا اور اسی اصول ضابطے اور قانون کو شادی' نکاح بیاہ سے تعبیر کیا۔

اب ہم ذیل میں مختلف اقوام وملل کے اس طریقے کا جائزہ لیں گے اور آخر میں مذہبِ اِسلام کے اِس مقدس ترین طریقے کا جائزہ لیں گے اور اس کے مذہبی' معاشرتی' جنسی اور تمدنی پہلو پر بھرپور روشنی ڈالیں گے' جس سے یہ حقیقت واضح تر ہو جائے گی کہ اس خصوص میں اِسلام تمام مذاہب و اقوامِ عالم کے لیے قابلِ تقلید ہے' اور اس کا ہر اُصول رہنمایانہ حیثیت رکھتا ہے' معاشرے اور سوسائیٹیز کے لیے تطہیر و پاکیزگی کے لیے

اقوام و مذاہب عالم کے لیے جس کا اتباع ضروری ہے اور یہ کہ اِسلام کے قانونِ نکاح و طلاق پر قدغن لگانے والے احمقوں کی کتنی بڑی جنت میں رہتے ہیں ۔

خوشی کی رُت ہو کہ غم کا موسم نظر اسے ڈھونڈتی ہے ہر دم
وہ بوئے گل تھا کہ نغمۂ جاں میرے تو دِل میں اُتر گیا وہ

☆☆☆☆☆☆☆

نکاح ایامِ جاہلیت میں

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل جب کہ شریعت موسوی کی صورت میں مسخ ہو چکی تھی۔ شریعت عیسوی کے خدوخال مجہول ہو چکے تھے قدیم یونان کا فلسفۂ اِخلاق فنا کے گھاٹ اُتر کر عیش وطرف سے نئے جہان تلاش کر چکا تھا۔ خود ساختہ کلیسائی نظام کا اُتار چڑھاؤ فطرت اِنسانی کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ اقوامِ عالم کا معاشرتی نظام تہہ و بالا ہو چکا تھا۔ اِنسان کے جذبۂ شہوانیہ کا رُخِ متعین کرنے کے لیے کائنات کی توانائی عجیب وغریب صورتِ حال سے دو چار تھی۔ تہذیب ومعاشرت اور علوم وآگہی کا تاریخی ورثہ رکھنے والی قومیں اِنسان کے جذبۂ شہوانیہ کو صحیح سمت عطا کرنے میں ناکام ہو چکی تھیں۔ پوری دُنیا میں جنسی استحصال کا اکھاڑہ بن چکی تھی۔ بالخصوص ملک عرب تو اس طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بن گیا تھا کہ اس کے باشندے ہر طرح کی تہذیب، تمدن، معاشرت، علم وآگہی سے عاری اور وحشیت و بربریت، جہالت وحماقت میں یکتائے روزگار تھے۔ اس وقت ان کے یہاں نکاح کی متعدد صورتیں تھیں جن میں زیادہ تر انتہائی قبیح وشرمناک تھیں۔

(۱) ایک صورت تو وہ تھی جو اپنی معقولیت کی وجہ سے آج بھی لوگوں میں رائج ہے۔ وہ اس طور پر کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکی یا عورت سے شادی کرنا چاہتا تو اس کے والدین یا اولیاء کے پاس خود ہی جاتا یا کسی کے ذریعے پیغام بھیجتا کہ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے اگر پیغام پہنچانے والے کا رشتہ پسند آجاتا۔ تو

طرفین کی باہمی رضامندی سے تعین مہر کے بعد لڑکی کا نکاح کر کے اسے رُخصت کر دیا جاتا۔ چونکہ یہ صورت دائرہ اِنسانیت کے اندر تھی اس لیے آج تک چلی آرہی ہے۔

(۲) عربوں میں رشتے کی ایک صورت یہ تھی کہ رشتہ مانگنے والا لڑکی کے اولیائے اور اس کے سرپرستوں کے پاس جا کر انعموا صَبَاحًا یعنی صبح بخیر کہتا۔ اس کے بعد عرض مدعا کے طور پر کہتا کہ ہم آپ کے حسب ونسب اور کفو میں ہم رُتبہ ہیں۔ ہم آپ سے رشتے کی خواہش لے کر آئے۔ اگر آپ نے ہماری گزارش قبول فرمالی تو ہمیں بڑی مسرت ہوگی۔ ہم آپ کی قرابت دار بن جائیں گے اور اگر کسی معقول وجہ سے ہماری عرضداشت پر عمل نہ فرماسکیں تو ہم معذور سمجھ کر واپس چلے جائیں گے۔

پھر اگر طرفین کی رضامندی سے رشتہ طے ہو جاتا اور رشتہ لینے والا اپنا عزیز، صاحبِ حسب ونسب ہم قبیلہ و ہم خاندان ہوتا تو نکاح کے بعد لڑکی کے اولیائے و سرپرست لڑکی کی رُخصتی کے وقت اس طرح کے دُعائیہ کلمات سے وداع کرتے۔

''خدا کرے کہ تجھے بچے کی پیدائش میں آسانی ہو۔ تو نرینہ اولاد جنے۔ مادہ (لڑکی) نہ جنے۔ خدا تیری وجہ سے خاندان میں اضافہ کرے۔ اپنے اخلاق اچھے رکھنا۔ اپنے خاندان کی عزت کرنا اور پانی سے کستوری کا کام لینا''

اور اگر لڑکی اجنبیوں میں بیاہی جاتی تو وداع کے وقت یوں کہا جاتا:۔

''خدا کرے تجھے بچے کی پیدائش میں آسانی نہ ہو اور نہ ہی تو نرینہ اولاد جنے۔ کیونکہ تو اس طرح دُور کے لوگوں کو قریب کر دے گی یا تو جو بچے جنے گی وہ ہمارے دُشمن ہوں گے۔ اپنے اِخلاق اچھے رکھنا اور شوہر کے

بھائیوں سے محبت سے پیش آنا۔ ان کی نگاہیں تمہاری طرف لگی ہوں گی اور ان کے کان تمہاری باتوں کو غور سے سنیں گے۔ دُعا ہے کہ پانی تجھے کستوری کا کام دے''۔

قریشِ مکہ شرفائے عرب و دیگر قبائل میں یہی طریقہ رائج تھا۔

(۳) نکاح الاستبضاع: نکاح کا یہ شرمناک طریقہ اہلِ عرب میں رائج تھا۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو اس بار حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں شخص کو دعوتِ مباشرت دینا اور ہر طرح کوشش کرنا وہ تیری بات ضرور مان لیا اور جب عورت اپنے تمام تر جمال و رعنائی' ناز و انداز' غمزہ و غرور اور بانکپن سے اس مطلوب شخص کو اپنے مقصد خاص کے لیے راضی کر لے جاتی۔ تو اس کا شوہر اپنی بیوی سے الگ تھلگ رہتا' اور اس سے اس وقت تک اجتناب برتے رہتا جب تک اس مطلوب شخص کی توجہ خاص کی بدولت آثارِ حمل ظاہر نہ ہو جاتے اور جب اسے یقین ہو جاتا کہ میری بیوی اس غیر مرد سے حاملہ ہو چکی ہے۔ تب جا کر اپنی بیوی کے پاس آنا جانا شروع کرتا۔ شوہر یہ حرکت اس لیے کرتا تاکہ بچہ نجیب اور پسندیدہ اوصاف کا مالک ہو۔ دوسرے لفظوں میں اصیل نر کا پانی حاصل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب اپنے اکابر اور ان نمایاں لوگوں سے جو شجاعت' شہامت' سخاوت' وجاہت اور مردانہ اوصاف میں سردار مانے جاتے۔ اسی طرح کی درخواست کرتے تاکہ انہیں صفات کا حامل بچہ پیدا ہو۔

حیض کے فوراً بعد اس طرح کا مطالبہ اس لیے کیا جاتا تاکہ عورت جلد سے جلد حاملہ ہو جائے۔ حیض شروع ہونے سے قبل اور حیض ختم ہونے کے بعد کئی دِنوں تک عورت کا رَحم کھلا رہتا ہے۔ اور عورتوں کو عام دنوں کے مقابلے میں ان اَیام میں خواہش جماع قدرے زیادہ ہوتی ہے۔ جس میں استقرارِ حمل کا احتمال غالب ہوتا ہے۔ اس نکاح کو نکاح الاستبضاع کہا جاتا ہے۔

استبضعی کے معنی اطلبی منه الجماع (اس سے ہم آغوشی کی درخواست کرنا)

اور مباضعۃ کی معنی ہم آغوتی کے ہیں یہ لفظ بضع سے ماخود ہے جس کے معنی شرمگاہ کے ہیں۔

(۴) نکاح المتعہ: یہ عارضی اور وقتی نکاح ہوتا ہے اس میں دن متعین ہوتا۔ مرد ایک اجنبی عورت سے ایک خاص مدت معلومہ تک کے لیے شادی کرتا۔ وقت موجودہ گزر جانے کے بعد دونوں میں جُدائی ہو جاتی۔ یہ عارضی اور ٹمپریری شادیاں ہوتیں مثلاً اگر کوئی شخص اپنے وطن اور بیوی سے دُور کسی دوسرے شہر میں کچھ دن، مہینے قیام کے لیے عارضی طور پر جاتا اور محسوس کرتا کہ عورت کے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اور خوف معاشرہ دامن گیر ہوتا تو اپنی مدتِ قیام تک کے لیے کسی اجنبیہ عورت سے نکاح کر لیتا جسے متعہ کہا جاتا۔ یا اپنے شہر و محلہ ہی میں رہ کر ایک مدتِ معینہ کے لیے نکاح کرنا، یہ متعہ کہلاتا ہے۔

دور جاہلیت کے عربوں میں یہ طریقہ بھی رائج تھا جسے اِسلام نے آ کر ختم کر دیا۔ مگر مسلمان کہلانے والے ایک خاصے فرقے شیعہ نے اِسلام ہی کے نام پر اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس صورت حال یعنی متعہ کو بڑے فضائل و مناقب اور درجات و مراتب کی ترغیب کی ساتھ باقی رکھا۔ گویا مذہب کے نام پر اپنی جنسی تسکین کے وقت۔

رِند کے رِند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

حالانکہ متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔ حق تبارک و تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (سورۃ المؤمنون: ع۱)

''اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کے حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جو ان

دو(۲) کے سوا کچھ اور چاہے۔ وہی حد سے بڑھنے والے ہیں''۔

(۵) نکاحُ البدل:- یہ بھی ایامِ جاہلیت کے عربوں کا ایک طرح سے طریقۂ نکاح تھا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یہ کہتا کہ تو میرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہو جا۔ میں تیرے حق میں اپنی بیوی سے دستِ بردار ہو جاتا ہوں۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی کی مزید تسکین، نوع در نوع تنوع اور ذائقہ بدلنے کی لیے بیویوں کے باہم تبادلے کا طریقہ اپنایا جاتا۔ اس طرح شرمناک طریقہ کو نکاح البدل کہا جاتا۔

(۶) نکاح الشغار:- ایام جاہلیت میں یہ بھی عربوں کا ایک طریقۂ نکاح تھا جس کا طریقہ یوں ہوتا کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بھتیجی یا بہن کی شادی کسی دوسرے کے ساتھ اس شرط پر کرتا کہ وہ بھی اپنی بیٹی یا بھتیجی یا بہن کی شادی اس کے ساتھ کر دے۔ اور ان کا آپس میں کوئی مہر نہیں ہوتا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ میری بیوی اُمید سے ہے اگر بیٹی پیدا ہوئی تو اسے تمہارے نکاح میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ جب تمہاری بیوی بیٹی جنے تو اس کی شادی مجھ سے کر دینا۔

(۷) نکاح الخدن:- عربوں میں ایک بُرائی یہ بھی تھی کہ بغیر نکاح پڑھائے بڑی خاموشی کے ساتھ کسی غیر عورت سے جنسی تعلقات پیدا کر لیتے۔ جب تک بات چھپی رہتی یہ سلسلۂ عیش و طرب جاری رہتا اور جب بات کھل جاتی وہ اس عورت سے کنارہ کش ہو جاتے۔ ان کا خیال تھا کہ چھپ کر جنسی تعلقات قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر یہ بات ظاہر ہو جائے تو البتہ قابلِ ملامت ہے۔ قرآنِ حکیم کی اس آیتِ کریمہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے:-

مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ

''انہیں عقد میں لاکر (اپنے پاس رکھو) نہ زنا کاری کی نیت سے نہ یارانے کی غرض سے''۔

(۸) نکاح مقت: عربوں کے یہاں پر دستور تھا کہ اگر کوئی شخص بیوی چھوڑ مر جاتا یا اسے طلاق دے دیتا تو اگر اس کا بڑا بیٹا اسے خود بیوی کی حیثیت سے رکھنا چاہتا تو اپنا کپڑا اس کے اوپر پھینک دیتا اور اگر بڑے بھائی کو اس کی حاجت نہ ہوتی تو دوسرا کوئی اور بھائی نئے مہر کے ساتھ اسے اپنے نکاح میں لے آتا۔ ایامِ جاہلیت میں اسے نکاح مقت کہا جاتا تھا اور اس سے بچہ پیدا ہوتا وہ مقیت کہلاتا یعنی حقارت کی نظر سے دیکھا جانے والا بچہ قرآن کریم نے اس طرح کی شادیوں کو باطل قرار دیا:۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ (سورۂ نساء- ع ۴)

اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔ مگر جو ہو گزرا وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے۔ اور بہت بُری راہ۔ حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔

اسلام کی آمد کے وقت ایسے بہت سے لوگ تھے جو اپنے والدوں کی بیویوں کے شوہر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں تفریق کرا دی گئی۔ جس کی ابتداء حضرت محصن بن قیس سے ہوئی۔ جنہوں نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد ان کی بیوی کعیشہ بنت لحن کو اپنی زوجیت میں لے لیا تھا' مگر اس کی خبر گیری نہیں کرتے۔ نہ ازدواجی تعلقات قائم کرتے اور نہ خرچ دیتے' اسلام لانے کے بعد اس عمل کو ناپسند کرتے تھے جو ایامِ جاہلیت میں انہوں نے کر لیا تھا' صورتِ حال سے پریشان ہو کر ان کی بیوی کعیشہ نے سرور کائنات حضور سید عالم ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں شکایت کر دی' حضور نے انہیں اطمینان دلا کر واپس کر دیا۔ اس کے بعد یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ حضور سید عالم ارواحنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں میں علیحدگی کرا

دی۔ اس کے بعد ہی ہر اس عورت اور مرد میں تفرق کرا کے ان کے وہ معاملات صاف کرا دیئے گئے جو کعیشہ بنت لحن اور محض بن قیس کے سے تھے۔[1]

(۹) عربوں میں نکاح کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ایک عورت کے پاس نو (۹) آدمی آتے اور ان میں سے ہر ایک اس عورت کے ساتھ باری باری مباشرت کرتا۔ کچھ عرصہ بعد جب اس عورت کو حمل قرار پا جاتا آثار حمل ظاہر ہونے لگتے تو وہ ان سب لوگوں کو بلاتی۔ اور ان کے سامنے تقریر کرتی ہوئی کہتی دیکھو! میں نے اپنی مرضی اور تمہارے آپس میں مشورے اور مفاہمت نے ایک ایک سے مباشرت کی ہے۔ جس سے نتیجے میں حاملہ ہو چکی ہوں اس لیے تم میں سے کسی نہ کسی کو اس بچے کو باپ بننا ہے۔ پھر وہ ان نو (۹) آدمیوں میں کسی کا انتخاب کر کے بعد ولادت بچے کو اس کے نام سے منسوب کر دیتی اور اس مجالِ انکار نہ ہوتی۔ یہی ان دونوں کی شادی ہوتی' یہ شرمناک صورت اس وقت بڑے لوگوں میں بھی رائج تھی۔

(۱۰) نکاح کا ایک طریقہ یہ تھا مرد و اور عورت آپس میں عہدِ وفا کرتے وقت اپنی اپنی چادریں ایک دوسرے پر ڈال کر پھاڑ ڈالتے اور اس کے بعد ان دونوں میں رشتۂ زوجیت قائم مانا جاتا گویا یہی ان کا نکاح تھا اور جو ایسا نہ کرتے ان کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا کہ ان کی محبت ناپائیدار ہو گی۔ لہٰذا اُن میں رشتہ زوجیت مانا ہی نہیں جاتا۔

(۱۱) ایامِ جاہلیت میں عربوں میں ایک طریقہ نکاح یہ بھی تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھا ہو کر کسی ایک عورت کے پاس جاتے۔ وہ کسی کو بھی اپنے پاس آنے سے نہ روکتی۔ یہ عربوں کی طوائفیں تھیں جو نشانی کے طور پر اپنے گھروں میں جھنڈے نصب کئے رہتیں۔ جو چاہتا ان کی بارگاہِ حسن میں خراج دینے کے لیے پہنچ جاتا۔ گویا

صلائے عام تھا یارانِ نکتہ داں کے لیے

---

[1] کتاب المجر ۳۲۶، ۳۲۷ بحوالہ بلوغ الارب جلد دوم

وادا پر عرب دیوانے تھے۔

نکاح قدیم میں روما میں

قدیم روما میں دو طرح کی شادیاں ہوئی تھیں' عارضی اور مستقل' عارضی شادی کی مدت صرف ایک سال ہوتی۔ اس میں مرد اور عورت کے بغیر کسی تقریب و اہتمام کے باہمی تعلقات پیدا کر کے میاں بیوی کی طرح رہنے لگتے۔ یہ تعلقات سال بھر برقرار رہتے۔ تعلقات کی یہ مدت اگر خوشگوار ثابت ہوتی تو مدت پوری ہونے کے بعد مستقل شادی کر لیتے۔ ورنہ مدت پوری ہونے کے بعد وہ دونوں الگ ہو جاتے۔

نکاح قدیم مصر میں

قدیم مصر میں شادی بیاہ کا رشتہ بہت لچکدار ہوتا تھا اور ستھرے مذاہب' پاکیزہ معاشرہ اور مہذب سوسائٹیز کے لیے ایک عجوبہ بھی!

چنانچہ وہ یہ معلوم کرنے کے لیے عورت بانجھ ہے یا مرد ہی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم۔ باضابطہ شادی سے پیشتر علی الاعلان جنسی تعلقات قائم کر لیتے تھے۔ اگر اس اختلاطِ جنسی سے عورت حاملہ ہو جاتی تو وہ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک ہو کر باقاعدہ رشتۂ ازواج میں منسلک ہو جاتے۔ بصورتِ دیگر کچھ مدتِ اِنتظار کے بعد دونوں الگ الگ ہو جائے۔

پورٹ لینڈ میں شادی

پورٹ لینڈ' جہاں کی سیمنٹ بہت مشہور ہے' میں کسی حد تک اب بھی یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ عورت شادی کے بغیر مرد کے ساتھ بیوی کی طرح رہنا شروع کر دیتی ہے اور جب عورت کو استقرارِ حمل ہو جاتا ہے تو دونوں شادی کر لیتے ہیں۔ کچھ عرصہ انتظار کے بعد اگر عورت حاملہ نہیں ہوتی ہے تو فریقین مختار ہوتے ہیں خواہ جدا ہو جائیں خواہ ساتھ

نتیجے میں حاملہ ہو کر جب وہ بچہ جنتی' وہ سب لوگ اکٹھا ہوتے جو جنسی طور پر اس سے ملوث ہوئے تھے۔ ساتھ ہی قیافہ شناس بھی بلائے جاتے پھر جس کے ساتھ ان قیافہ شناسوں کی رائے متفق ہو جاتی اس بچے کا باپ قرار پاتا اور اس بچے کو اسی کے نام سے منسوب کر کے قانونی بیٹا قرار دے دیا جاتا۔ جن سے انکار ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہی ان دونوں کا نکاح مان لیا جاتا۔

وہ عورتیں جو زمانہ جاہلیت میں جھنڈے والیوں کے نام سے مشہور تھیں۔ کتاب المثالب میں ہشام بن الکلبی نے ان کا ذِکر قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ اور دس سے زائد مشہور عورتوں کے نام شمار کرائے ہیں جن میں ایک عورت کا نام اُمِ مہزول تھا۔ یہ عہدِ جاہلیت میں مشہور پیشہ ور عورت تھی۔ ایک صحابی نے اس سے شادی کرنا چاہا تو قرآن عظیم نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ:۔

اَلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ — "بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک"

محمود شکری آلوسی نے تو مثال میں ایک ہی نام دیا مگر محمد بھجہ اثری نے کئی نام دیئے ہیں:۔

عناق:۔ دورِ جاہلیت کے مانے ہوئے شہ زور مرشد سے اس کا یارانہ تھا۔ مرشد کے اِسلام لانے کے بعد عُناق جب اُن سے حسبِ عادت ملی تو ایک بار پھر دادِ عیش کی دعوت دی مگر انہوں نے یہ کہہ کر اس کی دعوت مسترد کر دی کہ زنا کو اللہ نے حرام فرمایا اب پُرانی باتوں کو بھول جاؤ۔

سریفہ:۔ زمعہ بن اسود کی لڑکی' فرسہ ہشام بن ربیعہ کی لونڈی' اُمِ علیط صفوان بن اُمیہ کی لونڈی' حنہ قبطیہ العاص بن وائل کی باندی۔ حلالہ سوید بن عمرو کی باندی' امِ سوید مرید مالک بن عملیہ کی باندی ام سوید عمرو بن عثمان مخزومی کی باندی قریبہ ھلا بن انس بن جابر بن نمبر بن غالب بن فہر کی لونڈی۔ یہ عرب کی وہ مشہور طوائفیں تھیں جو جھنڈے والیوں کے نام سے بہت مشہور تھیں۔ جن کے ناز و انداز' حسن

ہی رہنے لگیں۔

نکاح قدیم ایران میں

ایران کے بڑے بڑے صاحبِ حشمت گھرانوں میں یہ دستور تھا کہ جب ان کی لڑکیاں جوان ہو جاتیں تو ہم نسب وذی عزت لوگوں کو مدعو کیا جاتا اور لڑکیوں کو اِختیار دیا جاتا کہ وہ جن کو چاہیں خالص اپنی مرضی سے شریکِ حیات منتخب کریں۔ اصطلاح میں اسے ''جشن شوہرگراں'' کہتے تھے۔ اس طرح کا دستور ہمارے ہندوستان کے قدیم راجاؤں میں بھی تھا کہ جب ان کی کماری کنیائیں جوانی کی دہلیز پار کر لے جاتیں تو وہ کسی خاص بر کی تلاش نہیں کرتے۔ بلکہ پنڈتوں سے مہورت لے کر شادی کا ایک خاص دِن مقرر کر لیتے تھے اور تاریخ مقررہ سے پہلے ملک کی منتخب اور نامی گرامی راجاؤں کو مطلع کر دیتے تھے' جب تمام راجہ مہاراجہ جمع ہو جاتے ایک جلسہ کیا جاتا۔ اور اس جلسے میں ایک کڑی شرط رکھی جاتی۔ جو عالی نسب وبا حوصلہ راجہ اس شرط کو پورا کر دیتا۔ راج کماری اپنی پسند کا ہار اس کے گلے میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی ہار جاتی۔ جس کی وجہ سے خوش نصیب راجہ ہمیشہ کے لیے اس کا پتی دیوتا ہو جاتا۔ اس تقریب کو سوئمبر (یعنی جلسۂ انتخاب شوہر) کہا جاتا تھا۔ سوئمبر کے تین واقعات ہندوستان میں بہت مشہور ہیں۔

ہالینڈ میں شادی

ہالینڈ کے مشہور بندرگاہ ایمسٹرڈم سے پچاس کلو میٹر کی دُوری پر ''اسٹیفورٹ'' نامی' پانچ ہزار آبادی پر مشتمل ایک شہر ہے۔ ان لوگوں میں شادی کے تعلق سے صدیوں پُرانے رسم ورواج آج بھی جاری ہیں۔

وہاں ایک طرف تو یہ حال ہے کہ لڑکیاں اجنبی مردوں سے ملنا جلنا' حتیٰ کہ ڈاکٹروں سے بھی بات چیت نہیں کر سکتیں' رنگ' راگ' تھیٹر' سینما' رقص وسرود' چہرے پر

میک اپ، غازہ، فیشن ایبل اور ماڈرن لباس وغیرہ سب منع ہیں۔ لیکن دوسری طرف اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شادی کرنے سے پہلے یہ بھی ثابت کر دے کہ وہ بچہ جننے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جس گھر میں شادی کے قابل کوئی جوان لڑکی ہوتی ہے، ماں باپ اس لڑکی کے حاملہ بننے میں پوری مدد کرتے ہیں اور اس کے لیے آسانیاں فراہم کرتے ہیں۔ اپنے گھر کے دروازے پر دل کی شکل میں پیتل کا ایک پلیٹ لگاتے ہیں۔ اگر پیتل کے پلیٹ میں چمک باقی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر میں کوئی جوان دوشیزہ شادی کے قابل موجود ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ضرورت مند نوجوان اس لڑکی کے والدین کے پاس آتا ہے۔ وہ رات گئے تک لڑکی کے والدین کے پاس رہتا ہے۔ وہیں کھاتا پیتا بھی ہے۔ کافی رات گزر جانے کے بعد ماں باپ تھک جانے کا بہانہ کر کے سونے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ لڑکا بھی رخصت ہو کر مکان سے باہر آ جاتا ہے۔ لڑکی کا کمرہ گھر کی نچلی منزل پر ہوتا ہے جس کا دروازہ باہر کی طرف کھلتا ہے جسے وہاں کی اِصطلاح میں ''پیار کی کھڑکی'' کہا جاتا ہے۔ نوجوان اسی پیار کی کھڑکی سے گزر کر لڑکی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اور وہیں رات گزارتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ لڑکی ماں بن سکتی ہے یا نہیں؟

اگر کوئی نوجوان خواہش نفس پوری ہونے کے بعد شادی کرنا چاہے اور اس رسم ورواج کی آڑ میں جنسی تلذذ وتنوع کے لیے کسی دوسری پیار کی کھڑی کو اپنا ٹارگیٹ بنانا چاہے تو اس کے لیے یہ آسان نہ ہوگا بلکہ کڑی سزاؤں اور بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسے کوڑے کرکٹ اور کچرے کی گاڑی میں بیٹھا کر پورے شہر میں گھمایا جائے گا۔ اسے ہر طرح ذلیل ورسوا کرنے کے بعد شہر کے چوراہے پر ٹھنڈے پانی سے نہلایا جائے گا (یاد رہے کہ وہاں بڑے غضب کی سردی پڑتی ہے) اور یہی سزا اس لڑکی کو بھی دے جائیگی جو شادی کے بعد کسی غیر مرد سے قابل اعتراض

[1] بیسوی صدی شمارہ مارچ ۱۹۸۶ء

تعلقات پیدا کرے۔

(بیسویں صدی شمارہ مارچ ۱۹۸۶ء)

اُف یورپ کے چکا چوندا جالے میں جہالت وفرسودگی کا یہ شرمناک اندھیرا۔
ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

آزمائشی شادیاں

آج کا جدید و ترقی یافتہ یورپ جو تہذیب و شائستگی، شرافت اور اِنسانیت کا بقلم خود دعویٰ دار ہے۔ جو اپنے احساس برتری کے فریب میں بری طرح مبتلا ہے۔ جس کے نزدیک "مشرق" کی فطری شرم و حیا ایک فرسودہ و پسماندہ روایت ہے جس میں "مشرق" جکڑا ہوا ہے۔

ایسے نام نہاد ترقی یافتہ و مہذب ملکوں میں عام طور پر یہ رواج فیشن میں داخل ہو چکا ہے کہ وہ باقاعدہ شادی سے پہلے [illegible] طور پر باہم میاں بیوی کی طرح تعلقات قائم کر لیتے ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہ مستقبل میں ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی کہ نہیں۔

اس قسم کی شادیوں کو آزمائشی شادیاں کہا جاتا ہے۔ جو "کورٹ شپ" کا عمومی نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ پہلے پہل صرف باہمی تعارف ہوتا ہے وہی تعارف آشنائی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ جو بڑی تیزی کے ساتھ یکجائی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پھر یہی دل فریب یکجائی زیادہ تر ہرجائی ہونے کا باعث بنتی ہے۔ یہ آزمائشی شادیاں کم ہی بارآور ثابت ہوتی ہیں۔ زیادہ تر ناکام ہی ہوتی ہیں۔ یورپ کا معاشرہ ہی بگڑا ہوا ہے، قدم قدم پر بکھرا ہوا بے حجاب حُسن شرمناک آلودگیوں کے ساتھ لباسِ فطرت میں آنے کے لیے بے چین نظر آتا ہے۔ آزمائشی شادیوں میں اخلاص کم، باہم جنسی استحصال زیادہ کارفرما ہوتا ہے۔ جذبات کی شدت اور احساس کی گرمی کم ہو کر تشنہ جذبات سفلی کو جب آسودگی کا ساحل مل جاتا ہے، نئے نئے جہانوں کی سیر کے لیے دونوں ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

؎ نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
انہیں تم پھینک دو باہر گلی میں

اپرولٹا میں شادی کی رسمیں

تاریک براعظم کا تاریک ترین علاقہ ''اپرولٹا'' جو شمالی افریقہ کے ملک 'گھانا' کے جنوب میں واقع ہے' افریقہ کا ایسا پسماندہ اور بچھڑا ہوا ملک ہے جہاں خوبصورتی کا سب سے بڑا معیار موٹاپا ہے۔ اور اگر وہ موٹاپا پادرازی قد لیے ہوئے ہو تو شاہکار حسن مجسم ہے۔ خوبصورتی کے ملکی مقابلے میں وہی جہان حیرت عورت ''ملکۂ حسن'' قرار دی جاتی ہے۔

وہاں کی روایت کے مطابق شادی کرنے والا مرد گایوں' بکریوں اور دیگر جانوروں کا تحفہ لے کر لڑکی کے باپ کے پاس جائے گا۔ اگر خوش قسمتی سے باپ نے قبول کر لیا تو شادی ہو جائے گی ورنہ نہیں وہاں لڑکے لڑکی کی باہمی رضا مندی کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ والدین کو ان کی باہمی محبت کی خبر ہو جائے تو یہ شادی کسی قیمت پر نہیں ہوسکتی' وہاں عشق و محبت سماجی جرم ہے جس کی کم سے کم سزا کوڑے کی مار یا قبیلہ بدر کرنا ہے۔

یہاں شادیاں والدین اور خاندان کی مرضی سے ہوتی ہیں اور زیادہ تر شادیاں کم سنی ہی میں کر دی جاتی ہیں۔ اپرولٹا میں منگنی کی سرے سے کوئی رسم ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ رشتہ منظور کرنے کے بعد فوراً اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ لمبی مدت نہیں رکھتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکی ہونے والے شوہر سے متعلق دولت' کردار' اس کی کتنی بیویاں ہیں وغیرہ تفصیلات معلوم کر کے اس کی مرضی کے خلاف ہوا تو کسی دوسرے مرد کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے بھاگ جائے۔ اگر کبھی لڑکی والا شادی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا تو بڑی خاموشی کے ساتھ رشتہ منظور کر کے واپس کر دیتا۔ اور جب ادھر اندر اندر تیاری کر لیتا تو چپکے سے اطلاع بھجوا دیتا پھر جھٹ پٹ شادی ہو جاتی اور ہونے والے

شوہر کے متعلق لڑکی کو کوئی خبر ہی نہیں ہو پاتی۔

وہاں پر کئی کئی شادیوں کا رواج ہے۔ آدمی جتنا ہی بڑا ہوتا اتنا ہی زیادہ شادیاں کرتا ہے۔ یہاں بیویوں اور مویشیوں کی کثرت تعداد ہی ان کی بڑائی کا معیار ہے۔ قبیلے کا سردار تو بے شمار بیویوں کا مالک ہوتا۔ اس کے پاس بیویوں کا دستہ ہوتا ہے۔

وہاں پر ایک سے زائد شادیاں ضرورۃً بھی ہوتی ہیں۔ وہ یوں کہ شادی کے بعد بیوی کی حیثیت زیادہ تر خادمہ کی ہو جاتی ہے۔ شوہر کی خدمت' بچوں کی دیکھ بھال' شوہر کے ساتھ کھیتی باڑی میں جٹی رہنا وغیرہ۔

جب گھر گرہستی کا کام اس کی طاقت سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اپنے شوہر کی دوسری شادی کے لیے خود ہی کوشش کر دیتی ہے' وہ اپنے شوہر کی طرف سے گایوں بکریوں کا تحفہ لے کر خود ہی شادی پکی کر دیتی ہے۔ اور بڑی خوشی خوشی اپنے اوپر سوت لے کر آتی ہے سُسرال میں آکر دونوں سوتیں بہنوں کی طرح ہوجاتی ہیں اور ان کا آپس میں جھگڑا نہیں ہوتا باہم بہت محبت سی رہتی ہیں۔

اپرولٹا میں طلاق کا طریقہ بھی بڑا عجیب ہے' جس کے لیے انہیں نہ تو کسی کورٹ میں جانا پڑتا ہے اور نہ ہی ہاتھ مُنہ سے کچھ لکھنا کہنا ہوتا ہے۔ بلکہ وہاں اگر میاں بیوی میں دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرنے لگیں یا باہم ناراض ہونے لگیں تو یہی ان کی طلاق ہوتی۔ مثلاً عورت شوہر کا کھانا نہ پکائے یا اس کا کوئی کام نہ کرے تو یہ علامت ہوتی ہے کہ اب وہ عورت اپنے موجودہ شوہر کے پاس رہنا نہیں چاہتی یا شوہر اس کا پکا ہوا کھانا نہ کھائے یا لایا ہوا دودھ نہ پیئے' تو یہی ان کی طلاق ہوئی۔ مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی جب بیوی اپنے مائیکے جا کر اس کے تحائف واپس کر دیتی۔ یا پھر اگر دوسرے مرد کے ساتھ چلی جاتی تو وہ اس کی بیوی ہو جاتی۔

نکاح وحشی اقوام میں

وحشی قوموں میں ایک شادی کا رواج کبھی نہیں پایا گیا۔ ان کے یہاں اشتراکیت کی کئی صورتیں تھیں۔ جس طرح ایک مرد کئی عورتوں کا شوہر بن سکتا تھا۔ اسی طرح ایک عورت بھی بیک وقت کئی مردوں کی بیوی ہو سکتی تھی اور یہ ان کے معاشرے میں کوئی بری بات نہیں تھی۔

چنانچہ شمالی ہند کے بعض کوہستانی علاقوں میں اب بھی یہ دستور پایا جاتا ہے کہ اگر ایک گھر میں متعدد بھائی ہوتے ہیں تو شادی صرف بڑے بھائی کی ہوتی ہے لیکن عملاً یکے بعد دیگرے سب بھائی اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ پہلی اولاد کی نسبت پہلے بھائی کی طرف کی جاتی ہے اور دوسری اولاد کی نسبت دوسرے بھائی کی طرف۔ اولاد اور بھائیوں کے تناسب سے ان میں ہر ایک اولاد کی نسبت ہر ایک بھائی کی طرف ہوتی رہتی ہے۔ وہ سب آپس میں بہت خوش رہتے ہیں۔ نہ تو آپس میں کوئی جھگڑا ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی باہمی رقابت۔

بھوٹان اور تبت کے بعض علاقوں میں بھی یہی دستور ہے کہ ایک عورت ایک ہی وقت میں کئی مردوں کی بیوی ہوتی ہے۔ وہ ہمہ وقت ان مردوں کی خدمت میں لگی رہتی ہے، سب کی فرماں برداری کرتی ہے۔ سب کی ضرورتوں کی تکمیل، سب کی خواہشات کا احترام اور سب کی دِل بستگی کا وہ سامان کرتی ہے۔ مرد جو کچھ کما کر لاتے ہیں، بلا شرکت غیرہ وہ تنہا ان سب کی مالک ہوتی ہے۔

نکاح ہندو دھرم شاستر میں

خوفِ طوالت سے اقوامِ عالم پر اپنی گفتگو کو ختم کرتے ہوئے اب ہم دُنیا کے اس عظیم و قدیم ملک برصغیر (غیر منقسم) ہند کی طرف آ رہے ہیں جو سیکڑوں زبانوں، معاشرتی نظاموں سوسائٹیز، کلچرز اور ان گنت مذاہب کا گہوارہ رہا۔ جو صدیوں سے

رسموں، ریتوں، رواجوں ... ساختہ غیر انسانی اصولوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ جہاں
پر عورت کل بھی اپنے پتی ورتا ہونے کے باوجود بہت مجبور تھی اور نئی ترقی کے اس
دور میں بھی اس پر ستم کے سارے نئے پرانے انداز آزمائے جارہے ہیں۔

اسلام کے ابرِ رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں جنہیں مل گئی انہیں منزلِ امان مل گئی اور
جنہوں نے بھری دوپہر میں اسلام کی شفقتوں کی ٹھنڈی دھوپ سے اپنا دامن بچایا۔ وہ
ناریاں کل بھی بے امان تھیں اور آج بھی اپنوں کے ہاتھوں غیر محفوظ! مذہب کے نام پر
وحشت و بربریت، بہیمیت و درندگی کا یہ شرمناک مظاہرہ کہ بھرے پرے شباب اور حسن
و جمال کے شاہکار کو زبردستی جلا کر خاک کر دیا جائے اور پھر اس مشتِ خاک کو مذہبی
افلاک ثابت کیا جائے، پتی دیووں کی زندگی میں وہ جہیز کے سبب جلائی جائیں اور ان
کے مرنے کے بعد پتی ورتا کے نام پر ان کی زندگی ان سے چھین کر انہیں دیوی سمان بنا
دیا جائے۔

ستی کی رسم کو یہاں سب سے پہلے اسلامی تعلیمات کی بدولت خلفاءِ مسلم بادشاہوں
نے بند کر دیا۔ اور جب تک ہندی سیاست واقتدار میں کسی بھی حد تک اسلام کارفرما تھا۔
ہندو بوڑھی اور جواں سال بیوائیں محفوظ تھیں اور جب یہاں سے مسلمانوں کی سیاسی
بالادستی اور دنیوی اقتدار ختم ہوا، ہزاروں لاکھوں سیم تن، نازک بدن، غنچہ دہن، سرو قد، مہ جبین،
دِل نشین، گل بدن، گل پیرہن، گل بداماں ناریاں بے امان ہو گئیں، وہ جمال و زیبائی،
شباب و رعنائی جو پتھروں کو موم کر دیں۔ جسموں میں خون کی گردش تیز کر دیں دلوں کی
دھڑکنوں کو بے ترتیب کر دیں اپنی تمام تر تسخیری قوت کے باوجود ہندو معاشرہ، ہندو سماج
اور اس کی مذہبی قیادت کی بے حسی، بے ضمیری اور سنگ دلی سے شکست کھا چکے ہیں،
حالانکہ حسن کی قوت تسخیر اس کی اثر پذیری اور اثر ریزی ایک زندہ حقیقت ہے۔

ملک کو اکیسویں میں لے جانے والے سولہویں صدی کی روایت کو دُہرا رہے ہیں،
جہیز کے نام پر ہندو کنیاؤں کی سندرتا تو مسلسل شعلوں کی نذر ہوتی ہی رہی اور اب ہندو
... پرستی نے پتی ورتا کے نام پر عورت کو زندہ جلانے والی قابل صد ہزار مذمت رسم کو پھر

سے زندہ کر دینا شروع کر دیا۔

ابھی ۴ ستمبر ۱۹۸۷ء کو راجستھان میں مسکر علاقے کے "دیورالا" گاؤں میں روپ کنور نام کی اٹھارہ سالہ خوبصورت بیوہ کو، جس نے صرف بیس دن ازدواجی مسرتوں کی بہار دیکھی تھی، زبردستی شوہر کی چتا پر زندہ جلا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جلتے وقت وہ بدنصیب بیوہ تین بار چتا سے بھاگی۔ چار ہزار کے مجمع سے بار بار اپنی کمسن جوانی کی بھیک مانگی، اپنی سندرتا کا تحفظ چاہا۔ مگر بزدلوں کائروں کی اس بھیڑ میں کوئی بھی مرد ثابت نہ ہو سکا کہ اپنی آغوشِ مردانگی کو کشادہ کر کے اس کو زندگی کی بھیک دے دیتا۔ اس بدبختانہ حادثے پر شاہ بانو کی تعلق سے سپریم کورٹ کے فیصلے پر آسمان کو سر پر اٹھانے والا قومی پریس بیمار ہو گیا۔ اور ملک کو اکیسویں صدی میں لے جانے والا وزیر اعظم حیران و پریشان!

اس سے صرف چند ماہ پیشتر پالی ضلع میں بھنور نامی ایک عورت کو شوہر کی چتا سے بیس (۲۰۰۰۰) ہزار آدمیوں کو منتشر کر کے پولیس نے بچایا۔

ڈھائی سال پہلے قبل دیوری گاؤں میں جسونت کور نامی عورت کو ۲۵ ہزار کے مجمع سے پولیس نے طاقت کے بل پر شوہر کی جلتی ہوئی چتا سے جان بخشی کرائی۔ ۲۷ جنوری ۸۳ء کو ضلع جے پور کے ایک گاؤں سے بارہ ہزار دیہاتیوں کے نرغے سے گوکل نامی ایک عورت کو شوہر کی جلتی ہوئی چتا سے پولیس نے بچایا۔

۳۰ اگست ۱۹۸۰ء کو اوم کور نام کی ایک سولہ سالی لڑکی ستی پرتھا کے نام پر انسانی درندگی کی بھینٹ چڑھ گئی جہاں پر اس کی یادگار میں ایک مندر تعمیر ہوا۔ ہر سال بڑی دھوم دھام سے وہاں میلہ لگتا ہے۔

۲۶ ستمبر ۱۹۸۶ء کو ضلع جبل پور کے ایک گاؤں میں ایک بیس سالہ بیوہ وجینتی کو اس کے شوہر کے ساتھ زندہ جلا دیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں اتر پردیش کے ایک علاقے میں ایک پنسیٹھ (۶۵) سالہ بیوہ کو چتا سے کھینچ کر زندہ جلنے سے بچالیا گیا۔[1]

---

[1] بحوالہ ہفت روزہ اخبارِ عالم بمبئی صفحہ ۹-۱۰ جلد ۵ شمارہ ۲۹ - تاریخ اشاعت ۲۷ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء

اگر چہ ستی پرتھا پر قانوناً پابندی ہے۔ مگر اب تک ہندو دھرم کے ٹھیکیداروں نے قانون کی اس بالا دستی کو پورے طور پر قبول نہیں کیا یہ لوگ آج تک اس طرح کی انسانیت سوزی کی نہ صرف اِجازت بلکہ اس کو مذہبی ضرورت بتا کر اپنے ماننے والوں کو اس کی ترغیب وتلقین کرتے رہے۔

ہندو بیواؤں کو آج تک کما حقہٗ تحفظ نہیں مل سکا۔ کاش یہ اِسلام کے دائرۂ امن و امان میں داخل ہو جاتیں تو اِسلام کا ابرِ رحمت ان کا سب سے بڑا سائبان ہوتا۔

اسلام کے قانون نکاح وطلاق پر اُنگلی اُٹھانے والو! مسلم مطلقہ عورتوں پر مگر مچھ کے آنسو بہانے سے پہلے اپنے دامن وگریبان پر نظر کر لیتے۔ اپنے دھرم کی ان سندر ناریوں اور من کو بیاکل کر دینے والی حسن دادا کی مورتیوں کی حسرت بھری جوانیوں کو بھی ایک نظر دیکھ لیتے۔

تم اپنے تغافل کا گلہ کیوں نہیں کرتے
کیوں دیتے ہو الزام میرے دیدۂ تر کو

ذکر ہونے جا رہا تھا ہندوستانی شادی بیاہ کے طریقوں کا ضمناً یہ ذکر نکل پڑا۔ چونکہ ان باتوں کا تعلق شادی ہی سے ہے۔ اس لیے یہ گفتگو موضوع سے ہٹ کر نہیں ہے۔ البتہ جملہ معترضہ کے طور پر بات پھیلتی گئی۔ آیئے ہم پھر وہیں سے شروع کریں۔

چونکہ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے۔ جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور بھانت بھانت کی قومیں آباد ہیں جن میں تقریباً ہر ایک مذہبی طرزِ معاشرت دوسرے سے جدا ہے اور ان کی شادی کے طریقے بھی الگ الگ۔

اور آج تقسیم ملک کے بعد ہندو دھرم ہی ملک کی سب سے بڑی اور غالب ترین اکثریت ہے۔ اس لیے اس خصوص میں ہم انہیں کے ذکر سے ابتدا کر رہے ہیں۔

ہندوں میں دھرم شاستر کی رُو سے بیاہ کی آٹھ قسمیں ہیں:

(۱) برہم بواہ۔ (۲) دیو بواہ۔ (۳) پرجاپتی بواہ۔ (۴) آرشا بواہ۔
(۵) اسر بواہ (۶) گندھرب بواہ (۷) راکشش بواہ (۸) پشاچ بواہ

منوسمرتی کے مطابق یہ نکاح کا آٹھواں طریقے جائز ہیں۔

لیکن اول چار قسمیں برہمنوں کے لیے ہیں۔ اور چار قسمیں چھتریوں کے لیے۔ راجہ اگر چاہے تو راکشش بواہ بھی کرسکتا ہے۔ اسر بواہ یہ صرف نچلے طبقوں اور شودروں کے لیے درست ہے۔ ان آٹھوں قسموں میں تقریباً ہر طرح کی شادیاں آجاتی ہیں۔

ذیل میں ان کی مختصر کیفیت درج ہے:

۱ براہم بواہ:- شادی کا وہ طریقہ جو ہندوؤں میں عام طور پر رائج ہے یعنی لڑکی والے اپنی لڑکی کے لیے مناسب براور گھر تلاشتے ہیں۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد دھوم دھام سے شادی کر دیتے ہیں۔

۲ دیو بواہ:- اس میں لڑکی کی شادی دیوتا سے کر دی جاتی ہے۔ وہ لڑکی اسی دیوتا کے نام سے منسوب ہو کر اپنی جوانی کے پُر زور جذبات سے لڑتی ہوئی اُمنگوں، آرزوؤں، حسرتوں، آشاؤں سے منہ موڑ کر اپنی پوری زندگی مندر میں گزار دیتی ہے۔ ایسی لڑکیوں کو دیوداسیاں کہا جاتا ہے۔ مذہبی طور پر انہیں قابلِ احترام سمجھا جاتا دیواداسیوں میں ہندوؤں کے اونچے خاندانوں کی لڑکیاں بھی شامل ہوتی ہیں جنہیں دُنیا کی آلائشوں سے مبرا سمجھا جاتا ہے۔

۳ آرشاہ بواہ:- لذاتِ دنیا سے الگ رہنے والے وہ لوگ جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا بلکہ وہ جو معاشی طور پر بالکل کنگال ہوتے ہیں۔ ہندو لوگ انہیں مقدس اور خدا رسیدہ سمجھ کر اپنی بیٹیاں دے دیتے ہیں، اس اطمینان پر کہ ان کے اس ایثار پر بھگوان خوش ہو جائیں گے۔ اس کو اصطلاح میں کنیادان کرتے ہیں۔

۴ پرجاپتی بواہ:- اس میں مرد اور عورت نہایت اہتمام کے ساتھ شادی رچاتے ہیں۔ اس میں ذات پات کا کافی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ لڑکی والے برادری اور بارات کو کھانا کھلاتے ہیں اور لڑکی کو مناسب جہیز دے کر رخصت کرتے ہیں۔

۵ اسر بواہ:- یہ ادنیٰ درجے کا بیاہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں کسی حد تک خرید و فروخت کا کام ہوتا ہے یہ طریقہ ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

۶ گندھرب بواہ:- آزاد مرد عورت خوشی خوشی ایک دوسرے کو قبول کر لیں اور پتی پتنی کی طرح رہنے لگیں۔ دیہاتوں میں عام طور غریب' پسماندہ اور جاہل طبقے کے لوگ اس طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

۷ راکشش بواہ:- کسی لڑکی کو جبراً بھگا کر لے جانا پھر اس سے نکاح کر لینا۔

۸ پشاچ بواہ:- کسی لڑکی کو شراب اور دارو کے نشے میں مدہوش کر کے اس کی آبروریزی کرنا۔ یا نیند اور بے ہوشی کی حالت میں اس کی عصمت دری کرنا۔ یہ بھی منوسمرتی رُو سے شادی کی ایک قسم ہے۔

شوکا اوران میں شادی کی رسم

پربتوں کے رہنے والے اتر کھنڈ کے شوکا جنہیں ''ہمادری کے بچے'' بھی کہا جاتا ہے......شاذونادر ہی برف سے گھرے ہوئے اپنے گھروں کو چھوڑ کر گرم علاقوں کی طرف آتے ہیں۔ خوبصورت اور بزعمِ خویش عالی نسب ہوتے ہیں۔ ان کے پرانے لوگ سیتا سوئمبر (جو بھارت کا سب سے مشہور سوئمبر ہے) میں موجود تھے۔ اور دولہا و دلہن کو کافی تحائف دیے۔ دونوں رزمیہ جنگوں میں ان کا ذکر خصوصیت سے ملتا ہے۔ انہیں تنگن، سکناراور کرات بھی کہتے ہیں۔

مؤرخین عصر جدید آج کی شوکا قوم کوانہیں کی اولاد تسلیم کرتے ہیں۔ برطانوی عہد میں انہیں سرکاری طور پر''بھوتیا'' کہا گیا۔ سنسکرت میں انہیں تبت؛ کرتوت اور بھوت کہتے ہیں۔ دُنیا کا بہترین پہاڑی علاقہ شوکا لوگوں کا آبائی وطن ہے۔ شالی ہندوستان کے اضلاع پتھورا گڈھ چھولی' اتر کاشی' کیشوران کے وطن ہیں۔ ہندوؤں کی مشہور تیرتھ گاہیں بدری ناتھ' ہیم کنڈ صاحب اور گنگوتری وغیرہ انہیں کے علاقے ہیں۔ ان کا دھرم ہندومت' بدھ مت اور اینمی دھرم کا معجون مرکب ہے۔

شادی کی رُسوم

رنگ نیگ کے رواج کے مطابق ایک گاؤں کی کنواری لڑکیاں اور دوشیزائیں دوسرے گاؤں کے کنوارے نو جوان کو دعوت دیتیں۔ کنوارے لڑکوں اور لڑکیوں کا اجتماع

دوپہر سے شروع ہو کر کافی رات گئے تک جاری رہتا۔ جس میں خوب دل کھول کر عیش و طرب، راگ رنگ اور جوانی کی دھما چوکڑیاں ہوتیں۔ عیش وطرف کی اسی محفل میں لڑکوں اورلڑکیوں کا ایک دوسرے سے تعارف، شناسائی ہوتی اور وہ لوگ وہیں پر ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اوران کی یہی پسندان کی شادی ہوتی تھی۔

بعد میں اسے تعلیم کے فروغ نے بتدریج بند کرڈالا۔ مہذب لوگوں کو سمجھانے پر بھی کچھ اثر ہوا۔ اوراب انہوں نے شادی کے طریقوں کو بدل دیا ہے۔ اوراب دونوں طرف کے والدین اور سرپرست حضرات رشتہ طے کرتے ہیں۔ پہل لڑکے والوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہ لڑکی والوں کو یہاں چھانک کی ایک بوتل لے کر جاتے ہیں۔ اگر وہ بوتل قبول کر لی گئی تو شادی ہو جاتی ہے ورنہ نہیں۔ شادی کا سلسلہ تین چار دن تک جاری رہتا ہے۔ خوب کھانا پینا ہوتا ہے۔ دولہا پرگھی کے سات اور دولہن پر پانچ نشانات لگائے جاتے ہیں۔

اور جو لوگ شادی کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوتے، وہ لڑکے اورلڑکی کو ایسی سہولت فراہم کرتے ہیں کہ دونوں اپنی محبتوں کو پروان چڑھانے کے لیے ایک ساتھ بھاگ جاتے ہیں اور یہی ان کی شادی مانی جاتی ہے۔

بھیلوں میں شادی

یہ ہندوستان کے نیم وحشی قدیم باشندے ہیں جن کی غالب اکثریت راجپوتانہ رہتی ہے۔ یہ بڑی بہدر اور جفاکش قوم ہوتی ہے۔ ان کی زندگی بڑی سادہ ہوتی ہے۔ یہ درختوں کو پوجتے ہیں۔ اس کے نیچے پتھر کا قدمچہ بناتے ہیں۔ جس خون یا رنگ بہانا زندگی کی علامت سمجھتے ہیں۔ شری رام جی ہنو مان ان کا آئیڈیل ہے۔ جس سے یہ عقیدت رکھتے ہیں۔ یہ خود جتنے سادہ ہوتے ہیں ان کی شادیاں بھی ویسی سادہ ہوتی ہیں۔ وہ مردعورت جو ایک دوسرے سے منسوب ہوتے ہیں، جب عملی طور پر انہیں میاں بیوی بننا ہوتا ہے، بڑی خاموشی کے ساتھ جنگل میں غائب ہو جاتے ہیں، واپسی پر لوگوں کو

خبر دیتے ہیں۔ پھر رسم ادا کر دی جاتی ہے' یہی ان کی شادی ہے۔

لنگایت دھرم اور ان میں شادی کی رسم

۱۳۹۰ میں بھاگیواڑی ضلع بیجاپور میں ایک سخت مذہبی برہمن خاندان میں ایک بچہ پیدا ہوا' جو کرناٹک کی تاریخ میں شری بشویشور کے نام سے مشہور ہوا۔ اور ایک عظیم محرک کی حیثیت سے ابھرا اس برہمن زادے نے برہمنیت کے خلاف بڑی موثر تحریک چلائی۔ برہمنیت کی روایتی عصبیت' تنگ نظری' اجارہ داری کے مقابلے میں وہ بڑا روشن خیال' صاحبِ عزم و حوصلہ اور عالی ہمت ثابت ہوا۔ ذات پات' اونچ نیچ' بھید بھاؤ کی سخت مخالفت کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ صدیوں سے پستی کچلی' پچھڑی نچلی سطح کی ذات برادری نے اس کی آواز پر لبیک کہا۔ اور پورے جوش خروش اور تیزی کے ساتھ اس کے دھرم کو قبول کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان لوگوں نے ایک طاقت کی حیثیت اختیار کر لی۔ انہیں کے پیروکار لنگایت کہلاتے ہیں' جو کرناٹک میں کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ لنگایت فرقے کی زبان کنٹر ہے۔ تاریخ ہند میں بشویشور مہاراج کا ذکر ایک محرک کی حیثیت سے ملتا ہے۔ اس نے ذات پات کے خلاف صرف زبانی تحریک نہیں چلائی بلکہ اپنے عمل سے اسے ثابت کر کے بتایا۔ ذات اور برادری کے حصار کو توڑ کر مخلوط شادیوں کی اجازت دی۔ ملک کی سب سے بڑی مظلوم مخلوق یعنی بیواؤں کو دوسری شادی کی اجازت دی' ان کے چیختے سلگتے اور جلتے جذبات کے لیے سامانِ تسکین فراہم کر کے ان کا آنسو پوچھا۔

کرناٹک کی میرابائی' اکا مہادیوی کنور کی رانی چنما (جو جھانسی کی رانی لکشمی بائی کی ہم عصر اور انگریزوں سے لڑنے میں اسی کی طرح بہادر تھی) لنگایت دھرم کی ماننے والیاں تھیں۔ لنگاتیوں کی اکثریت دیہاتوں میں رہتی ہے۔ ان کی عوتیں بڑی جفاکش' مشقت پسند اور حسن و رعنائی' دل کشی و دل آویزی کا بہترین نمونہ ہوتی ہیں۔

شادی کی رسمیں

عام رواج کے مطابق لنگا تیوں میں بھی پہلے لڑکے والے لڑکی والوں کے یہاں لڑکی کو دیکھنے جاتے ہیں۔ اگر لڑکی پسند آ جاتی ہے تو لڑکے والوں کو پارٹی دی جاتی ہے۔ اوراس خوشی میں لڑکی والے اپنے رشتے داروں' احباب اور اہلِ محلہ کے درمیان شکر مٹھائی تقسیم کرتے ہیں۔ اس رسم کو''شکری کرما'' کہتے ہیں۔ اس کے بعد منگنی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ جسے''نشچیہ کرن'' کہا جاتا ہے۔ عام طور پر شادی لڑکے کے گھر ہوتی ہے۔ جہاں لنگایت پنڈت اور سوامی کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ ان کے پنڈت اور سوامی'' آئنات'' کہلاتے ہیں۔ لنگا تیوں کی سماجی زندگی میں علمِ نجوم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

شادی کے موقع پر دولہا صافہ باندھتا ہے جسے''پٹکی'' کہا جاتا ہے۔ اس صافے پر ایک تاج نما سہرا ہوتا ہے جسے''باشنگا'' کہتے ہیں۔ دولہن کو پھولوں سے سجا کر ایک خاص قسم کا سہرا پہناتے ہیں۔ جسے وہ اپنی زبان میں''ڈنڈی'' کہتے ہیں۔ شادی سے پہلے کنگن پوجا ہوتی ہے۔ دولہا دولہن کی آرتی اتاری جاتی ہے۔ پوجا کے لیے ناریل' گھی اور کیلے رکھے جاتے ہیں۔ شادی کے بعد دولہن دولہا کے پاؤں دھوتی ہے۔ اس رسم کو''نیر'' کہا جاتا ہے۔

نائروں میں شادی کا طریقہ

سولہویں صدی عیسوی میں مالا بار پر ایک بہادر جنگ جو قوم کی حکومت تھی جسے نائر کہا جاتا تھا۔ نائر کے معنی مالک کے ہوتے ہیں۔ ساحل مالا بار کے یہ مالک اور فرماں روا تھے۔ ان کی وہاں پر ایک مضبوط حکومت تھی۔ ان کی اپنی فوج جو صرف نائروں پر ہی مشتمل تھی۔ ڈیڑھ لاکھ سپاہیوں کی تھی۔ ایک مختصر عرصے کے لیے برہمنوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ مگر بہت جلد انہوں نے برہموں کو ان کی

اوقات یاد دلا کر ان سے نجات حاصل کر لی۔

جسمانی لحاظ سے بھی یہ بہت مضبوط اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ بلند قامت' سڈول اور متناسب الاعضاء جسم صاف اور کھلا ہوا رنگ ان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ خصوصاً ان کی عورتیں تو حسن و جمال میں رعنائی حیات کا پیکرِ لطیف ہوتی ہیں ۔

کسی حسین مصور کے شاہ کار ہیں یہ
ہے کوئی پیکرِ ثانی میں کوئی ان کا بدل؟

ان میں شادی کا طریقہ بڑا عجیب و غریب ہوتا ہے۔ شوہر اپنی ہونے والی بیوی کے گلے میں ایک ہار ڈالتا ہے۔ یہی ان کی شادی ہوتی ہے عورت جب تک اس ہار کو پہنے رہتی ہے شادی قائم رہتی ہے اور جب ہار اتار دیتی ہے شادی ختم ہو جاتی ہے۔ گویا عورت کے گلے سے شوہر کے دیئے ہوئے ہار کو اتار دینا ایک طرح کی طلاق ہوئی۔

شروع شروع میں تو ایک عورت کا ایک ہی شوہر ہوتا ہے مگر شادی کی مدت محدود ہوتی ہے۔ تھوڑے ہی دونوں بعد مقررہ مدت پوری ہونے کے بعد شوہر کو کچھ دے لا کر رخصت کر دیا جاتا۔ پھر دوسرے مرد کو قسمت آزمائی کا موقع دیا جاتا۔ جس کا انتخاب عورت خود ہی کرتی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے وہ شوہر بدلتی رہتی۔ ان شوہروں کی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہوتی' نائر عورت شادی کے بعد بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ رہتی۔ شادی کے بعد ہی سے وہ اپنے پہلے شوہر سے لے کر آخری شوہر تک سب کو اپنے گھر میں رکھتی۔ اور جو شوہر برسرِ اقتدار ہوتا وہ اپنا چھرا عورت کے دروازے میں بطورِ علامت گاڑے رہتا۔ تا کہ دوسرے امیدواروں کو معلوم ہوتا رہے کہ بیوی بنانے کے لیے یہ عورت ابھی خالی نہیں ہے۔ اور جب اس کے منصب شوہری کو زوال آ جاتا۔ اس کا چھرا بھی وہاں سے ہٹا دیا جاتا۔

ایسے عارضی شوہروں سے جو اولاد پیدا ہوتی وہ عورت کے نام سے منسوب ہوتی کہ ان کے باپوں کا صحیح پتہ تو ہوتا نہیں۔ نائروں میں خاندان کی سربراہ عورت ہوتی اور سارا انتظام عورت کے ہاتھ میں ہوتا۔ وہ گھر میں اپنے بچوں اور بھائیوں کیساتھ

رہتی۔ ماموں بھانجوں میں وہی رشتہ محبت ہوتا جیسے اور قوموں میں باپ اور بیٹوں میں۔ اکٹھا رہتے بہن اور بھائیوں میں بڑی محبت ہو جاتی۔ اس خاندان میں اول درجہ عورت کا پھر بھائیوں اور آخر میں درجہ ہوتا ہے بیچارے شوہر کا۔ کیوں کہ اس کی شوہریت بڑی عارضی، چندروزہ اور ناپائیدار ہوتی۔

عام طور پر نائر عورت اسی مرد کو زیادہ پسند کرتی جو بانکا، سجیلا، طرحدار، متناسب الاعضاء، توانا اور مضبوط ہو۔ عورت کو پورے طور پر یہ اختیار دیا جاتا کہ جسے چاہے اپنا شوہر بنائے لیکن وہ نیچی ذات کا نہ ہو۔ یہ ہنگامی اور عارضی شوہر زیادہ تر برہمن ہوتے۔ کیوں کہ ہندو دھرم میں یہ اعلیٰ نسب ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی قیادت ان مستقل قبضہ میں ان کی اعلیٰ نسبی کو بڑا دخل ہے۔ یہ اعلیٰ نسل کے برہمن گھر گھر پھرتے رہتے اور اپنے جوہر حیات کو نائر عورتوں میں منتقل کر کے ان کا درجہ بڑھاتے رہتے۔ ان کی خوبصورتی اور بانکپن غالباً یہ وجہ زیادہ کارفرما ہوتی کہ یہ خوبصورت ترین والدین کی اولاد ہوتے۔

نائر قوم میں مردوں کو بھی ٹھیک اسی طرح سے آزادی حاصل ہوتی جس طرح سے عورتوں کو۔ یعنی جس طرح عورتیں کئی شوہروں کو فیض یاب کرتیں۔ ایسے ہی مرد بھی کثیر الازواج ہوتے۔ البتہ مفلس وغریب لوگ آپس میں مل کر ایک عورت سے کام چلا لیتے۔ اور وہ عورت بیک وقت ان کی مشترکہ بیوی ہوتی۔ اور یہ رسم تو ہندوستان کے دور قدیم میں بھی تھی۔ مہا بھارت لڑائی میں جن پانڈوں کا ذکر ملتا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ پانچ بھائی تھے۔ جنہوں نے بہت خوبصورت جھیل میں کھلے ہوئے کنول جیسی آنکھوں والی ''دروپدی'' سے ایک ہی ساتھ شادی کی۔ اور وہ خوبصورت آنکھوں والی بیک وقت پانچوں کی بیوی تھی۔

جھیل اچھی ہے کنول اچھا کہ جام اچھا ہے
تیری آنکھوں کے لیے کون سا نام اچھا ہے

ٹوڈے اور ان میں شادی کی رسم

نیلگری کے پہاڑی دامن میں کئی قسموں کی وحشی اقوام آباد ہیں۔ ان کے رسوم و عادات بہت دلچسپ تھے۔ تاریخ ہند میں ان کا ذکر ٹوڈا' ہڈکا' کوٹا کورمیا اور ایرولا کے ناموں سے ملتا ہے۔ ان میں ٹوڈے اعلیٰ درجے کی حیثیت رکھتے تھے۔ ٹوڈا کے معنی چرواہے' کے ہوتے ہیں۔ ان کا شغل مویشوں کی دیکھ بھال اور یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔ نیلگری کے علاقے میں بڑی عمدہ گھاس ہوتی ہے اسی لیے وہاں بڑی عمدہ مویشیاں پائی جاتی ہیں۔ جن کا دودھ اس خطے کے باشندوں کی غذا کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے۔ گائے ان کے یہاں متبرک مانی جاتی ہے۔ یہ ارواح پرستی کے ساتھ ساتھ درختوں کے بھی پجاری ہیں۔

ٹوڈوں میں شادی قدرے سادہ ہوتی ہے۔ مرد اور عورت جنگل میں چلے جاتے ہیں اور کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے ہونے والے بچے کو اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور جب تک اسی عورت کو حمل کا ساتواں مہینہ نہ لگ جائے اوران کی شادی مکمل نہیں ہوتی۔ جب پہلا بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو والدین اسی درخت سے (جس کو پیدا ہونے سے پہلے اپنا بچہ سپرد کر دیا تھا) پتے توڑ کر لاتے ہیں۔ اس کا دونا بنا کر اس میں پانی ڈالتے ہیں۔ ماں باپ اور بچہ اس پانی سے ہونٹ تر کرتے ہیں۔ اس مذہبی رسم سے گذر کر ہی ان کے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ شادی سے پہلے کچھ مذہبی رسمیں ادا کی جاتی ہیں مثلاً اگر قبیلے کے کسی نوجوان نے اپنی برادری کی کوئی لڑکی پسند کی تو وہ لڑکی کے باپ کے پاس جا کر ایک مناسب قیمت دیتا ہے۔ باپ ہونے والے داماد کا پیر اپنے سر پر رکھتا ہے۔ اس کے بعد لڑکی بنائی سنواری جاتی ہے۔ بڑے تام جھام' باجے گاجے اور شہنائی کے ساتھ دولہن بن کر پیا کے گھر چلی جاتی ہے۔ وہاں پہنچتے ہی دولہا کے قدموں پر گر پڑتی ہے۔ دولہا اپنے پاؤں اس کے سر پر رکھتا ہے۔ ماں باپ بھی سر پر پیر رکھتے ہیں۔ اس کے بعد دلہن سے پانی کا گھڑا اٹھوایا جاتا ہے۔ وہ اسی دین سے گویا اس گھر کی باندی

ہو جاتی ہے۔

ان تمام رسموں کے بعد بھی یہ شادی اس وقت تک نامکمل ہوتی ہے جب تک عورت کو پہلے حمل کا ساتواں مہینہ نہ لگ جائے۔ اور جب ساتواں مہینہ لگ جاتا ہے۔ بڑی دھوم دھام ہوتی ہے۔ خوب کھلاؤ پلاؤ' راگ رنگ' ناچ کود ہوتا ہے۔ حاملہ ہونے والی دلہن ناچتی ہوئی اپنی بدلی کیفیت بتاتی ہے۔ اس کے بعد مرد بڑھ کر اس کے گلے میں ایک ہار ڈال دیتا ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ دونوں کی شادی آج مکمل ہو گئی۔

ٹوڈوں میں کثرت الازواج کی رسم

ٹوڈوں میں کثرت الازواج کا بھی رواج ہوتا ہے۔ وہ اس طور پر کہ ایک خاندان کے سب بھائی دوسرے خاندان کی سب بہنوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ہر مرد کی کئی کئی عورتیں ہوتی ہیں' جو آپس میں سب بہنیں ہوتی ہیں۔ ان میں جب کوئی نوجوان شادی کرتا ہے تو صرف ایک ہی لڑکی سے نہیں بلکہ ہونے والی حقیقی بیوی کی کل بہنوں سے۔ چاہے وہ چھوٹی بچیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ جوں جوں بلوغ کو پہنچتی جاتی ہیں اس کی ملک میں آتی جاتی ہیں۔ ان میں وہ ہر ایک کو وہی قیمت دیتا ہے جو پہلی بیوی کو دے چکا ہے۔ اس طرح اس کے سب حقیقی بھائی اس کی بیویوں میں شریک ہوتے ہیں اور مقررہ قیمت دینے میں مالی طور پر ان کی مدد کرتے ہیں۔

عمروں کے تناسب سے مختلف شوہروں میں اولاد تقسیم ہوتی ہے۔ بڑا بچہ اصل شوہر کے نام سے منسوب ہوتا ہے اور اس کے بعد بچے چچاؤں کی عمروں کے تناسب سے ان میں سے کسی کے نام منسوب ہوتے ہیں۔

ان میں جو لوگ خوش حال اور متمول ہوتے ہیں وہ ایک بیوی کی قیمت تنہا دیتے ہیں۔ اور اس کے تصرف پر وہ تنہا مالک ہوتے ہیں۔ دوسرے بھائی اس پر کسی طرح کے تصرف کے مجاز نہیں ہوتے۔ کثرت الازواج یعنی مشترکہ بھائیوں کی بیویوں کا

معاملہ زیادہ تر نچلے، کمزور اور غریب طبقے میں ہوتا ہے۔

اقوام و مذاہب عالم کے طریقۂ نکاح و رسوم خانہ آبادی کے اس مختصر ذکر کو اب ہم ختم کر کے اصل مقصد کی طرف آ رہے ہیں۔

ضخامت وطوالت کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو اس طرح کی بوالعجبیوں کی داستان بہت طویل ہے اور اس پر ایک دفترِ گراں بار تیار کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں مذاہب و اقوام عالم کے درمیان اِسلام کے طریقہ نکاح و طلاق حسن معاشرت کا تشخص اور وجہ امتیاز دکھانا ہے کہ کس طرح اس آفاقی دین نے حیاتِ انسانی کے تمام تر شعبوں کے لیے نظامِ اعتدال و توازن اور اعلیٰ ترین اصول وضوابط بنائے ہیں۔ دل و دماغ، ذہن و فکر کے ساتھ ہے آس پاس کے ماحول اور معاشرے کی تطہیر و تشکیل میں کس طرح نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اور اس دین فطرت نے انسانی فطرت کی تکمیل و تسکین میں کس قدر فطری طریقہ اپنایا ہے۔

لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کیے رواں
افراطِ اشتیاق نے آگے بڑھائی بات

افزائشِ نسل کا بنیادی تصور

مؤرخین عصرِ جدید کی پیش کی ہوئی تاریخ عصر قدیم اور انسان کی ارتقائی حالتوں پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ عہد سے بہت پہلے انسان تین حالتوں میں گذر چکے ہیں۔

شکاری --- چوپانی --- فلاحی و زرعی

یعنی سب سے پہلے انسانی زندگی کے اکتسابی پہلو کا انحصار صرف شکار پر تھا۔ افزائش نسل کا مسئلہ اس کے لیے کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا۔

کیونکہ اِس عہد کا انسان یہ اچھی طرح محسوس کرتا تھا کہ شکاری جتنے ہی کم رہیں گے شکار اسی کے اعتبار سے زیادہ ملے گا۔ اگر شکاری زیادہ ہو جائیں گے تو شکار کا

کے یہاں شادی کا بنیادی مقصد تقریباً حصولِ اولاد ہی ہے اکثر اخلاق وتہذیب اور حسنِ معاشرت کے دائرے میں اور کہیں کہیں اس کو کس حد تک نظر انداز کر کے جزوی ترمیم کے ساتھ ایک قدم آگے یا ایک قدم پیچھے۔ مگر انسانی نسل کا تحفظ و بقا سب کے یہاں ''قدرِ مشترک'' ہے۔ اصول اور ضابطے الگ الگ ریتیں اور روایتیں جدا جدا ؎

گرم رواں ہے قافلہ کوئی ادھر کوئی ادھر
کعبۂ آرزو ہے اک راہ مگر الگ الگ

سب ہی نے اپنی نسلوں کو باقی اپنی یادگاروں کو قائم' اپنے نسبوں کو محفوظ کرنے نیز اپنے ماحول' سوسائٹی اور معاشرے کو حسب اعتقاد اخلاقی بے راہ روی سے بچانے کے لیے اسے زندگی کا ایک اہم فریضہ تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زندگی میں شادی کی بڑی اہمیت ہے۔

سماج کی تطہیر' شباب کی جنسی تقاضوں کی تکمیل' انسان کے فطری جذبات کے بہاؤ کی صحیح سمت اور شعبۂ جنون کے لیے شادی نہ صرف پسندیدہ بلکہ دینی' معاشرتی اور سماجی ضرورت بھی ہے۔

تناسب افراد کے اعتبار سے کم ہو جائے گا جس سے معاشی تنگی پیدا ہو جائے گی۔

لیکن کچھ زمانے بعد جب اس نے یہ دیکھا کہ مسلسل کئی دن تک کوئی شکار ہی نہیں ملتا۔ تو شکار پر انحصار کم کر کے اس نے جانوروں کو پالنا شروع کر دیا۔ ان مؤرخین کے نزدیک اس طرح وہ آہستہ آہستہ شکاری سے چوپانی میں آ گیا۔ پھر چوپانی حالت میں مویشوں کی دیکھ بھال' انہیں چرانے اور ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ تک لے جانے کے لیے چوں کہ آدمیوں کی ضرورت زیادہ پڑنے لگی اسے اپنے خاندان کو بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تب جا کر انسان پر مرد اور عورت کے جنسی تعلقات یا باہمی اختلاط کی نوعیت اور اس کی اہمیت واضح ہوئی اور جب انسان چوپانیت سے بتدریج فلاحت و زراعت (یعنی کھیتی باڑی) کی طرف متوجہ ہوا تو اسے آدمیوں کی اور زیادہ ضرورت پڑی۔

چنانچہ اس نے پورے طور پر یہ محسوس کیا کہ جب تک خاندان میں زیادہ سے زیادہ آدمی نہیں ہوں گے اس وقت تک کسان اور چوپانی کا کام ٹھیک سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے انسان نے افزائش نسل کی طرف پوری طرح توجہ دی۔ اور اس کو ایک مذہبی فریضہ کی شکل دے دی۔ کیونکہ دنیوی باتوں کے مقابلے میں انسان دینی باتوں کا اثر زیادہ لیتا ہے۔ اس طرح بچے پیدا کرنے کے لیے مرد اور عورت کے خصوصی تعلقات کا ایک معین حد میں رکھ کر نسلِ انسانی کے دائرے کو وسیع کرنا ہر مرد کا مذہبی فرض قرار پایا۔

شادی کا بنیادی مقصد

آزاد اور بزعم خویش ترقی یافتہ جدید یوں' گم گشتگانِ منزل آگہی اور بندگان ہوا و ہوس کے نزدیک شادی کا بنیادی مقصد خواہ کچھ بھی رہا ہو۔ چاہے صرف جذبۂ شہوت کی تسکین کا ایک وقتی ذریعہ ہی کیوں نہ ہو' مگر جملہ مذاہب و اقوامِ عالم خواہ وہ مہذب ہوں یا نا مہذب' تمدن یافتہ ہوں یا غیر متمدن یافتہ ہوں یا غیر ترقی پذیر ہر ایک

مذہبِ اسلام

ایک فطری دین ہے۔ جس کے دامنِ اعتدال و توازن میں بڑے قیمتی سرمائے ہیں۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لیے اِسلام نے نظامِ اعتدال و توازن نہ پیش کیا ہو۔

ویسے ادعائے محض تو بہت سی شہرت و ترقی یافتہ قوموں اور مذہبوں نے کیا ہے۔ اور اپنے منہ سے اپنی شرافت، تہذیب، اصول، ضابطے، انفرادیت، انسانیت، حسنِ معاشرت اور تمدن کا گیت بھی گایا ہے۔ لیکن عملی دنیا میں ان کی بیچارگی، کس مپرسی کی تصویر دیکھ کر رحم آتا ہے۔ یقین نہ آئے تو قدیم و جدید تاریخوں اور اس عہد کے تمدن کو چھان ڈالیے۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کیجئے۔

کسی[1] قوم نے انسان کو حیوانیت و شہوانیت کا مجسمہ مانا اور اس کے لیے انسان کی نفس پرستی و ہوس رانی کی سرپرستی اور اپنے معاشرے اور تمدن میں جنسی تسکین کے لیے نت نئی ایجادات کے فروغ کو اپنے لیے سب سے بڑا اعجاز سمجھا۔ اور اشراف سے لے کر اراذل تک سب جنس کی سرپرستی میں جٹ گئے، نتیجے میں پوری قوم عیاشیوں میں ڈوب کر فنا کے گھاٹ اُتر گئی۔

اور کسی[2] قوم و مذہب کے نزدیک انسان مجسمہ روحانیت ہے۔ لہٰذا اس کے فطری

---

[1] مراد اس سے "قدیم یونانی و رومی" ہیں

[2] اس سے مراد "کلیسائی نظام" ہے۔

جذبات اور جنسی وشہوانی خواہشات کو جڑ سے ختم کر دینا ہی روح کی توانائی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے اس نے جنسی اختلاط کو خواہ جائز حدود میں ہو یا ناجائز۔ تمام برائیوں کی جڑ بتایا۔

اس سلسلے میں اصل کلیسا نے سخت ترین اقدامات کیئے۔ اور مرد وزن کے باہمی تعلقات کو خواہ وہ جائز حدود کے اندر ہی کیوں نہ ہوں، روح کی آلائش اور جہنم کا باعث بتایا۔ اور عورت سے بیزاری، نفرت قطع تعلق کو سب سے بڑا مذہبی فریضہ جانا۔ ان کے نزدیک عورت ایک ایسی چھوت کی بیماری ہے جس سے ہر انسان کو بچنا ضروری ہے وہ ایسی آگ ہے جس میں انسان کو صرف جلنا ہی جلنا ہے جہنم کی سب سے بڑی داعیہ، پلیدیوں، قباحتوں اور برائیوں کے چلتے پھرتے اشتہار کا نام ''عورت'' ہے۔ جس سے بچنا ہر انسان کا سب سے بڑا مذہبی فرض ہے۔ نتیجے میں پوری قوم عیسائیت نے قلادۂ مذہبیت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ اصل کلیسائی ضابطے اور قانون کو روندتے ہوئے شہوت رانی اور عیش پرستی و بدکاری میں ایسی ڈوبی کہ گھوڑوں، گدھوں، بندروں اور کتوں سے بھی کئی قدم آگے نکل آگئی۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۔

انسان کے متعلق اسلامی نظریۂ حیات

میرے معروضات سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ حضرتِ انسان سے متعلق ترقی و شہرت یافتہ قوموں اور مذہبوں کا کیا نظریہ ہے۔

ایک نے اسے مجسمۂ روحانیت اور دوسرے نے مجسمۂ شہوانیت مان کر کیسی کیسی ٹھوکریں کھائیں اور بازار ہوش و خرد میں اپنی بیگانگیٔ عقل کا کیسا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے ۔

الٹی سمجھ کسی کو ہرگز خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

مگر اسلامی تعلیمات نے انہیں جھنجھوڑا۔ نادانو! کہاں بہک رہے ہو؟ عقل و خرد کی کن بھول بھلیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہو؟ بے عقلی و حیرانی کے کس بے آب و گیاہ صحراء میں مارے مارے پھر رہے ہو؟ آؤ آؤ میرے کرم کی ٹھنڈی چھاؤں میں آؤ۔ جہاں حیات کے چشمے ابلتے ہیں۔ زندگی انگڑائیاں لیتی ہے اور ہر طرف حقیقی مسرتوں کا اُجالا پھیلا ہوا ہے ۔

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اوّل گیا آخر گیا

سنو! انسان نہ مجسمۂ شہوانیت ہے کہ اس کے لیے فقط عیش پرستی و ہوس رانی اور دن رات صرف جنسی تسکین کے لیے اسباب فراہم کیے جاتے رہیں۔ اور عواطفِ فکر و

روح کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے۔ اور نہ ہی مجسمۂ روحانیت ہے کہ اس کے جذبۂ شہوت کا قلع قمع کر دیا جائے بلکہ وہ شہوانیت روحانیت دونوں کا مجسمہ ہے۔ یعنی نوازع شہوانیہ و عواطف فکریہ و روحانیہ دونوں سے مرکب ہے۔ اِسلام نہ رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور نہ ہی صرف دنیاداری کی۔ بلکہ وہ علی الاعلان وعلی الاطلاق فرماتا ہے لا رھبانِیّۃ فِیْ الِاسْلام اسلام میں دنیا سے بالکل بےتعلقی کی زندگی نہیں ہے۔ رب العلمین جل وعلا فرما رہے ہیں:۔

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ الآیۃ — تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً (الروم ع ۳) — اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ۔ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی

تیسری جگہ اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا ۔(اعراف ۲۳) — وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے

تصورِ زوجیت کو ایک دوسرے مقام پر یوں پیش فرماتا ہے:۔

ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (بقرہ ۲۳) — وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔

ایک اور مقام پر بڑے ہی دل نشین انداز میں مسلمانوں مردوں سے یوں مخاطب ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا — اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ جب تم انہیں

اَلْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ

ان کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے ہوئے اور نہ آشنا بناتے۔ (المائدہ:۱)

خود رسولِ اعظم آقائے کائنات حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ

نکاح میری سنت ہے پس جو (استطاعت رکھتے ہوئے) میری سنت سے منہ پھیرے وہ میرا نہیں۔

اور کبھی عورت کی قدر و منزلت اور اس کی بے پناہ اہمیت اور اس کی بے کراں عظمت پر مہر ثبت فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلٰثٌ اَلنِّسَآءُ وَالطِّيْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

تمہاری دنیا سے تین چیزیں میرے لیے محبوب کر دی گئیں عورتیں' خوشبو اور میری آنکھیں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ دنیا کے بعد ہم لوگ کیا اختیار کریں۔ ارشاد فرمایا:-

لِيَتَّخِذْ اَحَدُكُمْ لِسَانًا ذَاكِرًا وَّقَلْبًا شَاكِرًا وَّزَوْجَةً مُّؤْمِنَةً

تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ زبان ذاکر دل شاکر اور پارسا عورت اختیار کرے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان جب روحانیت و شہوانیت دونوں سے مرکب ہے۔ تو شہوانی قوت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے جذباتِ شہوت کی تسکین اور جنسی تقاضوں کی تکمیل کے لیے اسباب فراہم کیے جائیں اور اسکے لیے واضح طور پر کوئی راہِ عمل متعین کی جائے۔

اور قوتِ روحانیہ کا یہ مطالبہ ہے کہ ہماری طہارت و پاکیزگی' قوت و توانائی' آسودگی و بالیدگی کے لیے بھی کوئی سامان بہم پہنچایا جائے۔

اسلام نے ایک طرف انسانی جذبات کے تلاطم میں ٹھہراؤ اور سکون پیدا کرنے کے لیے نکاح کا حکم دیا اور اس کے لیے بشرطِ استطاعت کافی ترغیب، تحریص اور کبھی کبھی تحذیر و تہدید سے بھی کام لیا۔

اور دوسری طرف اس کے عواطفِ فکر و روح کی مکمل تسکین دینے نیز قلب کی پاکیزگی و طہارت، روح کی توانائی آسودگی کے لیے ذکر و فکر، توبہ و استغفار اور اد و وظائف کے ساتھ ساتھ ایک مکمل نظامِ عبادت بھی پیش کیا۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۔(پ۵ ع۱۲)	بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔(پ۲ ع۷، بقرہ)
اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ۔	بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔(پ۲۱ ع۱)
فَاذْکُرُوْنِیْۤ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۔(پ۲ ع۲)	تو تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔
اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۔(پ۱ سورہ بقر)	اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کررو۔
وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔	اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔(پ۲۸ ع۱۲)
وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوَاعِدِ	اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے صبح

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ۔ — اور شام غافلوں میں نہ ہونا۔

(پ ۹' ع ۱۴)

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ — سن لو! اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(پ ۱۳' ع ۱۰)

اخلاق کی حفاظت' معاشرے کی صیانت' روح کی طہارت اورانسان کا جذبۂ شہوانیہ کی تسکین کے لیے قانونِ ازدواج پیش کرنے کے بعد وہ مرد اور عورت کو مجبور کرتا ہے کہ تمہارے فطری تعلق بے ضابطہ نہ ہونے پائیں ورنہ اخلاق تباہ' بے حیائی عام اور تمدن کی شکست وریخت ہو جائے گی۔

ماحول کی صفائی معاشرے کی پاکیزگی اور اخلاقی قدروں کی حفاظت کے لیے اِسلام زنا' شراب' جوے اور دیگر غیر فطری حرکتوں کو حرام قرار دیتے ہوئے اس پر حد جاری کرتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے معقول سزا مقرر کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۔ — جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے لگاؤ۔

(پ ۱۸' سورہ نور' ع ۱)

اور اگر یہی قبیح حرکت شادی شدہ سے سرزد ہوئی تو اسے سنگسار کر دیا جائے۔ یعنی میدان میں کھڑا کر کے اس کے اوپر چاروں طرف سے اس قدر پتھر برسائے جائیں کہ وہ بالکل ختم ہو جائے۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں اسلام کے اس قانون پر عمل کیا جا چکا ہے۔ احادیث و سیر کی کتاب میں تفصیلاً ان کا ذکر موجود ہے۔ غیر فطری افعال یعنی لواطت' اغلام بازی یا عوت کے پیچھے کے مقام میں مجامعت سے اِسلام نے بڑی سختی کے ساتھ روکا ہے۔ رسول اعظم' محسن انسانیت' سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلاً اَوِامْرَأَۃً فِی الدُّبُرِ

جس شخص نے مرد یا عورت کے پیچھے کے مقام میں مباشرت کی وہ اس لائق نہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نظر رحمت فرمائے۔

مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ۔

مستحق لعنت ہے وہ شخص ج نے قوم لوط کا عمل کیا یعنی لواطت کی۔

اسلام میں شادی کا بنیادی مقصد

مذہب اِسلام میں نکاح ایک دینی ضرورت ہے۔ اوراس کا شمار دینی امور میں ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام کا ایک طبقہ اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہونے کو نفلی عبادات سے بہتر سمجھتا ہے۔

جس طرح کھانا کھانا دینی امور سے ہے کہ بغیر کھائے پیے زندہ نہیں رہا جا سکتا۔ انسان کا مقصدِ حیات عبادتِ الٰہی ہے۔ خود رب العٰلمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۔(پ ۲۷ سورہ الذاریات) اور میں نے انسان اور جنات کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

بغیر کھائے پیے جب انسان زندہ نہیں رہ سکتا ہے تو جب کھانے پینے کو انسانی وجود کی بقا کے لیے دینی امور قرار دیا گیا تا کہ مقصدِ تخلیق فوت نہ ہونے پائے۔

تو اس سے کہیں زیادہ اہم اصل وجود ہے کہ بقا کا سوال وجود پر منحصر ہے۔ تو نکاح اصل وجود کا سبب ہے اور کھانا بقائے وجود کا۔ جب بقائے وجود کا سبب دینی امور سے ہے۔ تو اصلِ وجود کا سبب دینی امور سے کیوں نہ ہوگا۔

اللہ جل شانہٗ نے نکاح جو مباح کیا وہ شہوت کے لیے نہیں بلکہ شہوت کو پیدا ہی اسی لیے کیا کہ وہ نکاح کا سبب ہو تا کہ کارگاہِ حیات میں انسانی قافلہ اپنے پورے وجود کے ساتھ رواں دواں رہے۔

امام محمد غزالی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:-

''جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے خواہش جماع کو انسان پر اس لیے مسلط کیا تاکہ وہ تخم ریزی کرے اور نسل نہ منقطع ہونے پائے نیز یہ بہشت کی لذتوں کا نمونہ بھی ہے''۔

چنانچہ اِسلام نے شادی کا مقصد اصلی ہی افزائشِ نسل کو قرار دیا۔ پیغمبرِ اِسلام ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

تَنَاکَحُوْا تَنَاسَلُوْا فَاِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ — نکاح کرو، نسل بڑھاؤ کہ تمہاری کثرت کے سبب اور امتوں پر فخر کروں گا۔

نکاح کے مقصد زریں کے پیشِ نظر فرماتے ہیں:-

سَوْدَاءُ وَلُوْدٌ خَیْرٌ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ — بچہ جننے والی کالی عورت بہتر ہے خوبصورت بانجھ عورت سے

عرب حصولِ اولاد کے لیے شادیاں کے خواہاں رہا کرتے۔ اور کہا کرتے کہ جو شخص اولاد پیدا نہیں کرتا۔ اے کاش وہ خود ہی پیدا نہ ہوتا۔ وہ کم سن اور نئ عمر کی دوشیزاؤں کی تلاش میں رہا کرتے۔ کیونکہ بڑی عمر والیوں کے مقابلے میں نو عمر دوشزائیں زیادہ بچہ جننے کی صلاحتیں رکھتی ہیں۔ حضور سید صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تم باکرہ لڑکیوں سے شادی کیا کرو کہ وہ زیادہ شیریں دہن زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور تھوڑی سی چیز پر زیادہ راضی ہو جانے والی ہوتی ہیں۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ شادی کا مقصد صرف شہوت رانی نہیں۔ ورنہ سیاہ فام کالی بچہ والی کو خوبصورت بانجھ پر کیوں ترجیح دی جاتی۔ صرف شہوت کے لیے حسنِ سراپا ناز کا انداز ہی کالی سیاہ فام عورت پر کئی درجے بھاری ہے۔

حسن اپنی تمام تر رعنائی شباب کے باوجود اگر بے ثمر ہے تو اِسلام کی نگہِ قدر و منزلت میں کالی کلوٹی عورت سے فروتر ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اِسلام میں شادی کا بنیاد مقصد صرف حصول اولاد ہے نہ کہ نفسانی

خواہشات کی تسکین اور شہوانی جذبات کی تکمیل۔ ورنہ پھر جانوروں کی جفتی اور مردوزن کے حظ نفس میں فرق ہی کیا رہ جائے۔ اور اسی بنیادی مقصد اور مستحسن نظامِ حیات کو اختیار کرنے ہی کی وجہ سے تمدن' پاکیزہ سوسائٹی خوش گوار ماحول صاف ستھرا۔ اور اِسلام کا حسنِ معاشرت مثالی اور قابلِ رشک وتقلید بنا ہوا ہے۔

وہ لوگو(خواہ مرد ہوں یا عورتیں) جو اپنی آزادی و نادانی کے سبب اولاد کو ایک زحمت سمجھتے ہیں۔ انہیں روکنے کے لیے نئے نئے مصنوعی طریقے استعمال کرتے ہیں۔ بچوں کو اپنے حسن کے جلد زائل ہو جانے کا ذریعہ تصور کرتے ہیں یا شباب کے جنون اور نمائش کے شوق میں یہ سوچتے ہیں کہ اگر جلد بچے ہو گئے تو چہرے کے شکن عمر رفتہ کی چغلیاں کھانے لگیں گے۔ شخصیت اور پرسنالٹی' دل کشی و جاذبیت میں جلد فرق آ جائے گا۔

شباب کی نت نئی صبح بہار اور جوانی کی رنگینیاں متاثر ہوں گی جامہ زیبی خطرے میں پڑ جائے گی۔ جنسی آسودگی میں وہ مخل ہوں گے۔ ہوٹلوں' کلبوں' سوسائٹیوں' پارٹیوں' حسین پارکوں' خوبصورت لالہ زاروں پر پوری آزادی اور بےفکری کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکیں گے۔ ساحلِ سمندر پر کھڑے ہو کر دور افق میں ڈوبتے سورج کا حسین نظارہ کرتے وقت ایک دوسرے میں گم نہیں ہو سکیں وہ عورتیں خود فیصلہ کریں کہ کیا وہ اپنے حسن وہ رعنائی' نازوانداز غمزہ غرور کے زعم باطل میں آ کر اپنی ممتا کو دفنا سکتی ہیں؟ وہ مرد اپنے پدری جذبات کا گلہ گھونٹ سکتے ہیں؟ آخر وہ تابہ کے فطرت سے لڑتے رہیں گے؟ جذبۂ فطرت تو اپنا رنگ دکھا کر ہی رہے گا۔

بانجھ پن نامردی کا نشتر بڑا ظالم ہوتا ہے۔

کیا اس فطری جذبہ کو کسی طرح دبایا جا سکتا ہے کہ کوئی مجھے اماں کہہ کر مچل جائے یا سہم کر آنچل میں چھپ جائے اور میں اسے چھاتی سے بھینچ لوں۔

یا دارالعلوم' ڈانس کدہ' کال' کمپنی' فیکٹری' دوکان' دفتر سے آنے پر دوڑتا ہوا آ کر لپٹ جائے اور توتلی زبان میں کہے۔ ابا میرے لیے کچھ لائے؟ اور فرطِ مسرت سے

چوم کر اسے سینے سے لگا لوں ۔

کتنے رنگین تصور کی حنا بندی ہے
بوئے گل' لالۂ دل دونوں چمن سے گذرے

یاد رہے کہ ''وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ'' تصویر کائنات کی دل کشی کا ایک اہم پہلو عورت کے وجود سے قائم ہے۔ اس کے بغیر یہی بے حد خوبصورت دنیا اپنی تمام تر مناظرِ فطرت کی سحر آفرینی کے باوجود ایک اجڑی ہوئی کائنات ہے۔ بے شک عورت کا وجود اپنے شباب کے تمام تر بانکپن کے ساتھ قدرت کی صناعی کا ایک حسین شاہکار ہے۔ شاعرِ فطرت کی ایک خوبصورت غزل ہے۔ جام ہے' خم ہے' سبو ہے' صہبا ہے' سرو ہے' سنبل ہے' گل ہے' بلبل ہے' غنچوں کی چٹک ہے' کلیوں کا تبسم ہے' پھولوں کا نکھار ہے' آبشاروں کا ترنم ہے' کائنات دل کی بہاروں کا موسم ہے' کہکشاں' چاند' ستارے' شفق' چاندنی' نغمۂ بہار۔ الغرض ونسوانی حسن و جمال کا معیارِ اول اور شاہکارِ آخر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے وجود میں اس وقت تک نامکمل اور ادھوری ہے جب تک وہ ماں نہ بن جائے۔ عورت کی نسوانیت کی تکمیل ماں بننے پر ہی منحصر ہے۔ اس کے وجود کا آئینہ جمال و کمال اس وقت عکس نگار مانا جائے گا جب کہ وہ اپنے وجود سے کسی نئے وجود کو انسانی قافلے میں موجود کر دے۔

تیرا اندازِ تبسم تیرا عنوانِ بہار
جب کوئی پھول کھلا میں نے تجھے یاد کیا

مذہب اِسلام میں شادی کی اہمیت

انسانی تہذیب' معاشرت اور تمدن میں شادی کی جو اہمیت ہے وہ بالاتفاق مسلم ہے۔ اِسلام نے اس کی بھرپور تائید کی ہے۔ سارے ترقی یافتہ مذاہب و اقوام سے زیادہ اس کی حمایت کی ہے اور اس کی طرف ترغیب دلانے میں سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ یہاں تک کہ اِسلام میں نیت صالحہ کے ساتھ کئے جانے والے نکاح کو

عبادت قرار دیا گیا۔ اسی لیے اس کا شمار دینی امور میں سے ہے۔ فقہاء کے نزدیک اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہونا نفلی عبادات سے بہتر ہے۔

حق تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۔ (نساء ع ۱)

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیویوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرما رہا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔

اپنے یہاں بے شوہر والی عورتوں کو نکاح کر دو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ اپنے فضل کے سبب غنی کر دے گا۔ (پ ۱۸، ع ۱، سورۂ نور)

محسنِ انسانیت حضور روحی فداہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے دل نشین انداز ہیں نوجوانوں سے مخاطب ہیں۔

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ ۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

اے جوانوں کے گروہ! تم میں جو نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ بدنگاہی وہ بدکاری سے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جس کے پاس نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو وہ روزہ رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔

نکاح کی طرف تحریص فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ ۔

پوری کائنات ایک متاع (پونجی) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابِّيْنَ مِثْلَ النِّكَاحِ

دو اجنبی کے درمیان الفت محبت پیدا کرنے کے لیے نکاح سے زیادہ عمدہ رشتہ کوئی نہیں ہے۔

اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَهُوَ لَيْسَ مِنِّيْ ۔
نکاح کرنا میری سنت ہے پس جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ ۔
اسلام میں دنیا سے بالکل بے تعلقی کی زندگی نہیں ہے۔

گھر کا خرچ اور بجٹ بڑھ جانے کے خوف سے شادی نہ کرنے والوں، زر پرستوں، واہمہ پسندوں کے لئے ایک نسخہ کیمیا بتاتے ہیں:

تَزَوَّجُوا النِّسَآءِ تَاْتِيْنَكُمْ بِالْاَمْوَالِ ۔
عورتوں سے شادی رچاؤ وہ تمہاری آمدنی میں برکت کا ذریعہ ہوں گی۔

نکاح کی بنیادی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تَنَاكَحُوْا تَنَاسَلُوْا فَاِنِّيْ اُبَاهِيْ بِكُمُ الْاُمَمَ
نکاح کرو نسل بڑھاؤ کیونکہ تمہاری کثرت کے سبب اور امتوں پر فخر کروں گا۔

استطاعت رکھتے ہوئے شادی نہ کرنے پہ تہدید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”تمہارے کنوارے تمہارے بدتر لوگ ہیں۔ تم شیطان کو کیوں موقع دیتے ہو۔ اس کا بہترین ہتھیار تو عورتیں ہی ہیں“۔

حضور سید عالم ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”جو خدا سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہے آزاد عورتوں سے شادی کرے“۔ (ابن ماجہ)

ابو یعلی حضرت جابر سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”جب تم میں سے کوئی نکاح کر لیتا ہے، شیطان کہتا ہے، ہائے افسوس! ابن

آدم نے مجھ سے دو تہائی دین بچالیا''۔

مذہب اِسلام نکاح پر زیادہ زور اس لیے بھی دیتا ہے کہ انسانی اخلاق تباہ نہ ہونے پائے۔ جذبہ شہوانیہ کی شدت نفسانی خواہشات انہیں بے راہ رونہ کردے۔ ورنہ اخلاق تباہ اور دین بے حصار ہو جائے گا۔ نکاح سے آدمی کا دِین' تقویٰ کردار محفوظ ہو جاتا ہے اور آدمی شہوت یعنی شیطان کے سبب سے بڑے ہتھیار .... کے غلط استعمال سے بچ جاتا ہے۔

اللہ کے مقدس و آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلنِّکَاحُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ ۔ نکاح با کمال ایمان کا آدھا ہے

اسی لیے اِسلام اخلاقی حدود کے احترام پر بڑا زور دیتا ہے۔ اور مرد و زن کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے تعلقات کو ایک ایسے اصول و ضابطے کا پابند بنالیں جو بے حیائی و بے شرمی سے پاک ہو۔ وہ زنا' بدفعلی' لواطت' استمناء بالید وغیرہ کو حرام قرار دیتا ہے۔ تاکہ اخلاق تباہ اور معاشرہ برباد نہ ہو جائے۔ چنانچہ قرآن نکاح کو''احصان'' اسے تعبیر کرتا ہے حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور''احصان'' کے معنی قلعہ بندی کے ہیں۔ گویا نکاح کرنے والا اپنے لیے ایک قلعہ تعمیر کر کے اس میں محفوظ ہو گیا اور جس کے لیے قلعہ تعمیر کیا گیا وہ''محصنہ'' یعنی قلعے کی حفاظت میں آگئی۔ جو نکاح کی صورت میں اس کی ذات کی حفاظت' جنسی تسکین اور اخلاق کی تطہیر کے لیے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس استعارے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِسلام میں نکاح کی اہمیت اور اس کا مقصد زریں' اخلاق و عصمت کا تحفظ ہے۔ جو صالح معاشرہ اور حسن معاشرت کا لازمہ اور اولادِ صالح و تحفظ نسب کے لیے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔

قانونِ نکاح کا سب سے اہم کام اس قلعے کا استحکام ہے جو اخلاق و عصمت کے تحفظ کے لیے تعمیر کیا گیا۔

قرآن فرماتا ہے:

وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ ۔ اور ان کے سوا جو ہیں وہ تمہیں حلال ہیں

تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۔ (النساء ع۴ پ۵)

کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو قید لاتے نہ پانی گراتے (یعنی نکاح کر کے نہ کہ مستی نکالنے کی غرض سے)

عورتوں کے متعلق یوں ارشاد فرماتا ہے:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (النساء ع۴)

تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسبِ دستور ان کے مہر انہیں دو۔ قید میں آتی نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی۔

پھر دوسری جگہ یوں ارشاد فرماتا ہے:-

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ (المائدہ ع۱)

آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی جب تم اُنہیں اِن کے مہر دو قید میں لاتے ہوئے (نکاح کر کے) نہ مستی نکالتے اور نہ آشنا بناتے

ان آیاتِ مقدسہ کی اشارۃ النص سے یہ پتہ چلا کہ اِسلام کی نگاہ میں مرد اور عورت کی ازدواجی تعلقات میں ''احصان'' یعنی اخلاق وعصمت کے تحفظ کی بڑی اہمیت ہے جو نکاح کے بغیر ممکن نہیں۔ مرد اور عورت کو نکاح کی قید میں صرف اسی لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اللہ و رسول کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر اپنی خواہشات کی تکمیل کریں۔ اخلاق کی حفاظت، دینی حصار اور عصمت و کردار کی پاکیزگی کے پیشِ نظر ہادیٔ عالم، آقائے کائنات محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي

جب بندہ شادی کرتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے۔ اب باقی آدھے

النِّصفِ البَاقِیْ ۔ دِین کے لیے وہ اللہ سے ڈرے۔

بزعمِ خویش ترقی یافتہ مذاہب و اقوامِ عالم کے ذمہ دار ہمیں جواب دیں کہ انسانیت کی فلاح ونجات، اس کی تعمیر تشکیل، انسانی معاشرے اور سوسائٹی کی تطہیر وتعمیر اور نسلِ انسانی کے تحفظ و بقا کاروانِ حیات کے پیہم رواں دواں رہنے میں اسلام نے جو قابلِ رشک وتقلید طریقہ اپنایا ہے۔ اس کی کوئی مثال ان کے پاس بھی ہے؟

نکاح کی طرف ترغیب دلانے، اس سے اعراض کرے پر تہدید کرنے، اس کی بے پناہ اہمیت بتانے اور اس کی طرف تحریص کرنے میں کتنوں نے کس حد تک حصہ لیا۔

لیکن ۔

میں جانتا ہوں کیا وہ کہیں گے جواب میں

اِسلام میں شادی اور اس کا طریقہ

مذہبِ اِسلام میں نیت صالحہ کے ساتھ کیئے جانے والے نکاح کو عبادت کہا گیا یعنی اس کا شمار دینی امور میں سے ہوتا ہے اور دین کے بارے میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَلدِّیْنُ یُسْرٌ ۔ دین آسان ہے۔ نکاح بھی جب دینی امور سے ہوا تو اسکے لیے اِسلام نے بڑا سیدھا سادہ اور آسان طریقہ بنایا۔

نکاح اس ضابطے اور اصول کا نام ہے جو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کے ذریعے ایک غیر اور اجنبیہ عورت، اور ایک غیر اور اجنبی مرد باہم دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جائیں۔ یعنی جس کے ذریعے مرد اور عورت دونوں کے ایک ساتھ رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، ملنے جلنے، مواصلت و مباشرت کو معاشرہ، مذہب، سوسائٹی میں برا سمجھنے کے بجائے عین درست مانا جاتا ہو۔ رشتۂ نکاح ایک ایسا ضابطہ قانونی رشتہ ہے جس کی وجہ سے مرد عورت کے تمام ضروریات زندگی نیز اس سے پیدا ہونے والی اولاد کے تمام تر مصارف، اس کی تعلیم و تربیت، دیکھ بھال اور اس کی شادی تک کا پورے طور پر ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور عورت اس مرد کی اطاعت گذار و فرماں بردار، اس کی شریکۂ حیات ہو کر اس کے عیش و نشاط، رنج و الم، دکھ سکھ کی ساتھی بن کر اس کی امانت خاص کی امین اور ہر طرح کی خدمت، والہانہ محبت، خود سپردگی اور پتی ورتا پن کا مثالی پیکر نیز آئندہ پیدا ہونے والی اولاد کی دیکھ بھال پرورش و پرداخت کی دینی یا اخلاقی طور پر کلیۃً مکلّف ہو جاتی ہے۔

وقت کا سب سے اہم مسئلہ انسانی نسل کی بقا و تحفظ کے ساتھ ہی انسانوں کی اس بے پناہ بھیڑ میں اپنے خون و خاندان کی شناخت ہے جو اس طرح کے قانونی رشتہ نہ ہونے کی صورت میں ایک بڑا پیچیدہ عمل بن کر رہ جاتا۔ اور نسلِ انسانی کا نشو و نما اس فطری اور جذباتی انداز میں ہونا ناممکن ہوتا ہی نہیں۔

اپنی نسلوں اور یادگاروں کے تحفظ و بقا کے لیے دنیا کی ہر قوم ہر مذہب ہر معاشرے اور ہر تمدن نے اس رشتے کو ہر قرن اور ہر زمانے میں ضروری سمجھا اور اس کے لیے اپنے اپنے طور پر کوئی نہ کوئی طریقہ اپنایا۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے۔

ہندوستان کے ہندو لوگ پنڈت کو بلا کر گنگنا باندھتے ہیں اور اگنی کے گرد سات پھیرے لگا کر دامن میں گرہ لگا کر اپنے خیال میں اس رشتے کو مضبوط کرتے ہیں۔ برما کے بدھ مت پر چلنے والے لوگ عورت کے مرد کے ساتھ بھاگ جانے ہی کو اس رشتے کی مضبوطی کے لیے کافی سمجھتے ہیں عیسائی لوگ گرجاؤں میں جا کر اس رسم کو ادا کرتے ہیں۔ ہر صورت میں مقصود نتیجہ ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ عورت مرد کی رفاقت میں آ کر اس کی شریک حیات بن کر اس کی امانتِ خاص بن جائے۔

مذہبِ اِسلام جو خدا کا بنایا ہوا اور اس کا عطا فرمایا ہوا ایک مہذب' ستھرا' پاکیزہ اور پسندیدہ دین ہے۔ وہی خود جس کے لیے ارشاد فرما رہا ہے: اِنَّ الـدِّيْـنَ عِـنْـدَ اللهِ الْاِسْلَامُ قف بے شک (پسندیدہ) دین اللہ کے نزدیک اِسلام ہی ہے۔

وہی پسندیدہ دینِ اِسلام جس نے زندگی کے ہر شعبے کے لیے رہنما یا نہ اصول بنائے۔ تمام شعبہائے حیات کی رہنمائی کی' مرد اور عورت کے باہمی تعلقات اور نسلِ انسانی کے تحفظ و بقا کے سلسلے میں اس نے ایک جامع' مکمل سہل اور آسان ترین قانونِ اِزدواج بنایا۔ اور عذرِ شرعی کو نظر انداز کئے بغیر مرد اور عورت کو آزادی دیتے ہوئے یہ بتایا کہ۔

اَلنِّكَاحُ عَقْدٌ مَّوْضُوْعٌ لِمِلْكِ الْمُتْعَةِ اَیْ حِلِّ اسْتِمْتَاعِ	نکاح ایک قانونی معاہدہ ہے جس کے ایک غیر اجنبیہ عورت حلال و جائز ہو جاتی ہے اور وہ

الرَّجُلِ مِنَ الْمَرْأَةِ وَهُوَ يَنْعَقِدُ بِـاِيْـجَـابٍ وَقُبُوْلٍ وَشَرْطُهُ سَـمَاعُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لَفْظَ الْاٰخِرِ وَ حُضُوْرُ حُرَّيْنِ اَوْحُرٍّ وَ حُـرَّتَيْـنِ مُكَلَّفَيْنِ مُسْلِمَيْنِ سَامِعَيْنِ مَعًا لَفْظَهُمَا ۔

منعقد ہوتا ہے ایجاب وقبول سے (یعنی ایک طرف سے ایجاب ہو دوسری طرف سے قبول خواہ بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ) اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے الفاظ سن لے اس پر دو مرد یا ایک مرد عورتیں گواہ ہو جائیں مگر وہ گواہ آزاد ہوں۔ بالغ ہوں مسلمان ہوں اور دونوں فریق کے ایجاب وقبول کے دو بول سنیں

مرد اور عورت اگر ہیں شادی کے لیے راضی تو نہ رجسٹریشن کی حاجت نہ ضرورتِ قاضی۔عورت کسی وکیل کے توسط سے یا براہِ راست دو گواہوں کی موجودگی میں صرف اتنا کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو تمہاری زوجیت میں دیا۔ اور مرد کہے میں نے قبول کیا۔ لیجئے نکاح ہو گیا۔

اب دونوں ایک دوسرے سے چاہے جتنا لطف اندوز ہوں' جس طور پر چاہیں رہیں۔ جس انداز میں چاہیں اٹھیں بیٹھیں کوئی قانون اسے ناجائز نہیں کہہ سکتا۔ دُنیا کے پاکیزہ تمدن میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ معاشرے کا کوئی فرد اسے غلط نگاہ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ انہیں دو بول کے سبب مرد نے تمام ذمہ داریوں کو قبول کر لیا۔ اور عورت نے ہمیشہ کے لیے صرف اسی کی ہو کر رہنے کے لیے عہد وفا باندھ لیا۔

غور تو کیجئے! اسلام نے نکاح کے لیے؟ سیدھا سادہ اور آسان طریقہ اپنایا ہے۔

مگر ہم مسلمانوں نے اپنی شامتِ اعمال سے اسے اُتنا دُشوار پیچیدہ اور مشکل بنا لیا ہے کہ اب شادی خانہ آبادی کے بجائے زیادہ تر شادی خانہ بربادی ہو کر رہ گئی ہے۔

ہندوستان چونکہ اسلام اور مسلمانوں کی آمد سے پہلے رسموں ریتوں' روایتوں' خرافات وتوہمات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک عجیب وغریب ملک تھا۔ اور جب مسلمان یہاں مستقل رہنے کی نیت سے آئے تو جہاں انہوں نے یہاں کے مقامی معاشرے کو اپنی برکتوں کے فیضان سے نوازا۔ انہیں بہت کچھ عطا کیا۔ انسانیت'

تہذیب، حسنِ معاشرت، مساوات اور رواداری بخشی اور چھوت چھات، عدمِ مساوات، اونچ نیچ، ستی کی رسم سماج اور معاشرے کی طبقاتی تقسیم وغیرہ میں زبردست اصلاحات کیں۔ شودر اور اچھوت کے نام پر سسکتی، کراہتی، آہ و فغان کرتی مظلوم انسانیت کے جلتے زخموں پر تسکین کا مرہم رکھا۔ ان کے آنسو پونچھے، انہیں انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا پورا حق دیا۔ برہمنیت کے جورواستبداد اور ظالمانہ نظامِ حیات اور ان کی چیرہ دستیوں سے انہیں نجات دلائی۔۔ جانوروں سے بدتر زندگی گذارنے والے انسانوں کو زندگی کی حقیقی مسرتوں اور حیات کی نئی بہاروں سے آشنا کیا۔

متحدہ ہندوستان کو اِسلامی تعلیمات نے اپنے فیضان سے مالا مال کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی یہاں پر ایک نئی تہذیب، نئی معاشرت اور نئے تمدن کی بنیاد پڑی۔ ہندوستان کی پیاسی سرزمین کو اِسلام نے اپنے چشمۂ رحمت سے خوب سیراب کیا! ان تمام محاسن کے باوجود مسلمانوں نے یہاں کی کچھ معاشرتی لعنتوں کو اپنے معاشرے میں داخل کر لیا۔ اور بتدریج وہ اتنا جڑ پکڑ گیا کہ بعد کی نسلوں نے اسے اپنے سماج اور معاشرے کا بنیادی جز سمجھ لیا۔ اور ایک بڑی تعداد نے جو کہ اِسلام کے دائرہ امن واماں میں داخل ہوئی۔

اپنی پرانی رسموں اور روایتوں کو کسی حد تک برقرار رکھا۔ یہ خالص ہندوانی رسمیں اپنی تمام تر مضرت رسانیوں کے باوجود مسلم معاشرت کے اجزاء ترکیبی قرار دی گئیں۔ سوئے اتفاق کہیئے کہ ان رسموں کو مسلمانوں نے اپنی نا سمجھی اور جہالت کے سبب پروان چڑھایا۔

بچے کی پیدائش سے لے کر شادی تک ایسے بے سروپا بے ہودہ، لایعنی، غیر شرعی اور غیر مذہبی رسومات مسلمانوں نے اپنے اندر داخل کر لی ہیں کہ **اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظُ!**

شادی سے پہلے، شادی کے وقت، شادی کے بعد، رخصتی کے بعد، مائیکہ اور سسرال اور دونوں عجیب عجیب رسموں اور بوالعجبیوں کا اکھاڑہ بنے ہوئے رہتے ہیں۔ جھوٹی آن، جھوٹی شان، جھوٹی ناک، جھوٹے وقار کے لیے زمین و جائیداد رہن رکھی جاری ہے۔

پراپرٹی بک رہی ہے۔ سود قرض کا پہاڑ کھڑا کیا جا رہا ہے۔ مگر کوئی پرواہ نہیں۔ برادری میں ناک رہ جائے۔ مونچھوں کی تاب سلامت! کسی بات کا غم نہیں!

اور اب تو جائز ناجائز ذریعے سے پیسے کی فروانی نے فضول خرچیوں کے نئے نئے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ڈھول شہنائی' گانا بجانا' ناچ کو ڈ بینڈ' آتش بازی شہروں میں شادی ہال کی نت نئی سجاوٹ' رنگارنگی' محلوں' مکانوں بلڈنگوں پر برقی قمقموں کے نئے نئے انداز گویا زمین پر تاروں کی بارات سجائی جاتی ہے اور اس میں بے تحاشہ روپیہ پھونکا جاتا ہے۔ اپنے مال و دولت کو ضائع کیا جاتا ہے۔ مال کی اس طرح کی اضاعت پر قرآن فرما رہا ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (پ ۱۵ ع ۳)

اور فضول نہ اڑا بے شک اڑنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

مِنَ الْبِدَعِ الشَّنِيْعَةِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِيْ اَكْثَرِ بِلَادِ الْهِنْدِ مِنْ اِجْتِمَاعِهِمْ لِلَّهْوِ وَاللَّعِبِ بِالنَّارِ وَاِحْرَاقِ الْكِبْرِيْتِ ۔

بہت بری بدعتوں میں سے ہے جو اکثر ہندوستانی شہروں میں متعارف ہے کہ لوگ آگ سے کھیل تماشے کے لیے اکٹھا ہوتے ہیں اور پٹاخے پھوڑتے ہیں۔

حالانکہ شادی کی ان فضول خرچیوں سے کتنے غریبوں کی تن پوشی ہو جاتی' کتنی بیواؤں کے آنسو پونچھے جاتے اور جانے کتنی غریب مجبور نوجوان دوشیزاؤں کی حسرتوں کو منزل مرادمل جاتی۔ ان کے بھی ہاتھ پیلے ہو جاتے۔ اور تمہیں دعائیں دیتی ہوئی وہ بھی خوشی خوشی پیا گھر چلی جاتیں۔

خوش حال لڑکیاں تو پیا گھر چلی گئیں
وہ صرف دیکھتی رہیں شہنائیوں کے خواب

اور اب تو بلند معیارِ زندگی کی ہوس نے شادیوں کو پہاڑ بنا کر رکھ دیا ہے۔
معاشرے میں یہ رجحان عام ہوتا جاتا ہے کہ لڑکا جب تک کسی اچھے عہدے پر فائز نہ ہو یا کامیاب بزنس مین ہو۔ یا جب تک اس کے پاس خوب لمبی چوڑی آراضی نہ ہو محض ضروریاتِ زندگی کے بجائے اس کے یہاں فضول عشرتوں کے سامان نہ ہوں اسے کوئی مناسب رشتہ نہیں مل سکتا۔ اور جب تک لڑکی اپنے ساتھ سیکڑوں ہزاروں اور کبھی کبھی لاکھوں کا جہیز نہ لے جائے۔ کوئی اونچے یا متوسط طبقے کا خاندان اسے منہ لگانے کے لیے تیار نہیں۔ یا جب تک جہیز کے بیش قیمت فرنیچر کے نام پر کاٹھ کباڑ اور دیگر سامانِ عیش وطرب مثلاً ٹی وی، ویڈیو، رفرجریٹر وغیرہ۔ برادری کے کھانے پینے اور فضول راگ رنگ، ناچ کود، گانے بجانے اور سب کے حق حقوق کے واسطے بڑی رقم جمع نہ ہو جائے۔ لڑکی کے ہاتھ پیلے نہیں ہو سکتے۔ گویا اس گمراہ شامت زدہ معاشرے کی رو سے شادی مرد عورت کی نہیں بلکہ نوکری، عہدے، بزنس آراضی اور جہیز کے سامان اور دولت کی ہوتی ہے، اور جہیز کی اس لعنت میں جاہل سے لے کر پڑھے لکھے پروفیسر، ڈاکٹر، لکچرر، دانشور اور حالات سے مجبور ہو کر مولوی عالم بھی گرفتار ہیں۔ اور اس خصوص میں بہار صوبہ کو بڑی اولیت حاصل ہے۔ وہاں کا پڑھا لکھا اعلیٰ ترین دماغ بھی اس لعنت میں بری طرح مبتلا ہے۔ ہمارے یو پی کے ضلع گورکھپور کے کچھ علاقوں میں بھی اس طرح کی لعنتوں کا جھنڈا بلند ہے۔ اور دیوریا ضلع تو مکمل جہیز کی غلاظتوں میں ڈوب چکا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہندوستان کے متعدد اضلاع میں جہاں دینی تعلیم اور مذہبی شخصیتوں کا اثر ونفوذ ہے۔ وہاں بہت حد تک معاشرہ ان بیہودہ رسموں اور گندگیوں سے پاک ہے۔

ہم جہیز کے خلاف نہیں۔ جہیز تو اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بھی دیا تھا۔ بلکہ اپنے استطاعت وتوفیق بھر تو جہیز دینا ہی چاہیے۔ کون چاہے گا کہ میری بیٹی خالی ہاتھ سسرال جائے۔؟

وہ بڑا کنجوس، موذی اور ذلیل ہی ہو گا جو ہوتے ہوئے بھی اپنی بیٹی کو جہیز میں کچھ نہ دے۔

لیکن اپنی طرف سے باقاعدہ جہیز کا مطالبہ کرنا جیسا کہ اس زمانے میں اکثر ہو رہا ہے کہ جب تک جہیز میں اتنی چیزیں نہ مل جائیں شادی نہیں ہوسکتی۔ جہیز نے طلب اور اس کی بھیک میں گویا لڑکی کے ساتھ' ہی والدین کی معیشت کی چمڑی بھی ادھیڑ لی جاتی ہے۔ اس پر سسرال والوں کا منہ سیدھا نہیں رہتا۔ ان کی ہوس کا جہنم نہیں بھرتا' یہ بہت ہی بیہودہ ہے دولہا نوشاہ یعنی نیا بادشاہ ہوتا ہے بادشاہ تو سب کو دیتا ہے یہ کیسا نوشاہ کہ سسرال سے بھیک مانگتا ہے اور لڑکی والے بھی بڑے گھر کی تلاش میں لڑکی کو سکھا دیتے ہیں۔

دیہات میں تو پھر بھی غنیمت ہے لیکن شہروں میں دیکھا گیا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں خوب تر اور بڑے گھر کی تلاش میں اتنی تاخیر کرتے ہیں کہ ان کے شباب کی کھیتی سوکھنے لگتی ہے۔ اور جوانی کے ان بہترین ایام کو جن میں آتش جوان ہوتی ہے ایک لاحاصل انتظار میں گنوا دیتے ہیں۔

ہے خوب سے جہاں میں کوئی خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں

حسرت لیے بیٹھے ہیں خاموش نگاہوں میں
شاید کوئی آجائے بھولی ہوئی راہوں میں

نتیجے میں نکاحوں پر جو اثر پڑ رہا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ سفلی جذبات اور جنسی انتشا سے مجبور ہو کر غلط خلط اور ناجائز تعلقات سے جو نتیجے اور اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور آئے دن اس سلسلے میں جو گندی اور گھناؤنی باتیں سننے میں آتی ہیں اور اب عام طور پر دیکھتے ہیں میں بھی آنے لگی ہیں۔ ان سے بھی لوگ بے خبر نہیں ہیں۔ اور ان کے کان نہیں کھل رہے ہی۔ ان کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی نہیں اتر رہی ہے۔ اگر اس طرف توجہ مبذول کرانے کی کوشش بھی کی جائے تو ہنس کر جواب دیتے ہیں کہ اماں! جلدی کیا ہے؟ کون ابھی سے بچوں کا جھنجھٹ پالے؟

جوان بیٹیوں کے والدین کچھ حالات کی ناسازگاری کچھ تساہل اور کچھ خوب سے خوب تر کی تلاش میں لڑکیوں کو جوانی کی آخری سرحد تک بٹھائے رہتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی تعلیم تو یہ ہے کہ:

> ''جب تمہارے لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہو جائیں تو ان کی شادی کرنے میں جلدی کرو۔ ورنہ اگر ان میں سے کوئی گناہ سرزد ہوگا تو ان کی حقیقی ذمہ دار والدین ہی ہوں گے اور اس گناہ کے عتاب میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔''

اور آج جب کہ مسلم معاشرہ اخلاقی بدحالی اور بدکرداری کا شکار ہو چکا ہے۔ جوان بیٹیوں کے والدین کو بے فکری کی نیند کیسے آتی ہے؟

جب کہ شرم' غیرت' حیا' ادب' لحاظ پاس کو معاشرے سے رُخصت ہوئے ایک زمانہ ہوا اور اس دور کو بھی گذرے ہوئے ایک مدت ہوئی جب لڑکیاں قوم' مذہب' معاشرے اور خاندان کی لاج اور ناک سمجھی جاتی تھیں اور انہیں صحیح معنوں میں اس کا پاس بھی تھا۔ آج جب کہ معاشرہ غلط اور ماحولِ گندہ ہو چکا ہے۔ اور مذہب الگ دم سادھے اپنی بے چارگی وزبوں حالی پر آنسو بہا رہا ہے۔ جدید تہذیب کی وضع قطع' فیشن کی تراش خراش' جلوۂ بے تاب کی نمائش اور آرائش جمال کی تمام تر حشر آفرینیوں بالخصوص عصر حاضر کے اسبابِ عیش وطرب کی فراوانیوں اور فراہمیوں مثلاً سینما' ریڈیو' ویڈیو اور ٹی وی کی ٹی بی نے بالغ ہونے سے پہلے ہی لڑکوں اور لڑکیوں کے احساسات اور جذبات کو جوان کر دیا ہے۔ اور جنسی چھیڑ چھاڑ کے وہ نازک اور نشاط انگیز گر ہیں جن لڑکوں کو سولہ' اٹھارہ' بیس اور بائیس سال کی عمروں میں کھلا کرتی تھیں۔ ان کو جنسی رسائل اور ان کی ننگی تصویروں فلموں کے جذباتی اور ہیجانی سینس گھر گھر میں تشریف رما ئی مہا رانی کی مہربانیوں نے دس بارہ سال کی عمر ہی میں مرد اور عورت کی فطری تعلقات کا استاذِ کابل بنا دیا ہے۔ ع

قیامت کیوں نہیں آتی الٰہی ماجرا کیا ہے

ایسے پرفتن، پرخطر اور ہوش ربا ماحول میں جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا دیر دیر تک اور کبھی کبھی رات رات بھر گھروں سے باہر رہ جانے پر ان کا اور ان کے اوقات کا احتساب نہ کرنا۔ کیا اس بات پر غماز نہیں کہ وہ ذلیل النسان خود اپنی آبرو کے سوداگر ہیں۔

خاص کر ایسے وقت میں جب کہ مہربان، رحم دل، رعایا پرور اور فرض شناس گورنمنٹ نے برتھ کنٹرول کے نام پر قوم کے ماڈرن، آزاد، جنس زدہ اور عیاش غیر شادی شدہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے جذبۂ شہوت کی آزادی و بے فکری کے ساتھ تسکین کے لیے ملکی و غیر ملکی اعلیٰ درجے کا کنڈوم، نرودھ، اور لوپ وغیرہ تیار کر کے اس کی فراہمی کو بہت سستا، آسان اور سہل الحصول بنا دیا ہے۔

اب چاہے وہ شادی سے پہلے کتنی ہی باہیں آباد کریں کتنے ہی بستروں کی زینت بنیں، اپنے دامنِ عصمت کو چاہے جس انداز میں تارتار کریں۔ خواہ ان کی راتیں چوپاٹی کی ریتوں پر مسکراتی ہوئی چاندنی کے سائے میں گذریں یا جُو ہو (۱)، کمیس کارنر، بینڈ اسٹینڈ کے نشاط انگیز کناروں پر۔ چاہے وہ خوبصورت پارکوں اور کلب گھروں کو اپنے حسن و شباب سے زینت بخشیں یا ہوٹلوں، گیسٹ ہاؤسوں کے ایئرکنڈیشنڈ کمروں کو۔ کیونکہ مذہب کا خوف تو پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ اور اب گناہ آلود معاشرہ اور غلط ماحول نے ان کے جنسی جذبات کو سہارا ہی دیا ہے۔ رہ گیا خاندان اور لوک لاج کی بات تو اس خدشے کو بھی اسباب و آلاتِ برتھ کنٹرول نے ختم کر دیا ہے۔ اب دن رات عیاشیوں کے باوجود صاحبزادگان اور صاحبزادیاں کنوارے کنواریاں ہی ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارُ۔

بہار آ کر کے کیا کرے گی کہ جن سے تھا جشنِ رنگ و نغمہ
وہ گل سرِ شاخ جل گئے ہیں وہ دل تہہِ دام بجھ گئے ہیں

(۱) یہ بمبئی (ممبئی) میں ساحل سمندر کے متعدد مقامات ہیں جو ذہنی و جسمانی تفریح و تسکین کے لیے بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ جہاں پر زیادہ تر غیر قانونی جوڑوں، بوائے فرینڈز اور گرل فرینڈ کا ہجوم رہتا ہے

عزت و عصمت و شرم و حیا رہے نہ رہے
یہ ٹیڈی گرل بڑی بے نیاز ہوتی ہے
وہ بن سنور کے نکلتی ہے غیر مردوں میں
یہ چڑیا شوق سے خود صیدِ باز ہوتی ہے

☆☆☆☆

کیسی عورتوں سے شادی کی جائے؟

شادی یعنی کسی کو شریکِ حیات' رفیق زندگی' عمر بھر کا ساتھی بنانا۔ وہ بھی خوشی اور آرام' مصائب و آلام' رنج و غم دُکھ سکھ' غرض ہر حال میں ساتھ ہو۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس میں انتخاب کے لیے کافی سوجھ بوجھ اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

آدمی جب چند گھنٹوں یا چند دنوں کے سفر میں نکلتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ آس پاس بیٹھنے والے ذرا سلیقے' قرینے والے شائستہ مہذب اور بااخلاق ہوں تاکہ سفر پر سکون طور پر ہو جائے اور کسی طرح کے ذہنی کوفت نہ ہو۔ ورنہ راستے بھر وہ بوریت' الجھن اور گھٹن محسوس کرتا ہے۔

چند دنوں یا گھنٹوں کے سفر میں جب آدمی کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ ہم سفر سلیقے' قرینے اور اچھے اخلاق و کردار کا ہو۔ تو پھر زندگی بھر کا ہم سفر منتخب کرتے وقت ان ضرورتوں کا احساس تو اور زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ بدکردار عورت صرف ایک مرد پر قناعت نہیں کر سکتی۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی عشوہ طرازیوں اور ادائے محبوبانہ سے اپنے شوہر کو مسلسل بے وقوف بنائے رہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں ماڈرن اور آزاد گھروں میں' یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایسی عورتوں اپنی آزاد زندگی میں وعدہ کسی اور سے کرتی ہیں مگر شادی کسی اور سے محبت کا دم کسی تیسرے سے بھرتی ہیں مگر بستر کی زینت کسی اور کی بنتی رہتی ہیں۔ اس طرح کی عورتیں شوہروں کے لیے ایک زبردست المیہ بن جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ حسن اگر بد

کردار ہے تو وہ ایک لعنت ہے۔ جس سے چھٹکارا پالینا ہی مردانگی ہے۔ ورنہ زلفِ گنہ گار کا گرفتار سخت مصیبت کا شکار رہتا ہے۔ جس کے لیے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن!

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی نے حاضر ہوکر اپنی بیوی کی بدچلنی کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ میرے دل میں بس چکی ہے۔ میرے دل پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے۔ مجھے اس سے بڑی محبت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اسے نہ چھوڑنا ورنہ ایک آفت سے نکل کر دوسری آفت میں پڑ جاؤ گے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کسی عورت سے صرف اس کے حسن و جمال اور مال و دولت کی وجہ سے شادی کی تو وہ دونوں اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن جس نے دین داری اور پارسائی کو اہمیت و اولیت دی اسے مال و جمال دونوں حاصل ہوں گے۔

- دوسری چیز عورت میں حسنِ اخلاق دیکھا جائے کہ بدخلق و بدمزاج عورت بڑی زبان دراز، ناشکری، گستاخ و بے ادب ہوتی ہے جس سے زندگی جہنم بن کے رہ جاتی ہے۔

تیسری خوبی یہ کہ عورت کا حسن و جمال دیکھے کے خوبصورتی اُلفت محبت اور فرحت وانبساط کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے شریعت اس کی اجازت دیتی ہے کہ اگر ہو سکے تو نکاح سے پہلے خاموشی کے ساتھ ہونے والی بیوی کو ایک نظر دیکھ لے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ بے دیکھے جو شادی ہو جاتی ہے۔ اس کا انجام عام طور پر پشیمانی وندامت ہے۔

ہونے والا شوہر یا تو خود ہی ایک نظر دیکھے یا اپنے محبت کرنے والے والدین، اولیاء و سرپرست پر اعتماد کرے۔ اور ہمارے یہاں مشرقی معاشرے میں عام طور پر والدین اور سرپرست حضرات کا انتخاب ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے جب کہ لڑکی کا اپنا ذاتی انتخاب اکثر صرف حسنِ نظر، جذبہ، جمالیات اور سطحی جذبات کا رہینِ منت ہوتا ہے۔

جو زیادہ تر ناپائیدار ہوتا ہے۔

والدین، اولیاء اور سرپرست حضرات کو چاہیے کہ رشتے کے انتخاب کے وقت لڑکے اور لڑکی کے درمیان ہر طرح کے تناسب اور دونوں کے معیار کا لحاظ رکھیں اور اس خصوص میں کسی طرح کے خارجی دباؤ یا لالچ میں آئے بغیر اپنے بچوں کو خوشگوار و خوش آئند ازدواجی مسرتوں کو پیشِ نظر رکھیں۔ اپنی ظاہری رکھ رکھاؤ اور مصنوعی امیج کے لیے اپنے بچوں کی خوشیوں کے دشمن نہ بن جائیں کہ یہ ان کی عمر بھر کی رفاقت کا سوال ہے۔ کسی دباؤ یا لالچ میں آ کر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ ؎

پہلوے حور میں لنگور خدا کی قدرت
زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت

اور اگر نئی نسل اپنے ہی انتخاب پر زیادہ پُر اعتماد ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اس اعتماد پر والدین کے اعتماد کا اعتماد حاصل کر لے۔

پارسائی و دین داری کے ساتھ حسن و جمال اس لیے ضروری ہے کہ عورت کی خوبصورتی مرد کی اِدھر اُدھر بھٹکنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ لیکن جس کے پیشِ نظر صرف اتباعِ سنت ہو اس کے لیے خوبصورتی ضروری نہیں کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے بے حد خوبصورت لڑکی کی موجودگی میں اس کی ایک ہی آنکھ والی بہن سے نکاح فرمایا۔ جو اپنی خوبصورت بہن سے زیادہ عقل والی تھی یہ تقویٰ اور اتباعِ سنت کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔

شادی کے وقت ایک چیز ہر عورت کا حقِ مہر ہوتا ہے۔ معجّل نہ ہونے کی صورت میں یہ مرنے سے پہلے بیوی کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے مہر مقرر کرتے وقت مرد کی حیثیت دیکھی جائے اور مہر اتنا مقرر کیا جائے جسے شوہر ادا کر سکے۔ شادی کے وقت جہاں تک ہو سکے۔ کنواری عورت کو اولیت دی جائے کہ کنواری عورتیں زیادہ محبت کرتی ہیں مطلقہ اور بیوہ عورتیں اکثر اپنے دلوں میں پرانے شوہر کی یادیں بسائے رہتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک ثیبہ (یعنی شوہر دیدہ) عورت سے نکاح کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر تم نے کسی دوشیزہ سے شادی کیوں نہیں کی کہ

تمہارے ساتھ کھیلتی تم اس کے ساتھ کھیلتے۔

لیکن یہ باتیں جوانوں کے لیے ہیں۔ عمر رسیدہ بوڑھوں کے لیے نہیں کہ منہ میں دانت اور پیٹ میں آنت نہ ہو مگر اپنی دولت کی بنیاد پر کسی دوشیزہ سے شادی کریں۔ اس زمانے میں اس کا شہروں میں زیادہ تر مشاہدہ ہے۔ جس کے حسبِ توقع ہولناک نتائج ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ بڑے میاں منہ میں بتیسی اور سر میں خضاب لگا کر نوجوان بیوی کی آنکھوں میں جوان نظر آنے کی کوشش میں بظاہر مطمئن ہیں اِدھر وہ نرگسِ مستِ ناز بھی ہے کہ بڑے میاں کو میری حرکتوں کی خبر نہیں۔ حالانکہ اس مسئلے میں زیادہ تر دونوں کا تجاہل عارفانہ ہوتا ہے۔

میں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے
ہر اک دل کو چھیدا مرا دل سمجھ کے

شادی سے پہلے ایک خاص بات بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ ہونے والی بیوی اچھے اور صحیح حسب نسب کی ہو۔ ذات برادری خاندان جو بھی ہو لیکن اچھے اور شریف خاندان کی ہو۔ برے خاندان کی بداصل عورت اکثر بداخلاق ہوا کرتی ہے۔ خدشہ ہے کہ اس کے اخلاق و عادات اور کردار و اطوار اولاد میں اثر نہ کر جائیں۔ حضور آقائے کائنات ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ۔ بچو تم گھورے کی ہریالی سے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ خضراءِ دمن سے مراد کیا ہے۔ فرمایا: بری جگہ کی خوبصورت عورت۔ یعنی برے خاندان کی خوبصورت عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے بچنا چاہیے۔ لِاَنَّ اَعْرَاقَ السُّوْءِ تَنْزِعُ اِلَیْھَا اس لیے کہ بری رگیں اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ شریف خاندان اور شرافت کی قید اس لیے لگائی جاتی ہے تاکہ اچھی رگیں، اچھا خون اپنی طرف کھینچیں۔ مذہبِ اسلام میں شرافت، نجابت، کرامت کا معیار تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ہے۔ علم و فضل اور حسنِ عمل سب سے بڑا معیار ہے۔ قرآن خود ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ   تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ برگزیدہ وہ

ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر کوئی فضلیت نہیں مگر تقوائے الٰہی سے۔ کُلُّکُمْ مِنْ بَنِیْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنَ التُّرَابِ۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

فرماتے ہیں کہ قیامت میں سارے حسب ونسب ختم کر دیئے جائیں گے۔ صرف میرا ہی نسب باقی رکھا جائے گا اور علمائے النساب کے نزدیک سادات کے علاوہ عجم میں نسل ہی مجہول ہے (الا ماشاء اللہ) اور قرآن فرما رہا ہے:

وَجَعَلْنَا بَيْنَكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ (پ۲۶ سورۂ حجرات ع۲) اور ہم نے تمہارے درمیان قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ شناخت برقرار رہے۔

اور ہمارے یہاں برصغیر ہندو پاک میں قومیت ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہے۔ اپنے بیوی بچوں کے رزقِ حلال کے لیے اگر کسی نے کوئی کام شروع کیا تو وہ اس برادری اور قوم کا ہو گیا۔ ''کپڑا بننے والے جلا ہے، چمڑے کے کاروباری موچی، روئی دھننے والے دھنیا۔ فرنیچر کا کام کرنے والے بڑھئی، فولاد کو پگھلا کر ضروریاتِ زندگی کا سامان بنانے والے لوہار، کپڑا سینے والے درزی وغیرہ'' کہہ کہ اُنہیں حقیر جانا گیا۔ جو سراسر جہالت وحماقت ہے۔ حلال و جائز پیشہ کوئی بھی ہو باعزت ہے۔ حلال کی کمائی پیغمبروں کی سنت ہے۔ کسی نبی یا رسول نے کوئی ناجائز پیشہ نہیں اختیار کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اولاً کپڑا بننے ہی کا کام کیا۔ بعد میں کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ذریعۂ معاش لکڑی کا تھا۔ یعنی آج جو کام بڑھئی کرتے ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذریعۂ معاش کپڑا سینا تھا۔ یعنی درزی گری کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام جانور پالتے اور ان سے جو دودھ حاصل ہوتا اس کا کاروبار ذریعۂ معاش ہوتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ یعنی لوہار کا کام کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پوری دنیا کے بادشاہ ہوتے ہوئے اپنی گذر بسر کے لیے درختوں کے پتوں سے پنکھے اور زنبیلیں بنایا کرتے تھے۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم نے بکریاں چرائیں اور حضرت خدیجہ کے مال کی تجارت فرمائی۔

رشتہ کرتے وقت حسب ونسب خون خاندان سے پہلے اس گم راہی و بدمذہبی کے دور میں سب سے پہلے اس کا دین و مذہب دیکھو۔ اگر وہ ہم مذہب ہے تو پھر آگے حسب نسب دیکھو۔ بدمذہبوں سے تو رشتہ ہی حرام ہے۔ رافضی جو عام طور پر تبرائی ہوتے ہیں۔ یوں ہی وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، نیچری، مرزائی وغیرہ جن کی گمراہی کفر کی حدوں میں داخل ہو چکی ہے۔ ان سے رشتہ حرام ہے۔ نہ ان کو لڑکی دے سکتے ہیں نہ ان کی لڑکی لا سکتے ہیں۔ بعض لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کو اپنی لڑکی تو نہیں دیتے مگر ان کی لڑکی یہ سمجھ کر لے آتے ہیں کہ ہم اسے سنی بنا لیں گے۔ یہ رجحان بہت غلط ہے۔ مسلمانو! اس اندازِ فکر سے بچو۔ دوستی، محبت، رشتہ ناتہ، تعلق صرف اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ ہی کے لیے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی اَلْحُبُّ فِی اللہِ وَاَبْغُضُ فِی اللّٰہِ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ شادی کرتے وقت رشتہ اجنبیوں یعنی دور پار کے لوگوں میں زیادہ بہتر ہوتا ہے کہ حضور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِغْتَرِبُوْا وَلَا تَضَوُّوْا تم اجنبیوں میں رشتہ کیا کرو (قریبی عزیزوں میں) شادی کر کے اولاد کو کمزور نہ کیا کرو۔ اس حدیث کو امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم و کیمیائے سعادت دونوں میں ذکر فرمایا۔

غالبًا اس کا سبب یہ ہے کہ بے حد قریب رشتہ داروں لڑکیوں کے ساتھ شہوت کی شدت اجنبی عورتوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ اس لیے کہ شہوت میں شدت، اعتدال یا کمی لمس ونظر کی کمیت و کیفیت پر منحصر ہے۔ جس طرح پہلی بار کوئی مناظرِ قدرت کا مثالی شاہ کار دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اور طبیعت پر فرحت وانبساط طاری ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب آدمی پہلی بار وادیٔ کشمیر کا نظارہ کرے یا اس طرح کے دیگر مناظرِ قدرت پر نظر پڑے۔ یا انسانی ہاتھوں سے

بنے ہوئے دنیائے محبت کے شاہکارِ اعظم محل کو پہلی بار جاگتی آنکھوں سے دیکھے تو اس پر حیرت ومسرت اورسرخوشی کا ایک عجیب عالم طاری ہوجاتا ہے۔لیکن جب یہی مناظر بار بار صبح و شام نظروں سے گذریں اور انہیں دیکھتے دیکھتے نگاہیں عادی ہو جائیں تو حیرت ومسرت نشاط وسرخوشی کی وہ پہلی کیفیت برقرارنہیں رہ جاتی۔

اسی طرح جلوۂ حسن بے حجاب ہوکر جمال وزیبائی کا شاہکار' دل کشی و دل آویزی کا پیکر تمثال بن کر جب پہلی بارنظروں سے گذرے تو دیدۂ حیرت کی مسرت کا عالم عجیب ہوتا ہے۔جسم کی ساری حسیات آنکھیں بن جاتی ہیں۔اسے چھونے' پانے اور پھر دیکھنے کا جذبۂ شوق جنوں انگیز ہو جاتا ہے۔لیکن اگر یہی آئینۂ حسنِ خوباں بار بار' صبح و شام نظروں سے گزرتے تو وہ پہلی کیفیت پیدانہیں ہوتی۔ بلکہ جب نگاہیں اسے دیکھ کر سیراب ہو جاتی ہیں تو دلوں کا ہیجان نہ صرف معتدل بلکہ کسی حد تک سرد پڑ جاتا ہے ۔

اور تو کوئی خاص بات نہیں

مسکراتے بڑی ادا سے ہو

یہ جو میں نے اپنے الفاظ میں عرض کیا۔ یہ لُبِ لُباب اور خلاصۂ گفتگو ہے۔

حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ کی ان اجمالی توضیحات کا جو انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتابِ مستطاب اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْنِ میں فرمائیں۔

خود اہلِ عرب پہلے ہی سے اعزاءِ اقارب کے مقابلے میں اجنبیوں سے رشتہ کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ان کا خیال تھا اس طرح کی شادیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے نجیب' توانا اور خوبصورت ہوں گے۔وہ اپنے قریبی عزیزوں میں شادی کرنا' ہونے والے بچے کے نشو ونما اور اس کی شجاعت و شہامت کے لیے مضرت رساں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب اجنبی عورتوں کے ساتھ شادی کرنے پر فخر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک رجز گو عرب شاعر کہتا ہے ۔

اِنَّ بَلَالًا لَمْ تَشِنْہُ اُمُّہٗ

لَمْ يَتَنَاسَبْ خَالُہٗ وَعَمُّہٗ

بلال کی ماں نے بلال کو عیب ناک نہیں پیدا کیا کیونکہ اس کے ماموں اور چچا ہم نسب نہ تھے۔

فَتًى لَّمْ يَلِدْ بِنْتُ عَمٍّ قَرِيْبَةٌ
فَيَضْوِيْ وَقَدْ يَضْوِيْ رَزِيْلُ الْاَرْقَابِ

یہ ایک ایسا نوجوان ہے جس کو کسی قریب چچا کی لڑکی نے نہیں جنا کہ وہ لاغرو کمزور ہوتا کیونکہ قریب النسب اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے۔

تَجَاوَزْتُ بِنْتَ الْعَمِّ وَهِيَ قَرِيْبَةٌ
مَخَافَةَ اَنْ يَّضْوِيْ عَلَيَّ سَلِيْلِيْ

میرے چچا کی لڑکی جو میری محبوبہ اور میرے دل کی دھڑکنوں سے بہت قریب تھی جس کا ناز میرے تصور کو آباد کیے رہتا۔ میں نے صرف اس لیے سے اس کے ساتھ شادی نہیں کی کہیں اولاد کمزور نہ پیدا ہو۔

اور جس طرح یہ سب اوصاف وخصوصیات شادی سے پہلے عورتوں اور لڑکیوں میں دیکھنا ضروری ہے۔ یوں ہی والدین وسرپرست کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے لیے شوہر منتخب کرتے وقت اس کے اندر بھی چند در چند اوصاف ضرور دیکھیں۔ایسا نہیں کہ ساری چیزیں لڑکی ہی میں دیکھی جائیں اور لڑکے کو مرد ہونے کی وجہ سے آزاد سانڈ سمجھ کر نظرِانداز کر دیا جائے ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

بلکہ اپنی بیٹی کے معیار کے مطابق ہونے والے داماد کے اندر مذہبیت' کردار' اخلاق' صحت وتوانائی' تہذیب وشائستگی' لیاقت وصلاحیت' ضروریاتِ زندگی کی کفالت کے ساتھ شکل وصورت بھی نظروں میں رہے۔ایسا نہیں کہ اگر اس کے پاس متعدد بیٹیاں ہیں تو انہیں ایک بوجھ سمجھ کر جہاں چاہے اٹھا کر پھینک دے۔ یاد رہے لڑکیاں اپنی شادیوں کے بارے میں اکثر بے زبان ہوتی ہیں۔ ماں باپ جن کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیں ان کو دلی طور پر پسند ہوں یا نہ ہوں' انہیں اپنی تقدیر سمجھ کر قبول کر لیتی ہیں۔
عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ بڑے گھر اور زیادہ دولت کے سامنے اس کے دوسرے

اوصاف پر نظر نہیں پڑتی۔ مثلاً عمر، صحت، شکل وصورت، علم وعمل، اخلاق وکردار، مذہبیت و دین داری کے متعلق کچھ سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ اور کبھی ظاہری ٹیپ ٹاپ میں الجھ کر اس کے معاشی پسِ منظر کو نظروں سے اوجھل کر دیا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ لڑکی اگر حسن و جمال، اخلاق وکردار، فہم وشعور، علم وادراک اور اچھی صلاحیتوں کی حامل ہے تو اس کے لیے شریکِ حیات کے انتخاب میں اس تناسب کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ ورنہ اگر کسی معقول وجہ سے اس کا دل شوہر میں نہ لگا تو اس کی خوش گوار ازدواجی زندگی تلخیوں کا شکار ہو کر رہ جائے گی۔ اور فاسق، فاجر، بدکردار، بداخلاق مذہبی زندگی سے دور رہنے والا خواہ کروڑ پتی ہی کیوں نہ ہو۔ یا عوام کی نگاہوں میں ہیرو ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے نکاح کرنا درست نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''جس نے اپنی لڑکی کسی فاسق وفاجر کو دی اس کا رحم منقطع ہو جائے گا''

اپنی بیٹی کو دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شوہر کی خدمت گذار بھی ہوگی۔ تو اپنے جگر کے ٹکڑے کو کسی کی خادمہ بناتے وقت اس بات کا خاص خیال رہے کہ اس کے جسم وجان کے مالک (مجازی) کو کیسا ہونا چاہیے۔؟

اور لڑکیوں کو خود بھی چاہیے کہ وہ ہونے والے شوہر میں مذہب اور مذہبیت دیکھیں اسی کو اولیت دیں۔ کم از کم وہ تمہارے حقوق کے بارے میں اللہ عزوجل سے کچھ تو ڈرے گا۔؟

لیکن ہائے رے گردشِ ایام! آج نئی تہذیب، نئی تعلیم، نئے کلچر کی نحوست نے یہ دن دکھایا کہ اب خصوصاً شہروں میں فیشن کی ماری لڑکیوں، ان کے سرپرستوں اور مالی طور پر آسودہ حال طبقے نے۔ یہ دیکھنا شروع کر دیا ہے کہ کہیں ہونے والا داماد یا اس کے اہلِ خانہ مذہبی تو نہیں۔؟ ان کے یہاں برقعے پردے کا رواج تو نہیں۔؟ اور اگر اتفاق سے لڑکے کے چہرے پر داڑھی دیکھ لی تو سخت وحشت زدہ ہو جاتے ہیں۔ کہ ارے یہ تو بالکل مسجد کا ملا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ تو میری بچی خوش نہیں رہ سکے گی۔ خود

لڑکیاں، خصوصاً کالج کی فیشن زدہ لڑکیاں اور ان کی سہیلیاں اس طرح کی خبر دہشت اثر ہی سے سخت الرجک اور چوکنا ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی خود ہی اگر مشاہدہ کر لیں تو چشم تمنا دیدۂ حیرت بن جاتی ہے۔ کہ اتنا بڑا ظلم میرے ساتھ! بھلا میرا نباہ اس کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو شادی کے بعد کہیں ہنی مون پر بھی نہیں لے جائے گا؟ مری، سوات، کشمیر، نینی تال، مہابلیشور کہیں بھی نہیں؟ بن سنور کر باہوں میں باہیں ڈال کر اس کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے کو بھی نہیں ملے گا۔ کلب پارٹی، سینما، ڈانس کچھ بھی تو نہیں!! اس کے ساتھ تو میں جیتے جی مر جاؤں گی۔

وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

یہ مزاج دینی تعلیم اور اسلامی زندگی سے دور رہنے والی ان لڑکیوں کا بن گیا ہے۔ جن پر اسلام کے لاکھوں احسانات ہیں۔ جانوروں سے بدتر زندگی گذارنے والی خدا کی یہ مخلوق اور پیدا کرتے ہی زندہ دفن کر دی جانے والی یہ جانِ بے خطا! ذلتوں کی انتہائی پستیوں میں سانس لینے والی یہ ذاتِ شریف! جس کی ذلت خواری اور بے قدری کا یہ حال تھا کہ:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ (پ ۱۴ ع ۶)

اور ان میں جب کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے۔

جس کی مظلومیت کا عالم یہ تھا:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (پ ۳۰ ع ۶)

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔

اور جس کے جنسی استحصال کا حال یہ تھا کہ حکماً قرآن نے ارشاد فرمایا

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بے شک بے حیائی اور غضب

فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ط وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ کام ہے اور بہت بری راہ ہے۔

(پ ۴ ع ۱۴ سورۃ النساء)

عورتوں کے ساتھ مردوں کے بے انصافی و بے اعتدالی کی طرف قرآن نے یوں اشارہ فرمایا:

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ج وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ (پ ۸ انعام ع ۲)

اور بولے جو ان مویشیوں کے پیٹ میں ہے نرا ہمارے مردوں کا ہے۔ اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اور مرا ہوا نکلے تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

پاؤں کی جوتیوں سے زیادہ حقیر و ذلیل اور دنیا کی سب سے زیادہ ستم رسیدہ مخلوق۔ اسی عورت کو اسلام نے قعر ذلت سے نکالا۔ اس کی ہستی کی زلفِ پراگندہ کو سنوارا۔ اس کو انسانی برادری میں جینے کا حق دیا۔ اور اس کو اس قدر رفعت و بلندی اور اعزاز و مراتب عطا کیے کہ اسے کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ پستیوں کو عروج عطا کرنے کا انداز ملاحظہ ہو:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

اس کی عزت افزائی کے لیے فرمایا جا رہا ہے:

حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلٰثٌ اَلنِّسَآءُ وَالطِّيْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ۔(حدیث رسول)

تمہاری دنیا سے تین چیزیں میرے لیے محبوب بنا دی گئی ہیں عورت، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

عورت کو انسانیت کا سب سے بڑا اعزاز یوں عطا کیا جا رہا ہے۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ قَدَمِ اُمَّهَاتِكُمْ (حدیث) جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اس کی ہستی کو گراں قدر یوں بنایا جا رہا ہے:

اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ ۔(حدیث)

پوری دنیا میں ایک متاع اور اس کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

اور حجۃ الوداع کا آخری خطبہ تو ان پستیوں کے عروج کا نقطۂ انتہا ہے۔

قوم کی بہنو اور بیٹیو! جس اسلام نے تمہیں ہستی کا اتنا بڑا اعزاز عطا کیا آج وہی تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے۔ جس نے تمہیں بازارِ حسن سے اُٹھا کر نگار خانۂ قدرت کا نازک آبگینہ بنایا۔ جس نے تمہیں شمعِ محفل کے بجائے شمعِ حرم بنایا' انسانوں کی ہوسناکیوں کی سبھا سے اٹھا کر خاتون خانہ بنایا۔ عارضی بستروں کی زینت کے بجائے مستقل دل کی دھڑکن بنایا۔ زندہ درگور کیے جانے کے بجائے آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا۔ دنیا کی ہوسناک نگاہوں کو تمہارے لیے پاکیزہ کیا۔ انہیں یہ درس دیا کہ ان کی قدر کریں۔ انہیں اپنے وجود کا ایک حصہ جانیں۔ ان کے یہ درس دیا کہ حقوق کے لیے اللہ سے ڈرتے رہیں۔ مردوں کو سمجھایا عورتوں کو ذلیل نہ سمجھو۔ ان کی قدر کرو۔ بزمِ حیات میں شادابیاں' خوشیوں کے...... ہنگامے کائنات کی......رعنائیاں اور زندگی کی مسرتوں کا موسم بہار انہیں کے دم قدم سے ہے۔ ؏

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

ایسے محسن کا عطا کیا ہوا اصول و ضابطہ' طور طریقہ تمہیں پسند نہیں (تقلیدِ مغرب تمہیں کیا دے گی؟ صرف آنی ولمحاتی جھوٹی مسرت جس کے بدلے میں تمہاری حیات کا سب سے قیمتی سرمایہ لے لیگی) یہ تو بڑی احسان فراموشی و ناشناشی و ناشکری ہے اپنے محسن کے ساتھ اس طرح کی بے وفائی بہرحال تمہیں راس نہیں آئیگی۔

رنگ جب محشر میں لائے گا تو اڑ جائے گا رنگ
یہ نہ سمجھو سرخیِ خونِ قتیلاں کچھ نہیں

آج تمہیں' تمہارے خاندان اور سہیلیوں کو تمہارا ہونیوالا شوہر اس لیے پسند نہیں کہ اس کے جسم پر فرنگیوں کا لباس نہیں' انگریزوں کا اسٹائل (Style) نہیں۔ اس کا چہرہ مردانہ علامتوں سے مزین ہے۔ وہ تمہارے حسن کی نمائش نہیں کرا سکے گا۔ تمہارے نازک اور خوبصورت بدن پر ہوسناکیوں کی چبھن برداشت نہیں کر سکے گا۔ تمہیں شمعِ محفل اور سبھا کی پری بننے نہیں دے گا اس کے چہرے پر داڑھی ہے جو مرد کے چہرے کا وقار

ہے۔ جیسے تمہارے سر کے بال، یہ تمہارا حسن ہے، زینت ہے اور تمہارے نسوانی وقار کی علامت ہے۔ تمام نبیوں، رسولوں، ولیوں، دنیا کے ذہین ترین اور جنیس (Ginius) لوگوں نے (صرف چند کو چھوڑ کر) بقیہ تمام بادشاہوں، وزیروں کے چہروں پر داڑھی تھی۔ خود وہ (یعنی داڑھی) اِسلام کا ایک شعارِ عظیم، مردانہ وقار کی علامت اور قوتِ مردی کا سرچشمہ ہے۔ چنانچہ ایک نامرد شخص نے کسی حکیم کے پاس آکر اپنی کمزوری بتائی اور یہ شکایت کی کہ میں نے بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حکیم صاحب نے فرمایا: ''تو داڑھی رکھ لے'' یہ اس کا آخری اور تیر بہدف علاج ہے''۔ پھر فرمانے لگے قدرت نے انسان کے بعض اعضاء کا باہم ایک دوسرے سے رشتہ و تعلق رکھا ہے۔ اوپر کے دانت اور ڈاڑھوں کا تعلق آنکھوں سے ہے۔ اگر کوئی شخص اوپر کی داڑھیں نکلوا دے تو اس کی آنکھیں خراب ہو جائیں، پاؤں کے تلووں کا تعلق بھی آنکھوں سے ہے۔ اگر آنکھوں میں گرمی ہو تو تلووں میں مالش کی جائے گی۔ اگر نیند نہ آئے تا پاؤں کے تلووں میں گھی اور نمک کی مالش کی جائے گی۔ اسی طرح داڑھی کا تعلق خاص قوت مردانہ اور منی سے ہے۔ اسی لیے عورت کے داڑھی نہیں ہوتی اور اس نابالغ بچے کے جس کے اندر مادۂ منویہ نہیں ہوتا۔ یوں ہی اصلی ہجڑوں کے بھی اسی لیے داڑھی نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر کسی کے فوطے نکال لیے جائیں تو اس کی داڑھی خود بخود جھڑ جائے گی۔ ان تشریحات سے معلوم ہوا کہ داڑھی قوتِ مردی کا سرچشمہ ہے۔ یوں ہی مونچھ کے بال بھی قوتِ مردی کے لیے فائدہ بخش ہیں۔ مگر ان کی نوکوں میں زہریلا پن ہوتا ہے۔ اس کو کاٹ دینے کے حکم میں یہ حکمت ہے۔ عوام میں اس بات کا شہرہ ہے کہ عام طور پر مولوی صاحبان کے بچے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی بیویاں آوارہ نہیں ہوتیں۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے شوہروں سے جنسی و جسمانی طور پر بھی مطمئن ہوتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مولوی اپنی بیوی کا ناز بردار ہوتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ دینی و مذہبی تعلیم کی بدولت بیوی بچوں کے حقوق سے آگہی رکھتا ہے اور پورے طور پر نہیں تو کسی نہ کسی حد تک بیویوں کے حقوق کے بارے میں اللہ عزوجل کی بارگاہ عظمت پناہ

میں جواب دہی کا خوف رکھتا ہے۔

یوں ہی وہ تمام لوگ جنہیں دین کا فیضان اور مذہب کا عرفان حاصل ہے یا انہیں کسی عالم باعمل کی صحبت میسر ہے۔ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور اگر اس بات کا سروے کیا جائے تو اس پر یقین واعتماد حاصل ہو سکتا ہے کہ مذہبی لوگوں کی بیویاں اوروں کے مقابلے میں اپنے شوہروں کے تعلق سے جنسی، جسمانی، نفسیاتی، اخلاقی اور حسنِ معاشرت کے اعتبار سے بہت مطمئن و پرسکون ملیں گی (اگر کوئی خارجی اُلجھن یا معاشی پریشانی نہ ہو)۔

آج معاشرے میں جو برائیاں، بے ہودگیاں، بے شرمیاں اور ازدواجی، نفسیاتی اُلجھنیں اور بے اطمینانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کا زیادہ تر سبب اسلامی تعلیمات، مذہبی معلومات اور دینی امور سے دوری، عدمِ واقفیت اور مذہبی ماحول سے فرار ہے۔

گذرتا وقت بتائے گا کون مخلص تھا
اسی لیے مجھے تم سے ندامتیں نہ رہیں

شادی کے فائدے

انسانی تہذیب کا بنیادی پتھر شادی ہے۔جس کے بے شمار ذہنی' جسمانی' روحانی' معاشرتی' معاشی' نفسیاتی اور سیاسی فائدے ہیں۔

سب سے پہلے جسمانی فوائد ہی کو لے لیجئے کہ انسانی جسم بھرپور نشونما اور اس کی شادابی میں مرد اور عورت کی فطری تعلقات کا کتنا بڑا ہاتھ ہے۔

جس طرح اگر کسی برتن میں پانی یا کوئی سیال مادہ رکھ کر اسے بند کر کے چھوڑ دیا جائے اور اس میں اسے وقتاً فوقتاً بھی نہ نکالا یا بدلا جائے تو ایک مدت کے بعد یا تو پانی یا سیال مادہ سوکھ کر خراب ہو جائے گا یا اس کے رنگ و بو اور مزے میں فرق پیدا ہو جائے گا یا پھر اس کے رنگ و بو اور مزے میں فرق پیدا ہو جائے گا یا پھر مستقل رکھے رہنے سے وہ ظرف ہی خراب ہو جائے گا۔اسی طرح انسان کا جسم بھی مادہ منویہ اپنے ظرف یعنی انسانی جسم میں رکھا ہی جائے اور حسبِ ضرورت انسانی جسم سے اس کا خراج کی کوئی فطری اور جائز صورت نہ پیدا کی جائے تو مادۂ منویہ (جو جوہرِ حیات) اپنے ظرف کے اندر رکھے رکھے خراب ہو جائے گا یا ظرف یعنی جسم ہی متاثر ہو گا۔دونوں صورتوں میں جسم ہی کا نقصان ہو گا۔

اس بات کا عام مشاہدہ ہے کہ مرد اور عورت نے جسمانی نشونما کی کماحقہ تکمیل اور اس میں شادابی اور نکھار میاں بیوی کے باہم ازدواجی تعلقات کے بعد ہی آتا ہے۔
چنانچہ لڑکیاں دلہن بننے کے بعد جب کچھ دن سسرال میں رہ جاتی ہیں تو قدرتی طور پر

ان کے رنگ روپ کا بانک پن مل جاتا ہے اور بدن واضح تبدیلیوں کی سرحد میں داخل ہو جاتا ہے۔

مرد کا جسم بھی اپنے نشوونما کی تکمیل میں اس طرح کی کیفیات سے دو چار ہوتا ہے۔

بسا اوقات ناقابل فہم اور پیچیدہ بیماریوں کا علاج حکماء فوری شادی تجویز کرتے ہیں اس بات کا بھی مشاہدہ ہے کہ کبھی کبھی نوجوان لڑکیوں کی دورہ اور ہسٹریا کی کیفیت بھی شوہروں کے پاس جانے سے ٹھیک ہو جاتی ہے۔

اور کبھی انتہائی' پیچیدہ بیماریاں جو ہزار دواوعلاج کے بعد بھی نہیں ٹھیک ہوتیں۔ جب عورت کے پہلا بچہ ہوا۔۔۔خود بخود ختم ہوگئیں اور عورت تندرست وتوانا ہوگئی۔

یہ عام طور پر مشاہدات ہیں جن کے لیے اصولِ بقراط' فصولِ جالینوس یا قانونِ ابن سینا سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ شادی سے انسان کو ذہنی' قلبی طبعی' جنسی سکون ملتا ہے جو ایک انسانی زندگی کے لیے بہت اہم ہے دل و دماغ اور ذہن کا سکون ایک بڑی نعمت ہے جو شادی کے بغیر میسر نہیں۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا ۔(اعراف پ ۹ ع ۱۴)

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے۔

نکاح انسانی سکون کا سرچشمہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ قرآن مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۔(سورۃ فرقان پ ۱۹ ع ۴)

اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

شادی کا سب سے بڑا دینی فائدہ یہ ہے کہ اس سے اس کا دین' تقویٰ اور اخلاق محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے نکاح کرلیا اس کا آدھا دین محفوظ ہوگیا۔ نیز فرمایا:

اَلنِّکَاحُ نِصفُ الاِیْمَانِ — نکاح با کمال ایمان کا آدھا ہے

نکاح شہوانی قوتوں کی لگام ہے۔ اور نکاح نگاہوں کی پاکیزگی کا ذریعہ' نکاح جوہرِ عصمت کے تحفظ کا ایک حصار ہے۔ اور ذہن ونظر کی آوارگی پر ایک پہرہ۔ اللہ کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

جو خدا سے پاک وصاف ہو کر ملنا چاہے اور اسے چاہیے کہ آزاد وشریف عورتوں سے نکاح کرلے۔

فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

جب کسی غیر عورت کو دیکھ کر تمہارے اندر شہوانی خیالات پیدا ہو تو تم فوراً اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ کہ تمہاری بیویوں کے پاس وہی سب کچھ ہے جو اس کے پاس ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے اتفاقاً ایک غیر محرم عورت پر نظر پڑی دل میں اِنسانی خواہشات نے سر اُٹھایا آپ فوراً اپنی بیوی سے ہم بستر ہوئے۔

فرمایا خبردار شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار عورتیں ہیں۔ جب کسی نامحرم عورت پر نظر پڑنے سے دل میں شہوانی خواہشات پیدا ہوں تو اسے فوراً اپنی بیوی کے پاس چلا جانا چاہیے۔

شادی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ نکاح کے ذریعے عورتوں سے کا انسیت پیدا ہوتی ہے۔ دلِ غمگین ان کی صحبت میں شاداں وفرحاں ہو جاتا ہے۔ وحی ومکاشفہ کے سلسلے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر بہت بوجھ پڑ جاتا اور آپ مضمحل ہو جاتے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: کَلِّمِیْنِیْ یَا

عَآئِشَۃ اے عائشہ! مجھ سے باتیں کرو تا کہ فرحت وانبساط حاصل ہو۔

ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اچھی بیوی اپنے شوہر کی غم خوار' ہمدرد و ہم ساز ہوتی ہے گھر کی دیکھ بھال کھانا پکانا جھاڑو برتن بچوں کی دیکھ بھال اُن کی پرورش و پرداخت کرتی ہے۔ اگر یہ کام مرد کو کرنا پڑے تو اس کے دین و دُنیا کے سب کام رُک جائیں اپنے بیوی بچوں اور اُن کی ضروریاتِ زندگی کے لیے نیت صالحہ سے کسبِ حلال کی جدوجہد ایک بہترین عبادت ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں کی روزی روٹی اور ضروریاتِ زندگی کے لیے دوڑ دھوپ کرنا - اولیاء کا کام ہے۔ جہاں میں مصروف چند بزرگوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ اس سے بھی افضل کوئی کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں جس کے بیوی بچے ہوں انہیں اچھی طرح رکھے اچھی تعلیم و تربیت دے اور جب رات کو اُٹھے اور لڑکوں کو ننگا کھلا دیکھے تو انہیں کپڑا اڑھائے یہ عمل جہاد سے افضل ہے۔

حضرت بشر حافی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل میں تین فضلتیں ہیں جو ہم میں نہیں۔ وہ اپنے' اپنی بیوی' اپنے بیٹے کے لیے حلال روزی کماتے ہیں جب کہ میں صرف اپنے لیے کرتا ہوں ایک بزرگ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے دوسرے نکاح کے لیے اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں بس ہو گیا جو ہونا تھا۔ اب مزید بیوی کے چکر میں پھنس کر اپنے ذوق عبادت میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا ہوں۔

ایک رات وہ سوئے تو خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور لوگ آ جا رہے ہیں مردوں کا ایک گروہ جب ان کے پاس سے گزرا تو ان میں سے ایک نے کہا یہ وہی مرد بد بخت ہے دوسرے نے کہا ہاں پھر تیسرے نے کہا ہاں یہ وہی مردِ شوم ہے۔ چوتھے نے بھی تائید میں شوم ہی کہا۔ یہ بزرگ خواب میں ان لوگوں کی ہیئت سے ڈرے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی بعد میں ایک لڑکا آیا بزرگ نے اس لڑکے سے پوچھا۔ یہ جو ابھی لوگ گذرے ہیں۔ وہ مرد شوم کسے کہہ رہے تھے۔ بچے

نے بتایا تمہیں پہلے تمہارے اعمالِ مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر پہنچائے جاتے تھے اب پتہ نہیں اِدھر کیوں تمہیں مجاہدین کی صف سے خارج کر دیا گیا ہے وہ جب بیدار ہوئے فوراً نکاح کر لیا۔

شادی کا ایک تعمیری پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے دُشمن و دوست' بدخواہ خیر خواہ' کمزور توانا' غیر اپنے اور اجنبی حقیقی بن جاتے ہیں۔نفرت محبت اور عداوت دوستی کا لباس پہن لیتی ہے۔عربوں کی دوستی اور ان کی دشمنی بہت مشہور چیز تھی۔شادی کے ذریعے عرب اجنبیوں اور دشمنوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی پوری کوشش کرتے اور وہ نکاح کے ذریعہ نفرت کو محبت اور عداوت کو دوستی میں بدل دیتے جس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

خالد بن یزید ایک نامور عرب تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میرے دل میں جس قدر نفرت' خصومت' عداوت آلِ زبیر سے تھی وہ کسی اور سے نہیں تھی یہاں تک کہ انہیں کے خاندان کی ایک دوشیزہ رملہ سے شادی کر لی چنانچہ رملہ کی وجہ سے اب آلِ زبیر میرے لیے سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔اپنی اسی رملہ کے لیے کہتا تھا ۔

اُحِبُّ بَنِی الْعَوَّامِ طُرًّا لِاَجْلِهَا
وَمِنْ اَجْلِهَا اَحْبَبْتُ اَخْوَالَهَا كَلْبًا

میں رملہ کی وجہ سے اس کے چچا زاد بھائی بہنوں اور اسی کی وجہ سے اس کے ماموؤں یعنی بنی کلب سے محبت کرتا ہوں۔

ان شادیوں نے روایتی دشمنیوں کو دوستیوں میں بدلنے کے لیے بڑا اہم رول ادا کیا۔ایک با اثر رئیس نے ایک خوبصوت ذہین عرب خاتون سے شادی کی سہاگ رات کے لیے اس نے ہزاروں آرزوں' مسرتوں اور حسرتوں کے ساتھ جوں ہی حجلۂ عروسی میں قدم رکھا اس ذہین خاتون نے بڑی جرأت کے ساتھ اپنے شوہر سے کہہ دیا۔میرے سرتاج ! میرے ساتھ زندگی کے ان بے حد پر کیف لمحات کو اس وقت گذار سکتے ہیں جب اپنے اثر ورسوخ سے فلاں فلاں قبیلے اور خاندان میں سالہا سال سے جاری

لڑائیاں اوران کی باہم دُشمنیاں ختم کرادیں۔ خبردار! آپ اس حجلۂ عروسی میں اسی وقت قدم رکھیں جب مجھے خوش خبری سنا دیں کہ میں نے ان کو شدید نفرتوں اور دشمنیوں کو دوستی میں بدل دیا۔ میں اس خوش خبری کے ساتھ شدت سے آپ کا والہانہ استقبال کرنے کے لیے بے چین ہوں۔ پہلے باہم صلح کرائیے پھر میرے پاس آیئے' چنانچہ اس رئیس نے اسی رات ان قبیلوں کے معزز لوگوں کو بلوایا اور اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے ان کے درمیان صلح کروائی' ان کی باہمی دشمنیوں اور نفرتوں کو ختم کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی۔ تمام قبیلے کے لوگوں نے اس عقل مند' ذہین خاتون کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی حکمت و دانائی اور انسانیت دوستی کا خطبہ پڑھنے لگے۔ اپنی انہیں خوبیوں کی بدولت وہ تاریخ کی ایک یادگار عورت بن گئی۔

میں اس کی دسترس میں ہوں مگر وہ
مجھے میری رضا سے مانگتا ہے

شادیوں کے ذریعے بڑے بڑے سیاسی فائدے حاصل کئے گئے اور عسکری تاریخ پر اس کے بڑے دوررس اثرات مرتب ہوئے

تاریخ کی وحشت ناک شخصیت چنگیز خان کا پوتا برقائی خاں جب مسلمان ہوا تو اس کے اور سلطان رکن الدین بیبرس والیٔ مصر کے درمیان اسلامی اخوت کی بنیاد پر دوستانہ و برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے یہ وہی بیبرس ہے جس نے ہلاکو خان کی وحشی اور ناقابلِ شکست فوج اور اس کے مشہور عالم سپہ سالار قط بوغا کو تاریخ کی پہلی اور عبرت ناک شکست دیکر اور قط بوغا کی گردن اڑا کر انہیں مصر کی سرحدوں سے بہت دور دھکیل کر پوری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ تاتاریوں کو بھی شکست دی جا سکتی ہے۔

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

جب معلوم ہوا کے شہنشاہِ روم اپنی لڑکی کی شادی ہلاکو خاں کے لڑکے سے کر رہا ہے تو ذہین ترین بیبرس کو تشویش ہوئی کہ اگر ان دونوں میں یہ رشتہ ہو گیا تو پھر وقت آنے پر عالمِ اسلام کے خلاف ہلاکو خاں کی پشت پر روم کی زبردست فوجی طاقت ہو

جائے گی۔ اور اس رشتہ میں ہلاکو خاں کی اپنی مصلحتیں بھی یہی تھیں، جنہیں بیبرس نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا۔

چنانچہ سلطان رکن الدین بیبرس نے برقائی خاں کو پیغام بھیجا مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہنشاہ روم اپنی لڑکی کا آپ کے بھتیجے ہلاکو خاں کے بیٹے سے رشتہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو نہ صرف میرے بلکہ آپ کے اور پورے عالمِ اسلام کے خلاف ہلاکو خاں کی فوجی طاقت بہت بڑھ جائے گی۔ مجھے اپنے ذرائع سے معلوم ہوا کہ شہنشاہِ روم کے پاس ایک دوسری بیٹی اور بھی شادی کے قابل موجود ہے۔ ہلاکو خان کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ آپ شہنشاہِ روم کی دوسری بیٹی کو اپنے بیٹے کے لیے مانگ لیں۔ یہ رومی بادشاہ کے لیے ایک اعزاز ہوگا اور اسے انکار کی جرأت نہیں ہو گی۔ اگر ایسا ہو گیا یہ ہمارے آپ کے بلکہ عالمِ اسلام کے حق میں بڑا اچھا ہو گا یہ ہو تو ہی نہیں سکتا کہ وقت پڑنے پر ایک سدھی کی وہ مدد کرے اور دوسرے کی نہیں لہٰذا وہ غیر جانب دار رہنے پر مجبور ہو گا۔ چنانچہ برقائی خاں نے بیبرس کے مشورے اور اس کی نصیحت پر بڑی برق رفتار سے عمل کیا۔ بادشاہ روم نے بڑی خوشی و مسرت کے ساتھ ہلاکو خاں کے طاقت ور بھائی برقائی خاں کو اپنی بیٹی دے دی۔ بس کا سب سے بڑا نقصان ہلاکو خاں کو ہوا۔ اور سیاسی فائدہ برقائی، بیبرس اور دیگر سلاطینِ اسلامی کو ہوا۔

اگر چہ کسی ہندو لڑکی کے مسلمان ہوئے بغیر اس سے مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہاں ہندوستان میں راجگانِ ہند نے شادیوں کے ذریعے بڑے بڑے سیاسی فائدے حاصل کیے۔ بڑے بڑے ہندو راجاؤں نے مسلم بادشاہوں کو اپنی بیٹیاں دے کر ان سے خصوصی مراعات حاصل کیں۔ اور بڑے فخر کے ساتھ مسلم بادشاہوں کو اپنے دامادوں کی حیثیت سے قبول کیا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تاجدارانِ مغلیہ بڑے بڑے راجاؤں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مصلحتاً ان کی خوبصورت ترین راج کماریوں کو اپنی حرم میں داخل کر لیتے جنہیں راجگانِ ہند اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتے اور بادشاہ کی سیاسی مفادات کے خود ہی نگران بن جاتے اور بعض حالات میں حکومت کے مستحکم ستون مانے جاتے۔

ہندوستان کی مشہور رانی جودھابائی اکبر بادشاہ کی حرم میں بیوی کی حیثیت سے داخل ہوئی جس کے بطن سے جہاں گیر پیدا ہوا۔ جو برصغیر ہند کی تاریخ کے سب سے عظیم وجلیل و ناقابلِ تسخیر انسان ناصر الاسلام سلطان محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ والرضوان کا دادا تھا۔ گویا جودھابائی کے خون سے وہ خمیرا ٹھا جو انسانی تاریخ میں اورنگ زیب عالم گیر کی شکل میں ایک جہانِ حیرت تھا۔ اس کے بعد پھر تاریخِ برصغیر اب تک کوئی دوسرا اورنگ زیب پیدا نہ کرسکی۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس میں دہل جائیں وہ طوفان

نا اہل کے لیے شادی کے نقصانات

شادی کا ایک مثبت تعمیری اور حیات بخش رخ تو یہ ہے جو ابھی آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا۔

مگر کچھ صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں شادی نہ کرنا کبھی بہتر اور کبھی ضروری ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں شادی دین و دنیا کی تباہی کا پیشِ خیمہ بن جاتی ہے۔

اسی لیے فقہائے کرام نے شادی کرنے کو کبھی فرض کبھی واجب کبھی سنت کبھی مستحب اور کبھی ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

جس شخص کے اندر اتنی استطاعت ہے کہ وہ اپنی بیوی اور ہونے والے بچوں کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کر سکتا ہے اور اسے یقین ہے کہ اگر شادی نہیں کرے گا تو غلبہ شہوت اسے معصیت اور زناء کی لعنتوں میں گرفتار کر دے گا۔ اس کے لیے نکاح فرض ہے۔ اور اگر گناہ میں ملوث ہونے کا یقین نہیں صرف احتمال ہے تو ایسی صورت میں نکاح کرنا اس کے لیے واجب ہے۔

اور اگر غلبۂ شہوت زیادہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نکاح کرنا صرف سنتِ مؤکدہ ہے۔ اور اگر اس بات کا خدشہ ہے کہ نکاح کے بعد بیوی کی ضروریاتِ زندگی پورا نہ کر سکے گا تو اس وقت اس کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔

اور اگر ان باتوں کا نہ صرف خدشہ بلکہ یقین ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ (درمختار، ردالمحتار، بہارِ شریعت، انوار الحدیث)

قرآن فرما رہا ہے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

(پ ۱۸، س المومنون، ع ۳)

اور وہ لوگ جنہیں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو انہیں چاہیے کہ اپنے نفس کو ضبط کریں (یعنی اس پر کنٹرول کریں) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے بے نیاز کر دے۔

یعنی جب تک انہیں بیوی کے نان و نفقہ، مہر و ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے لائق رب العلمین اپنے فضل سے نہ بنا دے انہیں اس وقت تک نکاح نہیں کرنا چاہیے وہ اپنے نفس پر کنٹرول کریں اگر غلبۂ شہوت زیادہ ہو تو سادہ و کم غذا اور روزے سے اپنے نفس کو قابو میں رکھیں۔ آقائے کائنات حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ

جو شخص نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کہ روزہ شہوت کے لیے ڈھال ہے۔

وہ لوگ جو اپنے بیوی بچوں کے لیے رزق حلال حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لیے دنیا میں شادی وبالِ جان اور خسرانِ آخرت بن جاتی ہے۔

آج اعلیٰ معیار زندگی کی ہوس اور چند روزہ زندگی کی آسائشوں کے حصول کے لیے اوروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی عام طور پر حلال و حرام کا فرق اٹھا دیا ہے۔ حصولِ رزق اور فراوانی دولت کے لیے اِسلام نے ذرائع پر کڑی نظر رکھی ہے۔ اور حصول دولت کے لیے جائز ذریعے پر ہی زور دیا ہے، جب کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اِسلام کے اس زرین اصول کو نظر انداز کر کے صرف اصل دولت پر کڑی نظر رکھی ہے۔ دولت آنی چاہیے وہ چاہے جس راستے سے آئے۔ حلال راستے سے آئے یا حرام راستے سے۔

آج پاکیزہ تجارت اور وافر مقدار میں رزقِ حلال کا حصول ایک امرِ دشوار بن چکا

ہے۔ ایمان دار' متدین اور راست باز تاجروں کی تعداد دن بہ دن کم ہوتی جا رہی ہے۔ انسان کو جائز ذرائع آمدنی اور رزق حلال ہی کی کوشش کرنی چاہیے رزقِ حرام خود تمہاری اولاد اور تمہارے حق میں زہرِ قاتل ہے جس اولاد کا نشوونما حرام کمائی سے ہو اس کا خون ہی گندہ ہو جائے گا' پھر گندگی سے پاکی کی امید کیا۔ آج اگر اولاد نافرمان' گستاخ' بے ادب' کم ہمت' بزدل' ناکارہ' بدکردار ہو رہی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی رزقِ حرام ہے۔

جب اولاد کی پرورش صالح خون سے ہوتی ہی نہیں۔ تو ساری خطا صرف آپ پر ہے۔ آپ نے یہ التزام کیا تھا کہ میرے بچے کے حلق سے رزقِ حرام نہ اُترنے پائے جس کی آسائشوں کی فراوانی میں آپ نے الٹے سیدھے سارے راستے اختیار کر رکھے ہیں' جس کے ٹھاٹ باٹ' فیشن' شادی' کھانے پینے کے لیے جائز و ناجائز' قبیح شنیع سارے ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔

امام غزالی کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں۔

جب بندے سے میدانِ قیامت میں پوچھ ہوگی کہ اپنی اولاد کو کہاں سے کھلایا پلایا اور جس وقت تم اپنے رب کی سخت گرفت میں ہو گے اس وقت یہی اولاد کہے گی اور رب کی بارگاہ کی فریادی ہوگی کہ مولیٰ تعالیٰ تو ہمارا انصاف فرما۔ ہمارے اس باپ نے ہمیں حرام کھلایا' پہنایا اور حرام ذرائع آمدنی سے ہماری پرورش کی تھی دینی تعلیم اور اچھے اخلاق کی تربیت سے محروم رکھا۔ یہی بچے جن کی تم نے حرام رزق کھلا کر پرورش کی تھی قیامت میں تمہاری ساری نیکیاں کھا جائیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی اور بچوں سے جان بچا کر فرار اختیار کرے اس کی مثال بھگوڑے غلام کی سی ہے کہ جب تک اپنے بال بچوں میں واپس نہیں آئے گا اس کی عبادت ہی نہیں قبول ہوگی۔ جب بیوی بچوں سے جان بچانا تھا تو شادی کیوں کی؟

اور کبھی انسان اپنی فیملی اسٹیٹس اور ان کے معیارِ زندگی کی بلندی کی ہوس میں اتنا

ڈوب جاتا ہے کہ اس کی آخرت برباد ہو جاتی ہے۔ روزہ نماز حج وزکوٰۃ صدقہ خیرات ذکر فکر سب سے دور ہٹ کر اپنی ہلاکت کا سامان کر لیتا ہے۔

ایسوں کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ ۲۸)

اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

لہٰذا ایسی شادیاں جو خوفِ خدا، پاسِ رسول، فکرِ آخرت سے بے پرواہ کر دے اس سے بچنا ہی ضروری ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فرماتے ہیں۔

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَتَنَاوَلُ فِیْهِ الْمَعِیْشَةُ اِلَّا بِالْمَعْصِیَةِ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ الزَّمَانُ حُلَّتِ الْعَزُوْبَةُ

میری امت پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس وقت اس کی معیشت معصیت کے بغیر مشکل ہوگی۔ جب ایسا زمانہ آجائے گا اس وقت نکاح کے بغیر زندگی گذارنا زیادہ بہتر ہوگا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت فرماتے ہیں:

خَیْرُكُمْ بَعْدَ السِّتِّیْنَ خَفِیْفُ الْحَاذِّ

دو سال بعد تم میں سب سے بہتر وہ انسان ہے جس کو عیال داری بہت کم ہو۔

پتہ چلا کہ جس کثیر العیالی سے رزقِ حلال مشکل اور امرِ دشوار ہو جائے جس کی وجہ سے آدمی کا تقویٰ، دیانت، دین، اخلاص اور عزتِ نفس مجروح ہو اس کثیر العیالی سے اجتناب بہتر ہے اور جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے غنی کر رکھا ہے ان کے لیے کثیر العیالی نقصان دہ نہیں۔

آج کنبہ، خاندان، فیملی کو مختصر کرنے بلکہ کم سے کم کرنے کے لیے دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک لاکھوں کروڑں روپے سالانہ فیملی پلاننگ کے نام پر خرچ کر رہے ہیں۔ نس بندی، آپریشن کے علاوہ طرح طرح کے آلات، ذرائع مانع حمل ایجاد کئے اور کر

رہے ہیں اور ان کا حصول بھی سہل الحصول بنا دیا ہے مختصر کنبے کی افادیت پر خوش گوار مستقبل بڑا خوبصورت نقشہ بڑے دل فریب نعرے اور بڑی اچھی ترغیب دی جارہی ہیں جدھر دیکھیے اس کا اشتہار پروپگنڈہ - اس سلسلے میں جگہ جگہ ہیلتھ سینٹر قائم کر دیئے گئے ہیں۔ پہلے یہ نعرہ دیا گیا ''دو یا تین بچے ہوتے ہیں گھر میں اچھے'' پھر اس میں بھی کم کرنے کی ضرورت پڑی تو اس یوں کہا گیا ''ہم دو ہمارے دو'' ماڈرن عورتوں اور ٹیڈی گرلس کے لباس کی طرح اب یہ نعرہ بھی بے حد مختصر ہو گیا۔

''ہم دو ہمارے ایک''

اور ذہنی وحشت کا یہی حال رہا تو اس بات کا امکان ہے کہ ترغیبی نعرہ اس طرح وہ کہ ''اب صرف ہم دو ہی رہیں گے''۔

یہ کنبے کو مختصر کرنے کے نام پر نسل کشی ہے۔ جس کی اجازت دنیا کے کسی بھی مذہب نے نہیں دی۔

اس بات کی کیا ضمانت کہ دو یا ایک بچہ پیدا ہو کہ اپنی عمر تک زندہ ہی رہے گا۔ خدا نخواستہ اگر پیدا ہونے کے بعد مر گیا تو والدین کا گھر مادی ور روحانی روشنی کے ایک چشمہ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائے گا اور شادی کی بنیادی مقصد ''بقائے نسل'' فوت ہو جائے گا۔

رہ گئی ولادت میں وقفے اور فیملی کو ایک حد تک رکھنے کی بات تو اس پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اِسلام نے انسان کو کثیر العیالی کے لیے مجبور نہیں کیا ہے اور نہ ہی مختصر کنبے کا مخالف۔ بلکہ ناگزیر حالات کی بنا پر ولادت میں طویل وقفے کے لیے بیوی کی اجازت لے کر ان کے ذرائع کا صحیح استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ جو شریعت سے متصادم نہ ہوں بلکہ بعض صورتوں میں طویل وقفے کے لیے ان صورتوں کو اپنانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً بار بار حمل ٹھہرنے میں عورت کی جان کو خطرہ یا صحت کو غیر معمولی نقصان پہنچنے کا خوف یا ایامِ رضاعت میں حمل ٹھہرنے سے بچے کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ وغیرہ وغیرہ۔

صحابہ عہدِ رسالت صلی اللہ علی صاحبہا وسلم میں با جازتِ شرع عزل کیا کرتے تھے۔

كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ

ہم عہد رسالت صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم میں عزل کیا کرتے تھے، ہم عزل کیا کرتے تھے اس حال میں کہ قرآن کا نزول ہوتا رہتا ہم سرکار کی حیاتِ ظاہری میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا رہتا تھا۔

ایک شخص نے بارگاہِ کرم میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک لونڈی ہے اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ اس سے اولاد ہو آپ نے فرمایا:

اِعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَلَهَا

تو چاہے تو عزل کر لے مگر اولاد اس کی تقدیر میں لکھی ہے وہ ہو کر رہے گی۔

ان احادیث سے حضرت ابن عباس حضرت سعد بن وقاص حضرت ابو ایوب انصاری حضرت جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے صحابۂ کرام نے عزل کے جواز پر استدلال کیا۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے بیوی کی اجازت پر عزل کو جائز قرار دیا[1]

مباشرت کے اخیر میں انزال کے وقت منی کو اندام نہانی کے باہر گرا دینے کو عزل کہتے ہیں۔ یعنی رحم مادر تک منی کو نہ پہنچنے دینا عزل ہے اس دور ترقی میں ربڑ کنڈوم کو (جسے ہندی میں نرودھ کہتے ہیں) عزل کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا جا سکتا ہے۔ رحم مادر تک منی کو نہ پہنچنے دینا عزل ہے۔ کنڈوم بھی منی کو رحم مادر تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ تو کیا اسے عزل کی ایک متبادل صورت قرار نہیں دیا سکتا؟ یہاں یہ نہ کہا جائے کہ اس کے عام کر دینے سے زنا کاری، بدکاری، عیاشی، فحاشی کا ایک دروازہ کھل جائے گا۔

حکومت کی مہربانیوں سے اس کے دروازے تو بہت پہلے کھل چکے ہیں۔ آزاد گمراہ ترقی یافتہ اور مخلوط معاشرہ خصوصاً کالجز اور یونیورسٹیز کے رومان پرور ماحول میں بے خوف وخطر عیاشوں میں اس کا رول تو پہلے ہی سے بڑا کلیدی ہوتا آرہا ہے۔

اور یہ ذرائع مانع حمل اگرا کبر الہ آبادی کے زمانے میں آج کی طرح عام اور سہل

[1] مدارج النبوت جلد دوم (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

الحصول ہوتے تو غالباً انہیں یہ شعر کہنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

آج خصوصاً شہروں میں بڑھتی ہوئی بدکاریوں کے پیشِ نظر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان سب چیزوں کی ایجاد اسی لعنت کے لیے ہوئی ہے۔

بے شک اس کا یہ رُخ بڑا منفی اور اخلاق سوز ہے معاشرے اور کردار کے لیے بڑا ہی مضرت رساں ہے۔

لیکن بعض مخصوص و ناگزیر حالات میں اس کی افادیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اور اس کے اس مثبت پہلو کو بالکل نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ انسان مسلسل افلاس و بدحالی و تنگ دستی سے پریشان ہو اور کثیر العیالی میں لگا تار اضافے کو ایک بڑا بوجھ سمجھنے لگا ہو۔ اور حقیقتاً رزقِ حلال اس کے لیے بے حد دشوار ہو گیا ہو۔ خاص کر ایسے ماحول میں جب غیروں کی دیکھا دیکھی بلند معیارِ زندگی کی ہوس میں مسلم معاشرے سے بھی حلال وحرام کا فرق عام طور پر اٹھا چکا ہے۔ رزقِ حلال کے متلاشیوں اور ایمان دار تاجروں کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے۔ ایسے میں افلاس و بے روزگاری میں کثیر العیالی جو بھی گل کھلا دے وہ کم ہے۔

جب دولت مند اپنی نمائش اور بلند معیارِ زندگی کے لیے حلال وحرام کا فرق اٹھا کر معاشرے کا معزز آدمی بن سکتا ہے تو مجبور والدین بھوک سے روتے بلکتے بچوں کے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ہر طرح کی غیر شرعی غیر اخلاقی حرکتوں کے مسلسل مرتکب ہو سکتے ہیں۔ جس کیلئے آئے دن کے مشاہدات بھی ہیں۔

ایسے ہی وقت کے لیے غیب کی خبریں بتانے والے عَالِم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن، پیغمبرِ اعظم، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَتَنَاوَلُ   میری امت پر ایک وقت ایسا آئے گا

فِيْهِ الْمَعِيْشَةُ اِلَّا بِالْمَعْصِيَةِ فَاِذَا كَانَ ذَالِكَ الزَّمَانُ حَلَّتِ الْعَزُوْبَةُ

جب اس کی معیشت کا حصول معصیت کے بغیر بہت دُشوار ہو گا اور جب ایسا زمانہ آجائے گا نکاح کے بغیر زندگی گذارنا زیادہ بہتر ہو گا۔

جس پیغمبرِ اعظم نے نکاح کے لیے کافی زور دیا طرح طرح کی ترغیبیں دیں رزقِ حلال کی بات آگئی تو اسی مصلحِ اعظم نے فرمایا کہ جب رزقِ حلال ہی دشوار ہو جائے تو نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں ہم پر لازم ہو جاتا ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں کہ جس رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے رزقِ حرام سے بچنے کے لیے شادی نہ کرنے کو بہتر قرار دیا ہو وہ افلاس تنگ دستی بدحالی میں کثیر العیالی کے سبب رزقِ حرام کا حصول کب پسند فرمائے گا۔ حاشا۔ وکلا۔ ہرگز نہیں۔

وہ تو رزقِ حرام سے بچنے کے لیے یہاں تک فرما رہے ہیں:

خَيْرُكُمْ بَعْدَ الْمِأَتَيْنِ خَفِيْفُ الْحَاذِّ

دو سو سال بعد تم میں سب سے بہتر وہ ہو گا جس کے کنبہ ہی نہ ہو۔

ارشاد ہو رہا ہے:

اِذْ اَتٰى عَلٰى اُمَّتِىْ مِائَةٌ وَثَمَانُوْنَ سَنَةً فَقَدْ حَلَّتِ الْعَزُوْبَةُ ۔

(کذا فی تفسیر الکواشی)

میری امت پر جب ایک سو اسی (۱۸۰) سال گذر جائیں تو نکاح کے بغیر زندگی گذارنا بہتر ہو گا۔

تفسیر روح البیان کے مطابق الکواشی کی نقل کردہ اس روایت سے کہ ایک سو اسی سال کے بعد نکاح نہ کرنا بہتر ہو گا۔ مراد یہ ہے کہ ایک ہزار سال پر جب ایک سو اسی سال گذریں تو اس وقت نکاح نہ کرنا بہتر ہو گا۔ یعنی گیارہ سو اسی سال کے بعد جائز ذریعۂ آمدنی اور حصول رزق ایک امرِ دشوار ہی نہیں بلکہ یہ وقت کا ایک بڑا مسئلہ بن جائے گا۔ چنانچہ آج ہم اپنی کھلی ہوئی آنکھوں سے چودہ سو سال پہلے کی فرمودات

کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کس قدر مسلم معاشرے میں ناجائز ذرائع آمدنی اور رزقِ حرام کا بول بالا ہے۔

اسی رزقِ حرام کی نحوستیں ہیں کہ آج کی نوجوان نسل کی اکثریت شرم' غیرت' خودداری' خوداعتمادی' شجاعت' جرأت قوت فیصلہ اور ان سب سے بڑھ کر خوفِ خدا سے محروم ہو چکی ہے۔ اپنی ٹھوکروں سے اقوامِ عالم کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والے آج اپنی قسمت کے فیصلے کے لیے ان کی طرف بے چارگی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں جنہیں من حیث القوم انسانی تاریخ میں کوئی خاص مقام حاصل نہیں۔ جن کا تصور وقت کے سرکشوں میں لرزہ طاری کر دیتا تھا۔ آج وہ خود لرزے میں مبتلا ہیں۔ آہ کل کا مردِ آہن آج کا گل بدن بن چکا ہے۔

اس رزق حرام اور شرعاً ناجائز ذرائع آمدنی کی نحوستوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ یہ اس کی دین ہے کہ آج عبادت میں بھی عیش و طرب کی جہتیں تلاش کی جاتی ہیں۔

خودکشی پر تلے ہوئے مسلمانوں کی ذہنی ابتری کا یہ حال ہے کہ اگر سروے کیا جائے تو اس کے پاس اپنی جان و مال اور عصمتوں کے تحفظ کے لیے قانونی اسلحہ نام کی چیز ننانوے صحیح اعشاریہ ۹ فی صد نل ہے اور اسباب عیش و طرب' آلاتِ رقص و سرود میں دیگر قوموں کے مقابلے میں اس کا تناسب اسی فی صد زیادہ ہے اور اب تو بے حد دین پسند گھرانوں کو چھوڑ کر پوری قوم اس لعنت میں گرفتار ہوتی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے تمہیں عیش و طرب کے انہیں دلدلوں سے نکالتے ہوئے یوں کہا تھا ۔

آ تجھ کو بتا دوں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

لیکن شمشیر و سناں کی جھنکار تمہارے کانوں کے لیے غیر مانوس ہو چکی ہے۔ البتہ طاؤس و رباب اور عیش و نشاط ہی تمہارے لیے حاصل کائنات بن چکا ہے۔ جو سر تا سر

دین ہے اس ناجائز ذرائع سے آئی ہوئی حرام دولت کی۔

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شادی اور نسب و برادری

نکاح سے پہلے مرد اور عورت دونوں میں خاندانی شرافت بھی دیکھنا چاہیے۔ یوں تو اِسلام کی نظر اخوت میں تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ

مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔ (حجرات ع ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كُلُّكُمْ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنَ التُّرَابِ

تم سب آدم کی اولاد میں سے ہو اور حضرت آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (سورہ حجرات ا ع)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے

شرافت ونجابت برتری اور بڑائی کا معیار اِسلام میں ذات برادری اور نسب کے بجائے اخلاق وکردار کی بلندی تقوائے خداوندی اور خشیت الٰہی ہے۔ یہ دولت جس کے پاس ہے وہی شرافت وکرامت ونجابت والا ہے۔ ایک انسان غلام ہونے کے باوجود

تقوائے الٰہی اور علم و فضل کے سبب سیدنا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ علیہ الرحمۃ والرضوان ہے۔ قدس سرہ العزیز ہے۔

کج کلاہانِ عالم کی گردنیں اور بڑے بڑے نسب والے اصحاب کرّ و فر کی جبینِ عقیدت ان کی بارگاہ میں خم ہوئی اور ان کی پاپوشی و قدم بوسی کو اپنے لیے ایک بڑا اعزاز سمجھا۔ علم و فضل تقویٰ و خشیتِ الٰہی نے شاہانِ عالم کو ان کے حضور خمیدہ سر کیا۔ تاریخ و سیر و مناقب کی کتابیں اس کے ذکر سے بھری پڑی ہیں۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زخاکِ مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی ست

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ (البیھقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مخلوقِ الٰہی خدا کا کنبہ ہے۔

خدا کے اس بہت بڑے کنبے میں اپنی حیثیت اور معیار کے مطابق اشراف و امجاد ڈھونڈو۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ وَلَا تَضَعُوْهَا اِلَّا فِي الْاَكْفَاءِ

اپنے نطفوں کے لیے شریف عورتیں منتخب کیا کرو ان کو ہم پلہ عورتوں کے سوا کہیں اور نہ رکھا کرو۔

نیز فرماتے ہیں:

وَاِيَّاكُمْ خَضْرَاءَ الدِّمَنِ — گھور کی ہریالی سے بچو۔

یعنی بری جگہ اور برے خاندان کی خوبصورت عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے بچو۔

ایک دانا عرب نے اپنے بیٹے سے کہا۔ کسی عورت کی صرف خوبصورتی کی وجہ سے خالص نسب کو نظر انداز نہ کرو کہ کمینہ شادیاں (اوروں کے لیے) شرفاء کا وسیلہ بنتی ہیں۔

شرفاء عرب میں سے ابوالاسود نامی ایک مشہور عرب نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ میں

نے تم لوگوں پر کئی طرح کے احسانات کیے۔ تمہارے پیدا ہونے سے پہلے تمہارے پیدا ہونے کے بعد سے لے کر اب تک۔ بیٹوں نے کہا۔ پیدا ہونے سے لیکر اب تک کے احسانات تو سمجھ میں آرہے ہیں لیکن جب ہم لوگ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے تو آپ نے ہم پر کیسے اور کون سے احسان کیے؟

ابوالاسود نے جواب دیا۔ پیدا ہونے سے پہلے احسان اس طرح کہ ہم نے تمہارے لیے ایسی مائیں منتخب کیں جن کی عفت و پاکیزگی، پارسائی و حیا، اخلاق و کردار کی لوگوں میں شہرت تھی۔

وہ ابوالفضل العباس بن الفرج الریاشی متوفی ۲۵۷ھ جس نے اصمعی سے حدیث کی سماعت کی اور جس کے ثقہ ہونے کی شہرت تھی۔ وہ کہتا ہے

فَاَوَّلُ اِحْسَانِیْ اِلَیْکُمْ تَخَیُّرِیْ

لِمَاجِلَةِ الْاَعْرَاقِ بَادٍ عَفَافُهَا

تم پر ہمارا پہلا احسان یہ ہے کہ (تمہاری پیدائش کے لیے) ہم نے ایک بزرگ خاندان کی عورت کو منتخب کیا جس کی پارسائی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی۔ یعنی اس کی شرم حیا، عفت و پاکیزگی اور پرہیزگاری کا شہرہ تھا۔

رعایا کی خبرگیری کے لیے رات کے پچھلے پہر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے کی گلی سے گذر رہے تھے کہ ایک عورت کی آواز کان میں پڑی جو اپنی بیٹی کو جگا کہ کہہ رہی تھی۔ بیٹی جلدی کر صبح ہونے والی ہے جلدی دودھ میں پانی ملا دے۔ بیٹی نے جواب دیا امی امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ لہٰذا میں دودھ میں ہرگز پانی نہیں ملاؤں گی۔ ماں نے جھنجھلا کر کہا۔ امیر المؤمنین کہاں دیکھنے آرہے ہیں جلدی کرو

امی حضور! جس خدا کے حکم سے امیر المؤمنین نے حکم دیا ہے وہ خدا تو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا میں ہرگز امیر المؤمنین کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گی۔

امیر المؤمنین کو اس لڑکی کی جرأت، سچائی، پارسائی۔ پرہیزگاری اور خوفِ خدا پر

بڑی مسرت ہوئی۔ گھر واپس آئے اپنے لڑکوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا۔ تم میں کون ہے جو اس غریب بیوہ کی دین دار' نیک اور پرہیز گار بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیک لڑکی کے ذریعے ہمیں گوہرِ نایاب عطا فرما دے

آپ کے ایک فرزند حضرت عاصم فوراً تیار ہو گئے عرض کی امیر المؤمنین میں حاضر ہوں۔ وہ حضرت فاروق اعظم جو امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین تھے۔ جن کے نام کی ہیبت سے روم و ایران پر لرزہ طاری تھا۔ وہ بہ نفسِ نفیس بڑھیا کے خستہ حال مکان پر گئے۔ اپنے بیٹے عاصم کے اس کی سعادت مند لڑکی کے ساتھ نکاح کا اسے پیغام دیا۔ وہ غریب بیوہ حیران تھی کہ کہاں امیر المؤمنین اور کہاں جھونپڑے میں رہنے والی ایک غریب بیوہ! امیر المؤمنین کی سنجیدگی سے اسے یقین ہو گیا۔ عالمِ سرخوشی اور تحیر خیز مسرت کے ساتھ اس نے فوراً پیغام قبول کر لیا۔ اور اپنی بیٹی کو خلیفۃ المسلمین کے بیٹے کے عقد میں دے دیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد اس صالحہ کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی جس کا نام ام عاصم رکھا گیا۔ جوان ہوئے پر ام عاصم کی شادی عبد العزیز بن مروان سے ہوئی۔ اسی ام عاصم کے بطن سے تاریخ کی وہ زندہ جاوید صاحب عزم اور بے حد مشہور شخصیت پیدا ہوئی جس کو دنیا حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں جن کا نام آفتاب کی طرح روشن ہے۔ جن کے دورِ خلافت کے مؤرخین نے بالاتفاق خلافت راشدہ کا نمونہ قرار دیا ہے۔ یہ وہی عمر بن عبد العزیز ہیں جو اُمتِ مسلمہ کے لیے اللہ کی بڑی نعمت تھے۔

شادی سے پہلے حسب و نسب' خون' خاندان' کنبہ قبیلہ کو بالکل ہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ صرف ظاہری شکل و صورت اور ٹیپ ٹاپ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ بھولی صورتیں تو اکثر دھوکہ دے جایا کرتی ہیں۔ ''لفظ معصوم'' کے استعمال میں شرعی خطا کرتے ہوئے شاعر کہہ گزرا ہے ؎

قاتل تو کوئی اتنا معصوم نہیں ہوتا
کیا آپ ہی قاتل ہیں معلوم نہیں ہوتا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْهُ تَکُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ

جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص پیغام بھیجے جس کا دین و اخلاق تم پسند کرتے ہو۔تو نکاح کر دواور اگر نہیں کرو گے تو زمین میں زبردست فتنہ پھیل جائے گا۔

(ترمذی' حاکم' ابنِ ماجہ)

سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ نماز کا وقت جب آ جائے' جنازہ جب موجود ہو' بے شوہر والی عورت کا جب کفو ملے۔

کفو کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو جو عورت کے سرپرست' والدین وخاندان کے لیے باعثِ ننگ و عار ہو

کفایت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے۔عورت اگر چہ کم درجہ کی ہو اس کا اعتبار نہیں (بہار شریعت) اس لیے بالغ مرد اپنا نکاح کمتر کفو میں کرنا چاہے تو بھی ہو جائے گا۔کفو میں چھ چیزوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ مذہب' نسب' حریت' دیانت' دولت' حرفت یعنی پیشہ۔قریش میں جتنے خاندان اور جتنی شاخیں ہیں۔سب باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں۔سید زادی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہوسکتا ہے خواہ وہ علوی' عباسی' جعفری صدیقی' فاروقی' عثمانی یا اموی ہی کیوں نہ ہو۔ غیر قرشی قریش کا کفو نہیں۔قریش کے علاوہ عرب کے دیگر تمام قبیلے' خاندان اور برادریاں ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ انصار (یعنی مدینہ شریف کے اصلی باشندگان قبیلے) اور مہاجرین سب اس میں برابر ہیں۔ یوں ہی عجمی' عربی کا کفو نہیں البتہ عالم دین جو لوگوں کی نگاہوں میں معزز ومحترم ہو وہ جاہل عربی کی لڑکی کا کفو ہوسکتا ہے یوں ہی سیدہ کو غیر قرشی کے نکاح میں اسی وقت دیا جاسکتا ہے جب وہ عالم دین اور اہل اِسلام کی نگاہوں میں محترم ہو اور اس سیدہ کا باپ جاہل ہو۔اسی طرح وہ عالمِ دین جس کی مالی حیثیت کم ہو وہ جاہل دولت مند کا کفو ہوسکتا ہے۔

لِاَنَّ شَرَفَ الْعِلْمِ اَقْوٰی وَاَفْضَلُ

اس لیے کہ علم کا شرف ومرتبہ زیادہ قوی وزیادہ افضل ہے۔

اس پر مزید تفصیل وتصدیق کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم اور بہارِ شریعت حصہ ہفتم وغیرہ ملاحظہ کیا جائے

وَمَنْ یَّقُوْلُ اِنَّ مِثْلَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْحَسَنِ الْبَصَرِیِّ لَا یَکُوْنُ کُفُوًا لِبِنْتِ عَرَبِیٍّ جَاهِلٍ بِوَّالٍ عَلٰی عَقِبَیْهِ (شامی جلد۲ کتاب النکاح)

اور کون کہتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت حسن بصری جیسے لوگ کفو نہیں ہوسکتے ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے جاہل عربی کی لڑکی کا۔

اس عرب میں شریف میں جہاں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اِسلام پھیلا...... خاندان قریش کے سوا باقی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ وہاں پر شادی بیاہ میں زیادہ دُشواری نہیں۔ مگر برصغیر ہندو پاک میں تو اس قدر زیادہ ذاتیں برادریاں' خاندان' قبیلے ہیں کہ اللہ کی پناہ اور اقل قلیل کے علاوہ زیادہ تر ذاتوں برادریوں کی بنیاد ہم نے اپنے ہاتھوں رکھ چھوڑی ہے اسی لیے باہم رشتے ناطے میں جس قدر پیچیدگیاں ہیں کسی دوسرے براعظم میں نہیں۔ خصوصاً دیہاتوں میں جہاں غالب ترین اکثریت آباد ہے عالم یہ ہے کہ لوگ اپنی ذاتوں برادریوں کے حصار سے باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ چاہے شباب کے چشمے سوکھ ہی کیوں نہ جائیں۔ ان کے نزدیک شادی کے لیے اپنی برادری کے خول سے باہر نکلنا بڑی معیوب بات ہے اور یہ ان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے (معاذ اللہ)

بمبئی کلکتہ وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں قدرے غنیمت ہے۔ لڑکا معاشی گراؤنڈ۔ اور اچھا گھرانہ دیکھ لیا رشتہ کر دیا ذات برادری کے زیادہ پیچھے نہیں پڑتے۔ لیکن یہ عام طور پر نہیں ہے۔ کم ہی لوگ اس پر عمل پیرا ہیں۔ یہ صورتِ حال اس ملک عجم کی ہے جس کے لیے مؤرخین وعلمائے انساب فرماتے ہیں:

وَفِی الْعَجَمِ نَسَبٌ مَّجْهُوْلٌ اِلَّا فِی السَّادَاتِ

اور عجم میں نسب ہی مجہول ہے سادات کے سوا

جس ماحول میں برصغیر کے اندر اِسلام آیا وہ ماحول انسانیت کے لیے ایک ناسور تھا۔ بہت پہلے سے آئے ہوئے ہندوؤں نے اپنے مفاد کی خاطر یہاں انسانوں کی طبقاتی تقسیم کی اور انہیں مختلف خانوں ذاتوں اور برادریوں میں بانٹا۔ اپنی چودھراہٹ اور اقتدارِ اعلیٰ کے لیے اونچ نیچ اعلیٰ اوسط ادنیٰ۔ شودر کمین کئی طرح کے خانے بنائے اور اپنی ضرورت کے مطابق لوگوں کے ذاتوں برادریوں نیچ کمین اور شودر کے خانوں میں فٹ کرتے گئے۔ اِسلام اسی ماحول میں برصغیر میں آیا۔ مسلمان باہر سے کم آئے البتہ اِسلام کی تعلیم اخوت و مساوات اور اس کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے مقامی لوگ کثرت سے اِسلام لائے۔ اپنے ساتھ برادری اور ذات کا امتیاز بھی لائے۔

اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ برصغیر میں قومیت اور ذات برادری کی زیادہ تر بنیاد حرفت و پیشے کو سامنے رکھتے ہوئے رکھی گئی ہے۔ غلط صحیح جو بھی ہوا اس پر بڑی سختی سے عمل کیا گیا اور ان روایات کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی گئی۔

مسلم معاشرہ اپنی تمام تر اسلامی مساوات واخوت کے باوجود ہندو معاشرے کے زیر اثر اونچ نیچ اعلیٰ ادنیٰ کا فرق اٹھانے میں پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا۔ سادات اور حقیقی شیوخ تو الگ رہے کہ سیدِ کائنات فخرِ موجودات حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت نسبی کی بنیاد پر بہر حال افضل واشرف ہیں۔ کہ نسبت ہی اشرف و اعلیٰ ہے۔ اسے چھوڑ کر خود ساختہ برادریوں کی ایسی فوج ظفر موج ہے کہ ان برادریوں کا احصار ہی دشوار ہے ان میں سب کچھ برادریاں بزعم خِویش خود کو اعلیٰ سمجھتی ہوئی بہت سی برادریوں کو ذلیل سمجھتی ہیں۔ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ خصوصاً دیہات میں رشتہ کرنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اسلام کا معیار کفو کچھ اور ہے اور ہندو معاشرے کے زیرِ اثر مسلمانوں کا معیار کفو

کچھ اور ہے۔

اس اندازِ فکر نے رشتوں کے مسئلے کو اور زیادہ دشوار و پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ذات برادری کے حصار سے نکلنا بڑا عار سمجھا جاتا ہے چاہے شباب کی شادابیاں ختم ہو جائیں اور سہاگ کا خواب جوانی کی آخری سرحدوں ہی پر کیوں نہ پہنچ جائے۔ مگر خود ساختہ ذاتوں برادریوں کے خول سے نکلنا آج کے پریشان مسلم معاشرے کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔

شیشے ٹوٹے تو چھنا چھن کی صدا آتی ہے
کتنے دل ٹوٹے یہاں کوئی بھی آواز نہیں

جو لوگ خاندانی اعتبار سے اونچے مانے جاتے ہیں مگر خود انہیں معاشی استحکام حاصل نہیں اور نہ بلند معیارِ زندگی ان کی لڑکیاں ان کی برادریوں کے دولت مند لوگوں میں نہیں کھپ سکتیں کہ اس وقت عام طور پر معیار زندگی کی بلندی اور دولت کی ہوس ہی سب سے بڑا کفو ہے اور وہی اصل خاندان اور رشتے دار۔ اور اگر اونچے خاندان کی غریب لڑکی کا جمال و دلکشی شعور و آگہی تہذیب و شائستگی اخلاق و کردار کسی کھاتے پیتے اور خوش حال گھرانے کو اس کی طرف متوجہ بھی کر دے تو عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ مرد ہی میں کوئی اخلاقی کمی یا سماجی عیب ہوگا۔ لڑکی والوں کے لیے سیکڑوں دشواریاں، پریشانیاں ہیں خصوصاً وہ اشراف و امجاد جن کے پاس صرف شرافت و اعلیٰ نسبی ہی رہ گئی ہو جہیز کے نام پر سمدھیانوں کے ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا جہنم بھرنے کی توفیق نہیں۔ رشتے کے لیے اپنے اعلیٰ نسبی کے حصار کو توڑیں۔ قوم و معاشرہ جنہیں تم سے فروتر سمجھتا ہو گھران کے پاس دین، مذہب، اخلاق، کردار، علم، فضل اور ایک مناسب معیارِ زندگی ہے انہیں فوراً لڑکیاں دیدو۔ یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ تم ذات برادری کی تلاش میں اتنی تاخیر کر دو کہ ان کی دیرینہ تمنائیں اور شادابیاں ناکام حسرتوں کی شامِ الم میں ڈوب کر رہ جائیں۔

کسی مفلس کسی نادار کے گلشن کی کلی
صبح کے وقت بھی شبنم کو ترس جاتی ہے

کبھی اٹھتی نہیں ساون کی یہ گھنگھور گھٹا
اور اُٹھتی ہے تو دریا پہ برس جاتی ہے

کفو ذات برادری نسب کے سارے معاملات و مسائل اور اُلجھنیں صرف اسے وقت اٹھتے ہیں جب لڑکیاں اپنی من مانی پر اتر آئیں۔ اور اپنے فریب نظر کو آئینہ حسن خوباں سمجھ کر تمہارے خاندانی وقار و جاہت وشرافتِ نسبی کو پامال کرنے پر آجائیں۔ تم انہیں یہ موقع ہی نہ دو بلکہ برادری سے باہر اگر ایسے اچھے اور شریف خاندان ہوں، جن کے پاس مذہب اخلاق کردار اور ایک معیار زندگی کا سرمایہ ہو ان کے ساتھ رشتہ کرنے میں کوئی عار نہ سمجھو اور نہ اس میں غیر معمولی تاخیر کی جائے تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شریف اور ہم پلہ عورتیں صرف تمہاری خودساختہ برادری کے حصار میں ہی مل سکتی ہیں۔

اپنے نطفوں کو شریف اور ہم پلہ عورتوں میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شادی کرنے سے پہلے دین، اخلاق کردار، پاکیزگی اور شرف گھرانہ اور نیک نام خاندان دیکھو اگر یہ اوصاف تمہاری برادری کے خودساختہ حصار کے باہر ملتے ہوں تو انہیں اپناؤ۔ برادری کے بدنام اخلاق و آبرو باختہ لوگوں سے تو غیر برادری کے شرفاء اور باکردار لوگ کہیں زیادہ بہتر ہیں۔ برادری، ذات، خاندان، قبیلہ کے اندر کی آہیں، سسکیاں کراہیں غیر برادری کے شریفانہ حسن سلوک اور آسودہ حال مسکراہٹوں کا نعم البدل کیونکر ہو سکتی ہیں۔

پا بہ گل ہیں سب رہائی کی کرے تدبیر کون
دست بستہ شہر میں کھولے میری زنجیر کون

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱

اسلام اور اعلانِ نکاح

یہ بتایا جا چکا ہے کہ نکاح بھی دینی امور میں سے ہے اسی لیے اپنے بیوی بچوں کے واسطے کسب حلال کے لیے جدوجہد عبادت میں شمار ہے ایک ایسا کام جس کا شمار دینی معاملات میں ہوتا ہے اس میں مسلمان عام طور سے افراط وتفریط کے شکار ہیں۔ شادی کے وقت غیر اسلامی، غیر شرعی، غیر اخلاقی، رسومات وخرافات کا زبردست مظاہرہ کیا جاتا ہے اور اس میں اپنے مال کو بڑی بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جاتا ہے جو شرعا وعقلاً ہر طرح سے غلط و باطل اور ناجائز وحرام ہے اور ایک طرف اگر افراط اور شور اشوری کا عالم یہ ہے کہ بے ہودہ اور لایعنی رسومات کے لیے مسلسل شرعی حرمتوں کو پامال کیا جاتا ہے۔ بے جا نام ونمود کے لیے اپنی دولت تباہ کی جاتی ہے تو دوسری طرف یہ بے نمکی کہ؟ بہت زیادہ مذہبیت کے مظاہرے میں ایسا گپ چپ نکاح کر لیتے ہیں کہ ٹولہ، محلہ اور گاؤں کو بھی قاعدے سے خبر نہیں ہو پاتی، اور خاص کر فرقۂ باطلہ، ضالہ، وہابیہ نجدیہ امت دیابنہ ومودودیہ غیر مقلدین وتبلیغی ایسے موقع پر اس طرح ریاء الناس کے طور پر نام نہاد مذہبیت وغیر ضروری سادگی کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور اغیار میں اس اہم ترین فریضے کا بڑا مایوس کن تصور پیش کرتے ہیں اور اس میں بعض وہ ہیں جو ضرورت سے زیادہ مذہبی پوز کرتے ہیں وہ ذہنی ابتری کی اس منزل پر آجاتے ہیں کہ بہت سی مباح چیزوں کو بے دھڑک شرک قرار دے کر ان سے سخت بے زاری کا اظہار کرتے ہیں مثلاً دولہا، دلہن کے پھول، سہرے تک کو ناجائز کہہ کر غیر ضروری وغیرہ فطری طور پر

مذہبیت کا مظاہرہ کر کے پیسہ بچا لیتے ہیں۔

اسلام میں شادی کا یہ مطلب نہیں کہ ہوتے ہوئے ایسے اہم فریضے کے لیے کسی طرح کا اہتمام ہی نہ کرو۔ نکاح زندگی کا ایک اہم ترین فریضہ ہے حسبِ توفیق اس کے لیے ضرور اہتمام کیا جائے کم از کم وہ چیزیں جنہیں شریعت نے مباح قرار دیا ہے انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اسلام نے جس طرح نکاح کے لیے کافی تاکید کی ہے یوں ہی اس کے اعلان کے لیے کافی زور دیا ہے تاکہ عام نگاہوں میں نکاح و سفاح (بدکاری) کا فرق ظاہر ہو جائے آقائے کائنات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَعْلِنُوْ هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ	نکاح کا اعلان کرو اسے مسجدوں میں رکھو اس پر دف بجاؤ۔ (ترمذی شریف)

فرماتے ہیں:

فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدَّفُّ فِي النِّكَاحِ......	حلال و حرام کے درمیان فرق نکاح میں آواز اور دف کا ہونا ہے۔

نسائی نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے کہ میں قرظہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شادی میں آیا اس وقت کچھ لڑکیاں گانا گا رہی تھیں میں نے کہا اے رسول اللہ کے بدری صحابیو! یہ فعل تمہارے سامنے ہو رہا ہے انہوں نے فرمایا بیٹھو اگر چاہو تو ہمارے ساتھ سنو اور اگر چاہو تو جاؤ کیوں کہ ہمارے لیے شادی کے وقت لہو کی رُخصت دی گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنی کتاب مستطاب "هَادِي النَّاسُ فِيْ رَسُوْمِ الْاَعْرَاسْ" میں فرماتے ہیں...... "ہاں اعلان نکاح کے لیے اور شرع کی پسندیدہ خوشیوں میں اظہار مسرت کے لیے دف بجانا جائز و مباح ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ محبوب مقصد کے ساتھ مندوب مطلوب ہے"

ابن حبان نے اپنی صحیح میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے روایت کی۔ فرماتی ہیں میرے پاس انصار[1] کی ایک لڑکی تھی میں نے اس کی شادی کی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کیا عورتوں نے گانہ نہ گایا............؟ قبیلۂ انصار کے لوگ تو گانا پسند کرتے ہیں'

اعلان نکاح کے لیے بندوق سے ہوائی فائرنگ کرنا جائز ہے اور جسے یہ میسر نہ ہو تو اعلان نکاح کی نیت سے بم گولا چھوڑنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کہ اَلصَّوتُ وَالدُّفُوفُ فِی النِّکَاحِ۔ میں بندوق بھی ایک آواز ہے یوں بم گولا بھی آواز میں بندوق کے مترادف ہے علماء اعلام فرماتے ہیں اس سے مراد اس بات کی ترغیب دینا ہے کہ معاملۂ نکاح کا ایسا اعلان ہو کہ دور والوں کو معلوم ہو جائے۔

شرح السنۃ میں ہے کہ اعلان نکاح کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شہرت اور لوگوں میں اس کا چرچا ہو جیسے کہا جاتا ہے۔

فلان قدذهب صوته فی الناس   فلاں آدمی کا لوگوں میں بڑا شہرہ ہے۔[2]

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں:

دف بجانا اور اس سے اعلان نکاح اور خوشی کرنا سنت ہے اس لیے کہ روئے زمین پر انسان سب سے زیادہ عزت والا ہے اور نکاح اس کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے تو یہ خوشی بجا ہے اور ایسے وقت میں سماع اور دف بجانا سنت ہے۔

ان تمام مباح چیزوں کو اگر کچھ نادان اسراف سمجھیں اور سمجھائیں اور فضول خرچی کا نام لے کر روکنا چاہیں جیسا کہ اس زمانے میں وہ منکرین مانعین وہابیہ جاہلین کرتے ہیں جنہیں ہر اچھے اور مستحسن کام کے لیے معمولی خرچ میں بدعت کا بھوت اور اسراف

---

[1] مدینہ شریف کے اصلی باشندے۔

[2] اس موضوع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مستقل ایک رسالہ ہے "ھادی الناس فی رسوم الاعراس" جسے المجمع الاسلامی فیض العلوم محمد آباد اعظم گڈھ نے برادر گرامی مولانا محمد احمد مصباحی کے ترجمے تحقیق اور حاشیے کے ساتھ شائع کیا ہے تفصیل و تحقیق کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ محمد وارث جمال قادری

کاہاتھی نظر آتا ہے تو ان کی کسی بات پر کان دھرنے کے بجائے ان کے وجود کو ہی اسراف سمجھ کرنظر انداز کر دینا چاہیے کہ خود ان کا وجود دھرتی کے سینے پر ایک بوجھ ہے۔

حالانکہ وہی لوگ خود اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی ذات پر ان کے ناز و انداز پر ان کے آرائش و جمال پر اپنے گھروں' آفسوں کے ڈیکوریشن پر لاکھوں خرچ کر دیں تو کوئی بات نہیں۔ نہ تو اس میں اسراف کا کوئی تنکا نظر آئے گا اور نہ ہی فضول خرچیوں کی کوئی مکھی یا مچھر۔ ایسے لوگ شادی کے بعد بڑے اہتمام سے اپنے لڑکے اور لڑکیوں کوہنی مون پر بھیجتے ہیں اور جب وہ نئے شادی شدہ جوڑے ہنی مون سے واپس آتے ہیں تو تفریحی مقامات کے طرح طرح کے پوزز پر مشتمل تصویروں کا ایک پورا البم ان کے ساتھ ہوتا ہے اور حرام شدید بڑی آسانی کے ساتھ اہلِ خانہ کے حلق کے نیچے فخر و مسرت کے ساتھ اُتر جاتا ہے اور اس میں کسی گوشے سے انہیں بدعت کا کوئی بحرا کا ہل نظر نہیں آتا۔

شادی بیاہ میں اپنے حسب توفیق کم از کم اتنا اہتمام ضرور کرنا چاہیے جس سے وہ شادی کا گھر معلوم ہو' نہ کہ تعزیت کدہ۔

گل کھلائے نہ یہاں موج صبا سے کہہ دو
لوگ ہنستے ہوئے پھولوں کو مسل دیتے ہیں

شادی سے پہلے دیکھنا کیسا ہے؟

یہ اپنے موضوع کا بڑا نازک سوال ہے۔ خصوصاً دیہاتی معاشرے میں تو اس کا تصور بڑا شرمناک سمجھا جاتا ہے۔ البتہ تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ بات معیوب نہیں بالخصوص شہری زندگی کے اس طبقہ میں جس پر مشرقی تہذیب کا غلبہ نہ ہو۔

لیکن شہری زندگی ہی کے جس طبقہ میں تہذیب مشرق اور اپنی پرانی روایات سے وابستگی برقرار ہے اس میں بھی شادی سے پہلے لڑکے لڑکی کا ایک دوسرے کو دیکھنا معیوب سمجھا جاتا ہے اور عام طور پر انتخاب کا انحصار والدین اور سرپرستوں کی مرضی پر رہتا ہے اور ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اس خودفریبی میں بُری طرح مبتلا ہے کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں ہمیں اپنی اولاد پر مکمل اختیار ہے خواہ وہ بالغ ہوں یا نابالغ ہونے والے دولہا دُلہن کے احساسات و جذبات ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی یہ لوگ انہیں اس سلسلے میں کسی طرح کی لب کشائی کی اجازت دینے کے لیے تیار۔

دولت اور بلند اسٹیٹس کی بنیاد پر چاہے حسن دادا کے شاہکار کو حبشی کوتوال سے منسوب کردیں۔ یا علم و شعور۔ تہذیب و شائستگی سے عاری کالی گھٹا کو کسی آئینہ حسنِ خوباں کے سر مڑھ دیں۔ یا سولہ اٹھارہ سالہ دوشیزہ کو پچاس۔ ساٹھ سالہ دولت مند۔ ہوس پرست بڈھے کے ہاتھ نکاح کے نام سے فروخت کردیں۔ کم از کم یہ سب کرنے کا بزعم خویش انہیں سارے اختیارات حاصل ہیں۔

حالانکہ یہ انتہا پسندی اور اولاد پر ظلم کے مترادف ہے اِسلام افراط و تفریط سے

پاک ایک فطری مذہب ہے۔ جو اپنے دامن اعتدال میں توازن کا گوہر گراں قدر لیے ہوئے ہے۔

نکاح اور شادی کے موقع پر ہر ایک کو اس نے مناسب اختیارات دیئے ہیں اور ہر ایک کے حقوق کے محل متعین کئے ہیں۔ شادی سے پہلے لڑکے لڑکی اور ایک دوسرے کو بڑی خاموشی کے ساتھ دیکھ لینا عقلاً' شرعاً ہر طرح درست ہے شرم وحیا اور احتیاط کے دائرے میں دیکھنے کی شریعت نے اجازت دی۔ البتہ بن سنور کرنا زوانداز کے ساتھ جلوۂ بے تاب کی نمائش اور اخلاقی ومعاشرتی تقاضوں کی پامالی کی اجازت ہرگز نہیں۔

گرچہ ہونٹوں پہ صدا نام وفا رکھتے ہیں
پھر بھی مشتاق نگاہوں میں حیا رکھتے ہیں

عقلاً تو اس طرح کہ بالغ ہونے تک آپ نے عام طور پر اپنی اولاد کا ناز اٹھایا اسے لاڈ پیار دیا قدم قدم پر اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھا یہاں تک کہ اس کے لیے بازار سے چیزیں' کپڑا' موزہ' جوتا وغیرہ خریدتے وقت رنگ ورائٹی ڈیزائن تک کو نظروں میں رکھا۔

بس اب تھوڑی دیر کے لیے یہیں ٹھہر جایئے اور آنکھیں بند کر کے سوچیے کہ ایک عارضی اور لمحاتی چیز خریدتے وقت آپ اپنی اولاد کے احساسات کو نظر انداز نہیں کر پاتے تو کیا یہ انصاف کے خلاف اور شفقت پدری کے منافی ہیں کہ اپنی اسی اولاد کے لیے زندگی بھر کا ساتھی منتخب کرتے وقت ان دونوں کے احساسات وجذبات اور ان کی پسند وناپسند نیز ان دونوں کے درمیان ہر طرح سے قطعی حتمی اور یقینی تناسب کے ہونے نہ ہونے کو نظر انداز کر دیا جائے۔

یہ صرف عقلی تانے بانے ہی نہیں بلکہ نکاح سے پہلے لڑکے لڑکی کے ایک دوسرے کو دیکھنے کی نہ صرف اجازت بلکہ شرعاً یہ ایک امر مستحسن

اور ارشاد ربانی ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ نکاح کرو عورتوں میں جو تمہیں اچھی (اور

النِّسَآءِ...... پسند) لگیں

اس آیت کریمہ سے اگرچہ صراحۃً نہیں لیکن اشارۃً دیکھنے کی اجازت ملتی ہے وہ اس پر کہ اچھی اور پسند آنے کے لیے دیکھنا لازم [1] یعنی پسند آنا دیکھنے پر موقوف ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ دوکان سے کوئی چیز خریدنے گئے دُوکاندار نے آپ کی مطلوبہ چیز کو کئی رنگوں' ڈیزائنوں کو الیٹیوں میں لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا ان بہت سے رنگوں ڈیزائیوں میں رکھی ہوئی چیزوں میں سے آپ نے اُسی کو لیا جو آپ کو پسند آئی تو کیا آپ کا پسند آنا آپ دیکھنے پر موقوف نہیں تھا۔

آقائے کائنات حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت میں ایک صحابی نے آ کر عرض کیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا......

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ میں انصار کی ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اسے دیکھ لو۔

(مسلم' مشکوٰۃ' کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبہ)

---

[1] یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے پسند آنے کے لیے سننا بھی کافی ہے' کیونکہ دیکھنے میں جو تسکین اور طمانیت قلب ہے وہ سننے میں کہاں 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ' جو ایک حدیث کا فارسی ترجمہ ہے۔ وہ ہمارے اس موقف کی تائید میں ہے۔

جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے طمانیت قلب ہی کے لیے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا۔

"رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی" اے میرے رب! تو مجھے دکھا دے کہ مردہ زندہ کیسے کرتا ہے تو کیا حضرت ابراہیم کا اپنے رب کی اس قدرت کاملہ پر ایمان نہیں تھا؟

رب تعالیٰ کے استفسار پر ان کا یہ عرض کرنا بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ کیوں نہیں لیکن اطمینان قلب کے لیے عرض کیا ہے۔

اور یہ اعتراض ایک حیثیت سے یہاں غیر محل میں ہو گا......

فَلْیَتَفَکَّرْ لَعَلَّ اللهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ حَدِیْثًا' ۱۲ محمد وارث جمال قادری

عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شَعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ انْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُّوْدَمَ بَيْنَكُمَا ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اسے دیکھ لو اس لیے کہ یہ زیادہ قریب ہے تم دونوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کرنے کے لیے

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والنسائی والدارمی، مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبہ)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى مَا يَدْعُوْهُ[1] اِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ

(مشکوٰۃ کتاب النکاح)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اگر استطاعت رکھتا ہے اس چیز کے دیکھنے کی جس نے دعوت دی ہے اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی (یعنی جو محرک بنا ہے) تو اس کو ضرور ایسا کر لینا چاہیے

(حاشیہ مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبہ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَاَةً فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّاُلَهَا حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهَا فِيْ نَخْلٍ لَهَا فَقِيْلَ لَهٗ

حضرت محمد بن سلمہ کہتے ہیں میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے باغ میں چھپ کر جایا کرتا

---

[1] ینظر الی مایدعوہ الظاهر من العبارة ان یر ادعا یدعوه الی النکاح جمیع المعانی التی کانت دعیة الی النكاح من المال والحسب والجمال والدين فان تحقيق ذالك والنظر اليه قبل التزويج يحفظ عن الندامة بعد التزويج نعدم حصول الداعی،

اَتَفْعَلُ هٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَلْقَى اللّٰهُ فِىْ قَلْبِ امْرَاٍ خِطْبَةَ امْرَاَةٍ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا

(ابن ماجہ کتاب النکاح)

تھا یہاں تک کہ میں نے اسے دیکھ لیا کسی نے کہا آپ ایسی حرکت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں کسی عورت سے نکاح کی خواہش ڈالے تو اسکی جانب دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَرَادَ اَنْ يَّتَزَوَّجَ امْرَاَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ يَعْنِىْ بَيْنَكُمَا فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُّوَافَقَتِهَا

(ابن ماجہ)

حضرت ابن مالک فرماتے ہیں مغیرہ ابن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اسے دیکھ لو کیوں کہ اس شے شائد اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دے انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس سے نکاح کر لیا بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا

عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَاَةً اَخْطُبُهَا فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَاَتَيْتُ امْرَاَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا اِلٰى اَبَوَيْهَا وَاَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت مغیرہ ابن شعبہ فرماتے ہیں کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے حضور ایک عورت سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ شاید اس سے تم دونوں میں محبت پیدا ہو جائے میں ایک انصاری عورت کے لیے اس کے والدین کے پاس پیغام دینے گیا اور ان سے حضور کا ارشاد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذَالِكَ قَالَ فَسَمِعَتْ تِلْكَ الْمَرْاَةُ وَهِيَ فِيْ خِدْرِهَا فَقَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَاِلَّا فَاَنْشُدُكَ كَاَنَّهَا اَعْظَمَتْ ذَالِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا۔

بیان کیا انہوں نے اس بات کا بُرا سمجھا لڑکی نے پردہ کی اوٹ سے جواب دیا اگر حضور نے دیکھنے کا حکم دیا ہے تو اجازت ہے ورنہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں گویا اس نے یہ بات بہت ناگوار سمجھی میں نے اُسے دیکھا اور اس سے نکاح کر لیا پھر حضرت مغیرہ اپنی باہمی موافقت کا ذکر کیا کرتے تھے۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى مَا يَدْعُوْهُ اِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ اَتَخَبَّاُلَهَا حَتّٰى رَاَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِيْ اِلٰى نِكَاحِهَا وَتَزْوِيْجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا......

(ابوداؤد شریف جلد دوم کتاب النکاح)

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اگر وہ اسے دیکھ سکتا ہے جس کو نکاح کا پیغام دیا ہے تو دیکھ لے حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس کی وہ خوبی بھی دیکھی جس نے مجھے نکاح کی جانب راغب کیا لہٰذا میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ان تمام احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنے سے پہلے نہ صرف دیکھ سکتا ہے بلکہ دیکھنا مستحسن ہے۔ تاکہ شادی کے بعد میاں بیوی اولیاء اور سرپرست حضرات ہر طرح کی ندامت سے محفوظ رہیں۔ یعنی شادی سے پہلے حسب ونسب وحسن و جمال سیرت و کردار اخلاق و عادات نیز معاشی و معاشرتی گراؤنڈ کے متعلق اطمینان کر لیں اور یہ اطمینان دونوں طرف سے ہونا چاہیے

تا کہ بعد نکاح کسی بھی فریق کو کسی طرح کی ندامت نہ اٹھانا پڑے۔

ان تمام احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ ظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ شادی اور نکاح میں اِسلام نے مردوں کے ساتھ خاص رعایت برتی ہے اور جگہ جگہ ان کے احساسات کا لحاظ رکھا برخلاف عورتوں کے

حاشاوکلا: یہ بات ہرگز نہیں بلکہ جہاں اِسلام نے مرد کے لیے اتنی رعایت روا رکھی وہیں عورت کو بھی اس کے حق سے محروم نہیں چھوڑا بلکہ اس کو اپنی شادی کرنے نہ کرنے کا اتنا زیادہ اختیار دیا کہ دنیا کے دیگر مذاہب میں اس کا تصور بھی نہیں اور اس کو اتنی آزادی دی کہ اس کی رضا و خوشی اور اجازت پر نکاح کو موقوف رکھا۔

نکاح کے لیے عورتوں کی رضا اور اس کی اہمیت

لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ وَالثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صِمَاتُهَا

یعنی کنواری لڑکی سے اجازت و مشورہ لیا جائے گا اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔ اور ثیبہ یعنی شوہر دیدہ ولی کے مقابلے میں خود مختار ہے۔

(بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَلَا الْبِكْرُ اِلَّا بِاِذْنِهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ ۔

(ابوداؤد کتاب النکاح)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر دیدہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک روہ اجازت نہ دے اور نہ کنواری کا مگر اس کی اجازت سے لوگ عرض گذار ہوئے کہ یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیا ہے فرمایا اس کا خاموش رہنا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسْتَاْمَرُ الْيَتِيْمَةُ فِیْ نَفْسِهَا فَاِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَاِنْ اَبَتْ فَلَا جَوَازَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی اگر خاموش ہوگئی تو یہ اس کی اجازت ہے

عَلَيْهَا وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَكَلَّمَ قَالَ سُكَاتُهَا اِقْرَارُهَا۔ (ابو داؤد کتاب النکاح)

اور انکار کردے تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ کنواری لڑکی تو بات کرنے سے شرماتی ہے فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کا اقرار ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمِرُوا النِّسَآءَ فِيْ بَنَاتِهِنَّ (ابوداؤد کتاب النکاح)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے ان کی بیٹیوں کے بارے میں اجازت لیا کرو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (ابوداؤد کتاب النکاح)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک لڑکی حاضر ہوئی اور اس نے بتایا کہ اس کے والد ماجد نے اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کر دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو (نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَيِّمُ اَوْلٰى بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ فِيْ نَفْسِهَا وَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَكَلَّمَ قَالَ اِذْنُهَا سُكُوْتُهَا۔ (ابن ماجہ کتاب النکاح)

حضرت ابنِ عباس کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شوہر دیدہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے اپنے سرپرست اور باکرہ (کنواری) سے اس کے بارے میں اجازت لے جائے گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ تو بولتے ہوئے شرماتی ہے آپ فرمایا اس کا سکوت اس کی رضامندی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْكِحُ الثَّيِّبُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ وَلَا الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ وَإِذْنُهَا الصُّمُوْتُ (ابنِ ماجہ کتاب النکاح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر دیدہ کا بغیر اس کے حکم کے اور کنواری کا بغیر اجازت کے نکاح نہ کیا جائے اور کنواری کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّيِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِهَا وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صُمْتُهَا

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حسین کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہرہ دیدہ اپنی جان کی زیادہ مالک ہے اور کنواری کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔

(ابنِ ماجہ کتاب النکاح)

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ اَبِيْ زَوَّجَنِيْ ابْنَ اَخِيْهِ لِيَرْفَعَ بِيْ خَسِيْسَتَهُ قَالَ فَجَعَلَ الْاَمْرَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ قَدْ اَجَزْتُ مَا صَنَعَ اَبِيْ وَلٰكِنْ اَرَدْتُ اَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءَ اَنْ لَيْسَ إِلَى الْاٰبَاءِ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

(ابن ماجہ کتاب النکاح)

حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی حضور کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے کہ میرے ذریعے سے اپنی مفلسی دور کرے آپ نے اُسے اختیار دے دیا اس نے عرض کیا میں والد کے نکاح کو برقرار رکھتی ہوں لیکن میں نے یہ اس لیے کیا کہ آپ عورتوں کو بتلا دیں کہ والدین کا نکاح کے معاملے میں ان پر کچھ حق نہیں۔

اب اگر ذہنوں میں یہ بات پیدا ہو کہ بالغ لڑکیوں اور عورتوں کی اجازت اور ان کی رضا کے بغیر شادی ہو ہی نہیں سکتی۔ شریعت نے انہیں اتنا مختار بنا دیا ہے کہ وہ جس سے چاہیں نکاح کریں اور جس سے چاہیں نکاح نہ کریں اگر انہوں نے یہ شریعت کی طرف سے دیئے ہوئے ان اختیارات کو استعمال کر لیا اور اپنا نکاح اپنی مرضی و پسند سے کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

تو پھر ان احادیث کا کیا مطلب ہوا کہ

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ لَمْ تُنْکِحْھَا الْوَلِیُّ فِنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ

(ابنِ ماجہ جلد اول کتاب النکاح)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے وہ نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَفِیْ حَدِیْثِ عَآئِشَةَ وَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ.

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں اور حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی سلطان ہے۔

(ابنِ ماجہ جلد اول کتاب النکاح)

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ...... (ابنِ ماجہ کتاب النکاح)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں۔

اِن احادیث کریمہ سے نفس مسئلہ میں ٹکراؤ نہیں بلکہ یہ احادیث تو نقطۂ اعتدال پیش کرتی ہیں اس طور پر کہ لڑکی اگر اپنی مرضی سے غیر کفو اور غیر معیاری و ناپسندیدہ لوگوں میں اولیا اور سرپرستوں کی مرضی کے بغیر من مانی پر اتر آئے اور ایسی جگہ شادی کرنا چاہے تو ولی کو اختیار ہے کہ اسے من مانی کرنے سے روک دے اور اپنی نادانی اور ناتجربہ کاری اور سادہ لوحی سے جو منفی رخ اختیار کر رہی ہو اس سے باز رہ جائے تاکہ دو خاندانوں میں ٹکراؤ اور تصادم کی صورت نہ پیدا ہونے پائے اور عورت کو بھی یہ اختیار دیا کہ اسے اس کی مرضی کے خلاف اولیاء مجبور نہیں کر سکتے۔

اولیائے سرپرست حضرات اور والدین کو یہ ہرگز اختیار نہیں کہ وہ جب اور جہاں چاہیں صرف اپنی مرضی سے لڑکی کا نکاح کر دیں۔

اسلام کا عورتوں پر یہ زبردست احسان ہے کہ صدیوں سے ظلم وستم، مجبوری و بے بسی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی اس مظلوم مخلوق کو عزت و وقار اور مردوں کی اندھی غلامی سے آزادی دلائی۔

دراصل آزادیٔ نسواں کا سب سے پہلا اور سب سے زبردست علم بردار اِسلام اور صرف اِسلام ہے۔ آج جدید تہذیب اور ماڈرن سوسائٹی نے جو آزادی نسواں کا نعرہ لگایا ہے۔ یہ آزادی کے نام پر عورت کو خود فریبی میں مبتلا کرنا ہے۔ ان عصموں کا نیلام، عفتوں کا پوسٹ مارٹم اور ان کی حرمتوں کو مسلسل پامال کرتے ہوئے اسے ایک متاع بے توقیر بنانا ہے تاکہ اپنی آوارگی اور جنسی خواہشات کی سیرابی کے لیے وہ آسان اور سہل الحصول ہو جائے۔

شاد عارفی رام پوری نے کچھ اس طرح کی صورت حال پر بہت جل کر کہا ہے ۔

مری جاں تو ابھی تہذیب مشرق کی چنبیلی ہے
ابھی اُلفت میں کچھ گولیاں شوہر سے کھیلی ہے
مزے میں آج کل وہ جو آزادی کی چیلی ہے
میں کہتا ہوں اگر انداز مغرب تجھ کو چھو جائے
تو پکے آم کی صورت مرے پہلو میں آجائے
نہ میری آرزو کچلے نہ تیری آبرو جائے

اسلام اور تعدّد ازواج

اسلام کا ابرِ رحمت فاران کی چوٹیوں سے اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ایک بڑے حصے کو اپنے آغوش رحمت میں لے لیا۔ ہر چہار جانب اسی کے فیوض و برکات کا چشمۂ سیال لہریں لیتا دکھائی دینے لگا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دُنیا میں جب کوئی تحریک کوئی مذہب' کوئی قیادت' جتنی تیزی اور شدت کے ساتھ اٹھی اس کی مخالفت اسی شدت کے ساتھ کی گئی۔ اِسلام کے سیل رواں کو ہر زمانے میں اِسلام مخالف طاقتوں نے پوری شدت اور توانائی کے ساتھ روکنے کی اپنی تمام تر کوششیں کر ڈالیں مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
رُکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

سبیل نور کی طرح اِسلام کی حقیقت اور اس کے اثر و نفوذ کا دائرہ دن بہ دن وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔ دیدۂ حیرت سکتے کی حالت میں چہار دانگ عالم پر اس کی عظمت و شوکت' حشمت و رفعت' سطوت و جبروت کے پرچم کو لہراتا ہوا دیکھتا رہا۔ اِسلام سے ہر محاذ پر شکست کھانے والی بدترین اِسلام مخالف قوتوں نے اپنی تمام تر کوششوں تصادم اور مخالفتوں کی راہ اپنانے کے باوجود اِسلام کے پرچم اقبال کو بلند سے بلند تر ہوتا دیکھا تو شدید ترین نفرت و دشمنی میں اس قدر اندھی ہو گئیں کہ انہوں نے شرافت و تہذیب شائستگی و متانت صدق و دیانت کا پیرہن اتار کر عالم وحشت میں کذب' افتراء' دجل' فریب کا لبادہ اوڑھ لیا پھر تو دن رات زبان و قلم سے اِسلام کے خلاف ...... کردار کشی کی

مہم شروع کردی اور اپنے آزمائے ہوئے فارمولا (کہ ایک جھوٹ کو اتنی بار بولو کہ وہ سچ دکھائی دینے لگے) کے مطابق اِسلام کے ہر حسن کو قبح، ہر ہنر کو عیب، ہر فائدے کو نقصان، ہر اچھائی کو بُرائی، ہر نیکی کو بدی ثابت کرنے کے لیے اپنی اِنرجی توانائی اور صلاحیتوں کو ضائع کرنے لگیں اِسلام کے خلاف بے سروپا الزامات لا یعنی اعتراضات اور طرح طرح کے ہفوات وخرافات کا پہاڑ کھڑا کرنے لگیں۔

تاریخ کے طالب علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ غلام کا رواج اِسلام سے صدیوں پیشتر ایرانیوں، رومیوں، یہودیوں، نصرانیوں، یونانیوں، کلدانیوں غرض کی دنیا کی ہر قابل ذکر قوم اور مذہب میں انتہائی درندگی کے ساتھ جاری تھا غلاموں، کنیزوں، لونڈیوں باندیوں کو انسانی صف میں شامل کرنے کے لیے بزعم خویش ترقی یافتہ یہ قومیں تیار نہیں تھیں۔

جانور سے بدتر زندگی گزارنے کے لیے غلاموں اور لونڈیوں کو مجبور کردینے والی یہ قومیں اپنے اس شرمناک فعل پر بہت نازاں و مفتخر تھیں جس کے تذکرے سے قدیم انسانی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

اسلام نے غلامی کے رواج کو یک لخت ختم تو نہیں کیا مگر اس میں زبردست اصلاحات کیں نمایاں تبدیلیاں اور کافی سدھار پیدا کیا غلام اور غلامی کے بارے میں اتنا زبردست اور مستحسن قدم اٹھایا کہ غلامی کی پوری تاریخ میں پہلی بار غلام انسانوں بلکہ محترم انسانوں اور اشرف المخلوقات میں اپنا شمار کرنے لگے اِسلام ہی نے ان کے درد کو پہلی بار محسوس کیا اور انہیں بھی پہلی بار اِسلام کے نرم اور ٹھنڈی چھاؤں تلے منزل امان ملی اور انہیں اپنی قدر و قیمت کا عرفان ہوا یہ اِسلام ہی کا فیضان تھا کہ تاریخ انسان کا عظیم المرتبت انسان یعنی حضرت عمر فاروق اعظم کی ذات ماضی میں غلام رہے ہوئے ایک شخص کو سیدنا[1] کہا کرتی تھی، اسلامی تاریخ میں......

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

---

[1] مراد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں جو امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ محمد وارث جمال

کے جلوے جگہ جگہ نظر آنے لگے۔ خود غلاموں نے علم وفضل وتقویٰ کی بنیاد پر اسلامی تاریخ میں وہ بلند ترین مقام حاصل کیا کہ ان کے مناصب وجلیلہ اور مراتب علیا تک نظر اٹھا کر دیکھنے کے لیے شرفاء ونجباء کو اپنی ٹوپیوں اور دستار کو سنبھالنا پڑتا اور یہ اہلِ دولت وثروت ونجابت وشرافت ان کی بارگاہ علم وفضل میں باادب حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے تاریخ وسیر ومناقب کی کی کتب جن کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا!
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

اسلام کے اس مثالی کردار کو خراج تحسین پیش کرنے کے بجائے اِسلام دشمن طاقتوں نے اِسلام میں غلامی پر زبان طعن کو دراز کیا تو کرتی چلی گئیں۔ بے ہودہ ورکیک حملے کئے تو کرتی چلی گئیں حالانکہ انہیں غلامی سے متعلق اپنی تاریخ کو نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہیے تھا دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے سے پہلے اپنی آنکھ کی شہتیر کو بھی دیکھ لینا چاہیے تھا۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہو پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

اس طرح پیغمبر اِسلام حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات اور اِسلام کے تعداد ازواج پر بیہودہ گوئیوں' ہرزہ سرائیوں الزام' بہتان' افتراء طرازیوں کا بڑا دل آزار سلسلہ شروع کیا تو اس میں اپنی فطری کمینگیوں کی انتہا کردی۔

حالانکہ تعداد ازواج انبیاء ومذاہب کے لیے عیب تھا تو انہیں پیغمبر اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبیوں کی فہرست مذاہب وپیشوایان مذاہب کی تاریخ پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے تھی۔

کون نہیں جانتا کہ اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک سو بیویاں تھیں۔ ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سات سو بیویاں تھیں۔ ان اور تین سو

کنیزیں باندیاں تھیں۔[1] خود عیسائیت کے مشہور فرقے پروٹسٹنٹ کی ایک مشہور مذہبی شاخ ''مارمون'' میں تعداد ازواج پر کوئی پابندی نہیں' مذہبی پیشواؤں سے لے کر پیروکاروں تک بیویوں کے سلسلے میں کسی عدد و حصر کے پابند نہیں تھے بلکہ آئے دن نت نئے شاداب چہروں سے اپنی حرم کو آراستہ کیے رہتے۔ خود ہندو دھرم اوران کے نام نہادرِشیوں اوتارں' بھگوانوں اور مہان دیوتاؤں کا جائزہ لیجئے تو گوپیوں' کنیاؤں دیوادسیوں کی شکل میں سندر ناریوں کی ایک فوج نظر آئے گی۔[2]

اور وہ راجگان ہندو جو ہندو دھرم کے محافظ اور اُس کے ان داتا تھے ان کی حرم میں بیویوں' لونڈیوں' داشتاؤں کی تعداد کسی عدد کی پابند نہیں تھی۔

تو پھر اِسلام کے تعداد ازواج پر اسلام مخالف قوتوں کا اتنا ہنگامہ کیوں؟ خصوصاً ہندوستان کے جارح و فرقہ پرست' غیر مسلم بڑھتی ہوئی شرح آبادی کے پیشِ نظر اِسلامی شریعت میں ترمیم کے لیے آمادۂ پیکار ہیں اِسلام کا تعدد ازواج ان کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹک رہا ہے۔ عالم وحشت میں اپنا بھی سکون غارت کئے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں کو بھی کسی کروٹ چین نہیں لینے دے رہے ہیں نام نہاد ترقی پسند مسلم نما مرتدوں کو آلۂ کار بنا کر ایک دھما چوکڑی برپا کئے ہوئے ہیں۔

اسلامی شریعت میں ترمیم کی جائے' اسلامک لأ بدلا جائے ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کیا جائے۔ چار شادیوں پر پابندی لگائی جائے وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ تعداد ازواج دنیا کے بیشتر اقوام و مذاہب خاص کر مشرقی قوموں میں پیغمبر اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے بہت پہلے رائج تھا انتہائی بے قاعدگی اور شرمناک طریقے پر تعداد ازواج کے نام پر جنسی استحصال اور عورتوں کی پارمالی کا بازار گرم تھا۔ وہ بازار جنس کی متاع ارزاں بنا ہوا تھا۔ اور اس کا مصرف صرف مردوں کے جنسی خواہشات

---

[1] یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو انبیاء کی صف سے نکال کر بادشاہوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

[2] یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اسے روا قرار دینے کے لیے بزعم خویش ادویت واد کے سہارے کو کافی تصور کیا ہے۔

کی تسکین اور اس کی دل بستگی تھا۔ اِسلام نے اس میں باقاعدگی پیدا کیا اور اس کے لیے ایک مستحسن نظام بنایا اور تعدادازواج کی ایک حد مقرر کی تاکہ افراط وتفریط کے نتیجے میں انسانی معاشرہ گمراہ نہ ہو سکے اور جذبۂ شہوانیہ کی تسکین میں آدمی شتر بے مہار نہ بن جائے۔

شادی کا بنیادی مقصد حصول اولاد اور جذبۂ شہوانیہ کو تسکین دینے کے لیے ایک جائز راستہ ہے۔ تاکہ انسانی معاشرہ، صنفی انتشار جنسی بے چینی اور غیر فطری آلودگی سے پاک رہے۔

کثرت ازوا کا واحد سبب مرد کی بالادستی، حاکمیت، ہوس پرستی اور جذبۂ شہوت کے غلبہ ہی کو قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اور بھی عوامل ہیں جن کی وجہ سے انسانوں میں تعدادازواج کی رسم جاری ہوئی۔

اسلام نے ناگزیر صورت حال کی بنا پر تعدادازواج کی نہ صرف اجازت بلکہ اس کے لیے ایک معتدل پاکیزہ اور فطری راستہ اختیار کیا انسانی طبیعتوں پر نہ تو بالکل جبر کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی انہیں کھلی چھوٹ دی جا سکتی ہے۔ اِسلام کا کوئی قانون، وقتی، عارضی اور لمحاتی نہیں ہوتا بلکہ اس نے جو اصول، ضابطہ، قانون بنایا وہ ہمیشہ ہر دور ہر زمانے اور ہر ملک کے لیے ہے۔ جس پر جغرافیائی اقتصادی، سماجی اور معاشرتی عوامل اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

ہاں شاذو نادر طور پر شدید و ناگزیر حالات و کیفیات کی بناء پر اگر کسی چیز کی اجازت وقتی طور پر دی۔ تو سبب کے ختم ہو جانے پر اس پر سختی سے پابندی لگا دی۔

مثلاً نکاح المتعہ صدر اِسلام کے مخصوص حالات میں جائز قرار دیا گیا تھا جسے بعد میں ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ شروع شروع میں جب مسلمان اپنی بیوی سے طول علیحدگی کا عادی نہیں تھا اِسلام کی دفاع میں مسلمانوں کی جنگ کرنے کے لیے اپنی بیویوں سے الگ رہنا پڑتا تھا اپنے مردانہ جوہر کی زیادتی کے سبب ڈرتا تھا کہیں وہ جنسی ہیجان میں مبتلا ہو کر لواطت اور باہم بدفعلی میں نہ مبتلا ہو جائیں جس میں قومِ لوط غارت

ہوئی تھی اس خدشے کے پیشِ نظر اسلام نے عارضی شادی کی اجازت دی جسے متعہ کہا گیا اور جب یہ اسباب نہ رہے تو اس پر سختی سے پابندی لگادی گئی اور اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهُ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتْعَةَ يَوْمَ اَوْطَاسٍ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهٰى......

سلمہ ابن اکوع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے دن تین روز کے لیے متعہ کی اجازت دی پھر اس سے منع فرمادیا۔

وَاِنَّمَا رَخَّصَ الْمُضْطَرَّ مِنْ اَهْلِ الْعَسْكَرِ لَا الْمُسْلِمِيْنَ كَافَّةً كَمَا رَخَّصَ زُبَيْرًا لُبْسَ الْحَرِيْرِ لِدَفْعِ تَوَلُّدِ الْقُمَّلِ ثُمَّ نَهَاهُمْ نَهْيًا مُؤَبَّدًا

اجازت بھی مجبور و مضطر لوگوں کو دی عام مسلمانوں کو نہیں جس طرح ایک ضرورت کے تحت زبیر کو ریشم پہننے کی رخصت دی بعد میں ان کو ہمیشہ کے لیے منع فرمادیا

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ)

مسلم شریف ہی میں ہے کہ:-

اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي اِسْتِمْتَاعٍ مِنَ النِّسَآءِ وَاُحَرِّمُ ذَالِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اب قیامت تک کے لیے حرام قرار دیتا ہوں جس کے پاس ایسی کوئی عورت ہو اس کو چھوڑ دے اور جو دے چکے ہو اس میں کچھ واپس نہ لو۔

(مسلم جلد اول باب نکاح المتعہ)

یہ اسی طرح ہے جس طرح شراب عربوں کی معاشرت میں ضروریات زندگی کی طرح داخل تھی اور شراب نوشی ان کی فطرت بن چکی تھی۔ (الا ماشاء اللّٰہ) اسلام نے

اسے دفعۃً حرام نہیں فرمایا۔ بلکہ نہایت حکیمانہ انداز میں پہلے ان کے ذہنوں کو بنایا۔ اور جب دیکھ لیا کہ مسلمانوں نے اب اس کے سود وزیاں کو سمجھ لیا ہے اور اسلام کی روح بھی قلب میں اتر گئی ہے تو سختی سے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔

ابتدائی اسٹیج پر اِسلام نے نفسیاتی طریقے پر ان کے ذہنوں اور دل و دماغ کو اس طرف سے پھیرنے کی یوں کوشش کی:-

''یہ شراب ہے اس میں نفع و نقصان دونوں ہیں''

''لیکن اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ بڑا ہے''

اے ایمان والوں ان برتنوں کے استعمال سے بچو جن میں شراب کشید کی جاتی ہے۔

''اے ایمان والو نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ''

اور جب ذہن بن گیا تو بڑی سختی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے حرام فرما دیا:-

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ط (پ ۷ المائدۃ ع ۲)

مشرق کی آب و ہوا بھی کثرت ازواج کی متقاضی رہی یہاں بالخصوص عرب میں عورتیں جلد بالغ ہوتی ہیں۔ اسی تناسب سے جوانی کی آخری سرحدوں سے جلد ہی گذر جاتی ہیں اور ایاس برصغیر ہندو پاک میں بھی عورتیں عام طور پر ۴۰ سے ۴۵ سال کی عمر تک سن ایس میں داخل ہو جاتی ہیں اوران کے جنسی تقاضے بہت حد تک سرد پڑے جاتے ہیں۔

برخلاف مردوں کے کہ مشرق کی آب و ہوا کا پروردہ مرد خصوصاً عرب جنسی اعتبار سے اتنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے کہ وہ ایک عورت پر قناعت کر ہی نہیں سکتا اس لیے ایک سے زائد شادیوں کی وہ ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور اس کی تولیدی قوت بعض حالات میں عمر کے آخری حصے تک برقرار رہتی ہے اور جنسی تقاضوں کی تکمیل میں طویل العمری حارج نہیں ہوتی۔ اسی لیے وہ دوسری تیسری شادی کر کے ان عورتوں کے بطون سے

ہونے والے بچوں کی ذمہ داریوں کو بطور باپ کے قبول کر لیتا ہے۔

عرب مشرق کا ایک ایسا ملک ہے کہ جغرافیائی اعتبار سے اس کے آب و ہوا گرم ہے وہاں کھجوروں کی بہتات ہے جو ان کی ایک اہم غذا ہے اور غذا بھی کیسی قوت مردمی کا سرچشمہ محض۔ اپنے اسی مردانہ جوہر حیات کی بنیاد پر بغیر کسی مقصد اعلیٰ کے اِسلام سے پہلے ایک خوشحال عرب بیویوں' کنیزوں اور باندیوں کی ایک بڑی تعداد سے اپنی حرم کو آراستہ کئے رہتا۔ اس پر وہ قانع نہیں ہوتا۔ بلکہ شاداب چہروں کی تلاش جاری رکھتا۔ گویا شراب کی طرح کثرت مباشرت بھی ان کی زندگی کی ایک ضرورت بن چکی تھی۔ اور اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اس کے پاس عورتوں کی ایک چھوٹی سی فوج ہوتی۔ اسی بہتات اور کثرت پر اِسلام نے پابندی لگائی کہ نہیں تم ایسا اب نہیں کر سکتے ہو۔ البتہ تم اگر ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت محسوس کرتے ہو تو تمہیں ایک کڑی شرط کے ساتھ چار عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔ تمہیں ان تمام عورتوں کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک کرنا پڑے گا۔ اور یہ انصاف کھانے پہننے رہنے سہنے ہی تک نہیں بلکہ ان جسمانی ضرورتوں کے ساتھ بھی انصاف ضروری ہے۔

جب صورت حال یہ تھی تو انہیں ایک بیوی کا پابند بنانا ان کی فطرت پر جبر کرنا ہوتا۔ اور انسانی فطرت جبر برداشت نہیں کر سکتی نتیجتاً وہ اِسلام کو ایک سخت دین سمجھتے ہوئے اس سے متوحش ہو کر دور ہو جائے۔

پھر تعدد ازواج کو اِسلام نے مردوں پر فرض واجب اور ضروری قرار نہیں دیا کہ ہر حال میں تمہیں ایک سے زائد شادیاں کرنی ہی پڑیں گی۔ بلکہ شدید ضرورتوں کے پیش نظر اس بات کی گنجائش رکھی گئی کہ وقت پر مزید نکاح کیے جا سکتے ہیں۔

مثلاً بیوی دائم المرض ہو گئی یا کسی متعدد مرض کی شکار ہو گئی اس کی ناتوانی تمہاری توانائی کا ساتھ تمہارے حسب منشا دینے سے معذور ہے۔ تو یہ انسانیت کے خلاف ہے کہ جب تک وہ سراپا بہار تھی تب تک وہ تمہاری شریکِ حیات رہے اور جب اس کے گیسوؤں کا سایہ سمٹنے لگے۔ حُسن کی چھٹکی چاندنی پھیکی پڑنے لگے تو اسے تم اپنی زندگی

سے خارج کر دو۔

نہیں !اسے بھی بیوی کی حیثیت سے اس کے پورے حقوق کے ساتھ باقی رکھو اور اپنی ضرورتوں کی کماحقہ تکمیل کے لیے دوسری شادی کرلو۔

شادی کی بنیادی مقصد حصول اولاد ہے۔کبھی اولاد کے سلسلے میں شوہر بیوی سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے چھوڑ دے نہیں بلکہ خود اپنے چک اپ اور طبی معائنے کے بعد دوسری تیسری چوتھی کرے اگر اسے یہ استطاعت ہے۔

مردوں میں کچھ طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بیوی کے مثالی آئیڈیل اور قابلِ رشک ہوتے ہوئے بھی وہ صرف ایک عورت پر قناعت ہی نہیں کر سکتیں حریم ناز میں ایک پیکر رعنائی حسن و شباب کا جلوہ صد ہزار لیے نرگس میں اشتیاق و انتظار کی شمعیں جلائے آنکھوں کو فرش راہ بنائے۔ ہر آہٹ پر اس کی امیدوں کے دیپ ''جل' بجھ'' کرتے رہتے ہیں۔مگر وہ حرمان نصیب ہے کہ مزید کسی گل سبو' گل ہزارہ کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔گلیوں کوچوں میں کھیتوں اور باغات میں پارکوں اور لالہ زاروں میں کلبوں اور سینما گھروں میں عصر جدید کے نت نئے عشرت کدوں میں' لذت کشید کرنے میں مصروف رہتا ہے۔

گذر ہی جائیں گی فرقت کی یہ کڑی راتیں
جو تو نہیں نہ سہی تیرا انتظار تو ہے

فطرت کی کجی کا حال یہ ہے کہ بغل میں ایک رشک قمر لے کر چل رہا ہے مگر آنکھیں سینکنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دینے کے لیے تیار نہیں' چاہے نگاہوں کا مرکز کوئی غیرت ناہید ہو یا وادی ظلمات!

اپنی خوبصورت و بے مثال بیوی کے مقابلے میں دوسرے کی معمولی اور غیر معیاری عورت زیادہ اچھی لگتی ہے۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ جس مرد کی طبیعت صرف ایک عورت پر قناعت نہیں کر سکتی۔

وہ اپنی ذوق و تشنگی کی تکمیل کے لیے جو بھی قدم اٹھائے گا وہ غلط' ناجائز' حرام اور غیر قانونی ہوگا۔ تو گناہ اور حرام راہ اختیار کرنے سے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی پسند کی مزید شادیاں کرلو تاکہ ماحول پاکیزہ اور معاشرہ جنسی آلودگی و بے حیائی سے محفوظ رہے۔

الغرض ناگزیر حالات اور اجتماعی ضرورتوں کے پیشِ نظر اِسلام نے عدل وانصاف کی شرط لگا کر ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ انسان اپنی جنسی تسکین کے لیے غیر فطری' غیر اخلاقی' غیر قانونی' غیر شرعی حرکتوں کا مرتکب ہو۔

بالعموم جنگ میں مارے جانے والے زیادہ تر نوجوان مرد ہی ہوتے ہیں۔ اور یہ جنگ ہر زمانے میں انسانوں پر کسی نہ کسی نوعیت سے مسلط رہتی ہے۔ تو کثیر تعداد میں مارے جانے والوں کی نوجوان بیواؤں کو کہاں لے جایا جائے۔

تاریخ کی سب سے طویل حالیہ جنگ ایران وعراق ہی کو لے لیجئے جو سات سال سے جاری ہے۔ دونوں طرف سے لاکھوں نوجوان قتل ہوئے۔ جس کے نتیجے میں لاکھوں لاکھ نوجوان عورتیں بے امان ہوگئیں۔ ان کے سروں سے سہاگ کی چادریں گئیں۔ ان کی کشتی حیات کی پتوار ٹوٹ چکے تو کیا اب وہ زندگی بھر ساحل مراد سے محروم رہ جائیں! ان کی ضرویات زندگی مچلتی آرزوؤں اور سلگتے جذبات پر ہمیشہ کے لیے محرومیوں کی چادریں تان دی جائیں۔

ایسے ہی وقت میں معاشی اقتصادی اور ملک ومعاشرہ کی اجتماعی ضرورتوں کے پیش نظر تعدد ازدواج کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ اور کنواری لڑکیوں کے مقابلے میں ان عورتوں کو تنہا زندگی بہت زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ جو شوہر دیدہ اور چشیدہ ہوتی ہیں ازدواجی زندگی کی جو پر کیف اور پر مسرت ساعتیں وہ اپنے شوہروں کے ساتھ گذار چکی ہوتی ہیں۔ ان کی صدائے بازگشت ان کے جذبہ واضطراب کے لیے بڑا صبر آزما ہوتی ہے

گذر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن
بہت اداس بہت بے قرار گذرے گی

آج ملک میں ہر چہار جانب جگہ جگہ لاکھوں کروڑوں کی پروجیکٹس بیت الامان اور بیواؤں کے آشرم کھلے ہوئے ہیں جن سے ان کے تن کو کپڑا پیٹ کو روٹی اور رہنے کی عارضی سائبان مل گیا ہے۔

مگر ان کے فطری جذبات اور جنسی تقاضوں کی تسکین کیلئے کون سا طریقہ کار متعین کیا جائے گا۔ کیا ان کے جمال ودلکشی اور رعنائی شباب کی حشر آفرینی' آہوں' آنسوؤں' سسکیوں اور کراہوں ہی کی نذر ہو کر رہ جائیگی؟ کیا وہ فطری جذبات کے بہاؤ میں جنسی کجروی کا شکار ہو کر باہم جنس پرستی میں مبتلا نہیں ہوسکتیں؟

کیا جذبات کی اندھی آندھی میں وہ غیر فطری طریقہ کار اختیار کرنے پر مجبور نہیں ہوں گی......؟

انہیں تمام آلائشوں اور جنسی بے راہ رویوں کے سد باب کے لیے عدل کی شرط لگا کر اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی'

عام طور پر ہر زمانے میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ اور جوں جوں دنیا کی عمر بڑھتی جائے گی لڑکیوں کی کثرت ہوتی جائے گی۔ اور اگر آج کسی شہر کا' قصبے ضلع وتحصیل کا سروے کیا جائے تو لڑکوں کی تعداد اگر پانچ ہزار ہے تو لڑکیوں کی تعداد دس ہزار۔ تو اب اگر ایک سے ایک ہی کا انگیج منٹ صحیح نہیں مانا جائے تو بقیہ پانچ ہزار کو کہاں لے جایا جائے بڑے سے بڑے سرمایہ دار اور کروڑ پتی اپنی جوان بیٹی کو اپنے گھر بیٹھائے نہیں رکھ سکتا۔ اپنی بیٹی کے مستقبل کو کسی نہ کسی مرد کے سپرد ہی کرنا ہے۔ خود عورت کا وجود اپنی تمام تر دل آویزیوں کے باوجود اپنی تکمیل میں کسی نہ کسی مرد کا محتاج ہے۔ کہ تخلیق کا پہلا مرحلہ ہی اس کے مکمل وجود کی علامت بنتا ہے۔

آج لڑکیوں کی شرح پیدائش کی کثرت کے پیش نظر کنواری لڑکیوں کا مسئلہ تشویش ناک بن چکا ہے۔ اور اگر دیکھا جائے تو ہزاروں کنواری لڑکیاں سہاگ کے انتظار میں بڑھاپے کے دہلیز کے قریب پہنچ چکی ہیں تو جہاں کنواریوں کیلئے سیکڑوں مسائل سر اٹھائے کھڑے ہوں۔ وہاں پر بیوہ اور مطلقہ عورتوں کے کس مپرسی کی کیفیت

کیا ہوگی۔

حالانکہ بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کرنا اِسلام میں عیب نہیں بلکہ آقائے کائنات صاحب لولاک حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم نبوت میں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے سوا ساری امہات المؤمنین بیوہ اور مطلقہ ہی تھیں۔ آپ نے انہیں اپنی زوجیت کا شرف بخش کر اپنی امت بلکہ قیامت تک آنے والی تمام انسانی نسلوں کو عملی سبق دیا ہے۔

صرف بیوہ یا مطلقہ ہونے کی بنیاد پر ان عورتوں سے اعراض کم از کم ایک مسلمان مرد کیلئے ایک بڑی محرومی کی بات ہے۔ آج اگر دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام عالم اِسلام کے قانون طلاق وخلع کے ساتھ ساتھ اس کے طریقہ تعددِ ازواج کو بھی اپنالیں تو دنیا سے عورتوں کی بے قدری ختم ہو جائے۔ اور آج جن عورتوں کے وجود سے کائنات کی وسعتیں تنگ ہوتی جارہی ہیں۔ جو والدین' اولیاء اور سر پرستوں کے لیے ایک بوجھ محسوس ہو رہی ہیں۔ ان کی قدر و قیمت کافی بڑھ جائے اور دنیا بھر میں عورتیں ایک متاع گراں قدر بن جائیں۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ اِسلام نے ناگزیر حالات اور اجتماعی ضرورتوں کی بنیاد پر متعدد شادیوں (چار تک) کا حکم دیا وہ بھی عدل کی شرط لگا کر۔ تاکہ معاشرے میں نکاح کی جگہ سفاح (بدکاری) احصان و پاکیزگی کی جگہ زِنا' عصمت وعفت کے بجائے صنفی انتشار و بے قاعدگی' جنسی بے راہ روی وآزادی نہ پیدا ہو۔ اور تہذیب کی بنیادیں کمزور نہ ہوں۔ افراد اور جماعتیں ان خرابیوں میں الجھنے کے بجائے آگے بڑھ کر انسانیت کی تعمیر کا کام انجام دیں۔

اور اس صالح اور صحت مند قدروں پر فروغ یافتہ تمدن کی بنیاد رکھیں۔ جس پر روحانیت و ربانیت کا کامل حکمرانی ہو۔ عالمی تاریخ میں تعدد ازواج اِسلام کی بدعت نہیں۔ بلکہ انسانی تاریخ میں اِسلام سے بہت پہلے کثرت ازواج کی تین قسمیں ملتی ہیں۔

(۱) ایک شوہر کی کئی بیویاں

(۲) ایک بیوی کے کئی شوہر

(۳) اشتراک فی النسوان (یعنی جنسی اشتراکیت)

خواہش شہوانیہ کے لیے جنسی اشتراکیت کے پیش نظر ایک عورت صرف عورت ہے۔ ماں، بہن بیٹی، بیوی، پھوپھی، خالہ کا کوئی استثنائی تصور نہیں۔ یہ جنسی اشتراکیت تو بہت شاذ و نادر رہی۔ ایک مختصر عرصہ کے لیے یہ ایران کی قدیم معاشرت میں داخل ہوگئی تھی۔ جس کے فروغ میں مزوق و مزوقیت کا بڑا ہاتھ تھا۔ بلکہ ومزوقیت ایک مذہب کی شکل میں اشتراک فی النسوان کی زبردست داعی تھی۔ یہ وقت کا بڑا المیہ تھا کہ اوباش فطرت لوگ مزوق کے گرد جمع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کو ایک بڑی طاقت حاصل ہوگئی۔

غریب کمزور لوگ تو الگ رہے اہل ثروت و دولت، اصحاب جاہ وحشمت حدید کے اقتدار وقت بھی اس وقت اپنے کو غیر محفوظ سمجھنے لگا تھا۔ بالآخر مزوق کے ساتھ یہ زبردست فتنہ بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا۔ وقت کے غبار میں وہ ایسا دب گیا کہ اب اس کے نام ونشان صرف تاریخ کے صفحات پر ملتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اس طرح کی غلاظتوں کو مذہبی تعاون نہیں مل سکا۔

البتہ اس سے تقریباً کسی حد تک ملتی جلتی شکل قدیم ہندی معاشرت میں داخل تھی۔[۱] شوہر کی موجودگی اور اس کے علم و اطلاع میں ہوتے ہوئے اس معاشرے اور رُتبے کا آدمی شوہر کے سامنے اس کی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں اس کو لے جا کر اس سے تسکین حاصل کر سکتا تھا۔ اور شوہر دیکھتے ہوئے یہ جبر برداشت کرتا۔[۲]

۱۔ کام سوتر کے بنگالی ترجمے کا مقدمہ از ڈاکٹر ایس این پانڈے

۲۔ شویت کتیو ایک روز اپنے باپ ادالک کے پاس بیٹھا تھا۔ اس کی ماں تھوڑی دور پر گھریلوں کاموں میں مصروف تھی۔ اچانک ان لوگوں کی جھونپڑی کے سامنے ایک اجنبی براہمن آپہنچا۔ جس طرح درندہ اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے اسی طرح وہ براہمن ادالک کی عورت کا استعمال کرنے کے بعد چلا گیا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور بیوی نہ چاہتی ہوئی بھی اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے مجبور تھی کہ اس وقت ہندو معاشرت میں یہ بات معیوب نہیں سمجھی جاتی تھی۔

چند شوہری رواج عہد قدیم ہی سے کسی نہ کسی نوعیت سے محدود طور پر ہر زمانے میں جاری تھا۔اور آج بھی یہ رسم دنیا سے بالکل ختم نہیں ہوگئی ہے۔

مہا بھارت کی لڑائی میں جن پانڈوں کا ذکر ملتا ہے کہا جاتا ہے کہ ان کی مشترکہ شادی خوبصورت آنکھوں والی دوپدی سے ایک ساتھ ہوئی تھی۔ اور وہ نرگسِ مست ناز بیک وقت ان پانچوں کی تنہا بیوی تھی۔

میران نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

سواحل مالا بار پر نائر قوم میں چند شوہری رواج تو عام طور پر جاری تھا۔ نائر عورت کو اپنی پسند کے بارے شوہر رکھنے کا اختیار تھا۔گذشتہ اوراق میں جس کی تفصیل گفتگو ہو چکی ہے۔

شمالی ہند کے بعض کوہستانی علاقوں میں آسام کے کام روپ اور لداخ کے بعض حصوں میں آج بھی مشترکہ بیویوں کا رواج باقی ہے۔ جسے انگریزی میں پالی انڈری کہتے ہیں۔

اس عہد ترقی میں صوبہ مہاراشٹر کے اہم شہر یونان کے عالمی شہرت یافتہ بھگوان کہلانے والے آچاریہ رجنیش کے گرد دولت مند جنس زدہ ایجوکیٹیڈ جاہلوں کی ایک بہت

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) اس سے شویت کیتو کے دل میں زبردست چوٹ لگی۔اور اس نے اپنے باپ کے سامنے اپنے رنج والم کا ظاہر کیا۔اس کے باپ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا بیٹے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ یہی معاشرت کا رواج ہے'' لیکن بچے کو اس سے تسلی حاصل نہ ہوئی اس ظلم کے خلاف اس کے دل میں شدت پیدا ہوئی۔ بلوغ کو پہنچنے پر بھی اس دردناک واقعہ کو شویت کیتو نہ بھول سکا۔اسی نے سب سے پہلے اس بدکاری سے اپنے معاشرے کو بچانے کے لیے بیاہ کو اس طرح رواج دیا کہ دوسرے کی عورت کیساتھ مباشرت کرنا معاشرتی جرم قرار پایا۔ کام سوتر کے بنگالی ترجمے کا مقدمہ از ڈاکٹر ایس این پانڈے......

بڑی بھیڑ جمع ہو چکی ہے۔ اس کی مذہبی فلسفہ اور بنیادی تعلیم۔ سیکس، جنس، شہوت، لذت جماع، خواہش نفس جنسی، تلذذ، اور اس کی کمیت و کیفیت کی نئی تعبیر و تشریح ہے۔

اس کے مذہب میں انسانوں کا مقصد تخلیق ہی جماع و مباشرت ہے۔ اس کے لیے مرد اور عورت کا باہم فطری حجاب انسانیت کی معراج کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ اور فنا للبقاء کی منزل کے حصول کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ حجاب، شرم، حیا اس کے نزدیک سیکس، شہوت اور جنسی تلذذ کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ اس کے یہاں مکت، نجات، نروان فنا للبقاء کی منزل مراد جماع و مباشرت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کی تبلیغ و اشاعت میں وہ اور اس کے چیلے رات میں دن ایک کئے ہوئے ہیں۔ لاکھوں روپے اس کی لٹریچر کی اشاعت پر خرچ کر رہے ہیں۔

جنسی تلذذ اور خواہشات نفس کی تسکین کے مقابل انسانی رشتوں کی ہر حیثیت اس کے نزدیک ثانوی ہے۔ اپنے ان تبلیغ کے جلسوں اور اجتماعی نشو و نما میں جن میں ایک ساتھ باپ، بیٹے، بھائی، ماں، بہن، بیٹی بھانجی سب کی شرکت ہو۔ علی الاعلان بے جھجک سیکس، شہوت، جنسی تلذذ کی باریکیوں اور بھرپور افادیت پر اس کی تقریر پھر اس کی لٹریچر کی شکل!

خود اس وقت میرے سامنے اس کی تقریروں کا ایک اہم مجموعہ ''بھوگ سمادھی کی اور'' کا اردو ایڈیشن ''جماع سے سوئے فنا'' رکھا ہوا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے گرد مادر، پدر آزاد جنس زدہ ماڈرن کج رووں، گمراہوں کی بھیڑ کیوں اکٹھی ہے۔ العیاذ باللہ العظیم۔

انسانی قدر کی قامالی، جنسی کجروی، اخلاقی بے راہ روی اور معاشرتی بدحالی کا عالم یہ ہے کہ جو نام نہاد تہذیب مغرب سوئے اتفاق سے عیسائیت کی دعوے دار بھی ہے۔ اس وقت اس کا ایک بڑا طبقہ تیزی کے ساتھ Six Nine Play (٦٩) سکس[1] نائن پلے کی لعنتوں میں مبتلاء ہے۔

---

[1] اقضاء لشهوة الجنسية تمص المرأة ذكر الرجل بفمها ويلعق داخل فرجها بلسانه

آج کا مغرب اخلاقی بے ہوگی، جنسی کجروی، بے حیائی، بے شرمی بے غیرتی میں مشرق کی اس ہندو معاشرت سے مقابلہ آرائی میں مصروف ہے جو کے یہاں کبھی معیوب نہیں تھی۔ اور کون جانے اس کے مذہبی ٹھیکیداروں کا علم سینہ مخصوص حالات میں مخصوص لوگوں کے لیے آج بھی معیوب نہ سمجھا جاتا ہو؟

گویوتھک:۔ خواہشات نفس کی تسکین کا وہ طریقہ کہ ایک مرد ایک بستر پر ایک ہی وقت دو عورتوں کے ساتھ مباشرت کرتا۔

سنگھاٹک:۔ بیک وقت آمنے سامنے کئی عورتوں سے لطف اندوز ہوتا۔

جنسی تلذذ کیلئے انتہائی بے شرمی کے ساتھ ایک ذلیل طریقہ یہ اپنایا جاتا کہ بالکل برہنہ حالت میں میں پہلا مرد ایک ننگی عورت کو اپنے آغوش میں لیے رہتا۔ دوسرا صرف بوس وکنار کرتا۔ تیسرا اس کے تدیین (پستانوں) سے کھیلتا۔ اور چوتھا مباشرت کرتا۔ پھر ترتیب بدل دی جاتی یہاں تک کہ ایک ایک اس سے اپنے جنسی تقاضوں کی تکمیل کر لیتا۔

(کام سوتر از واتساین)

ابھی سے کیوں چھلکتے ہیں تمہاری آنکھوں سے آنسو
ابھی چھیڑی کہاں ہے داستان دردِ دل ہم نے

مجبور ہو کر ہم نے اس گندی معاشرت کے گندے آئینے صرف اس لیے دکھائے ہیں کہ اِسلام کے روشن بے غبار بے مثل آئینے پر تاؤ کھانے والے اس پر تھوکنے کی جرأت کرنے سے پہلے اپنی گندی تہذیب وتاریخ کے تاریک آئینے کو بھی ایک نظر دیکھ لیں۔

بنے مجبور ہو کر سنگدل ہم اس ستمگر سے
جواب آخر ہمیں دنیا پڑا پتھر کا پتھر سے

خدارا ہماری اس جرأت مندانہ تحریر کو بے حیائی سے تعبیر نہ کیا جائے۔ اِسلام کے اس پاکیزہ، صالح، صحت مند، فطری اور ایک اجتماعی نظام تعداد ازواج کو لے کر عالمی سطح

اِسلام اور مسلمانوں کی جو تصویر پیش کی جاتی ہے وہ بہت دل آزاد ہوتی ہے۔ اور اَلْکُفْرُ مِـلَّةٌ وَّاحِـدَةٌ کی بنیاد پر سارے کفر مل کر اِسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔

دل سُلگتا ہے چہرے سے دھواں اُٹھتا ہے
احتیاطوں کے جہنم کو بجھا دے کوئی!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مرد کے لیے چار
اور عورت کو ایک ہی کیوں؟

یہ پہلے عرض کیا جا چکا کہ کثرت ازدواج کی تین قسموں میں سے صرف تعداد ازواج Polygamy ہی اپنی ہمہ گیر افادیت کے ساتھ آج تک باقی رہ گیا۔ جنسی اشتراکیت اور چند شوہری رواج عملاً تقریباً ناپید ہی ہے۔ بہت ہی محدود طور پر اگر دنیا کے کسی گوشے میں ہے بھی۔ تو شاذ و نادر جو نا قابل اعتناء ہے۔

چند شوہری رواج نا قابل عمل اس لیے ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی فطرت کے خلاف ہے۔ مرد کی فطرت کے خلاف تو بایں طور کہ مرد اپنی بیوی میں کسی دوسرے کی شرکت گوارہ ہی نہیں کر سکتا۔ اور ایک اہم بات یہ ہے کہ اس میں نسب محفوظ ہی نہیں ''اولاد سے ایک انسان کا تعلق'' اس کی فطرت میں داخل ہے۔ ایک بیوی کے چند شوہر ہونے میں اولاد کی نسبت ہی مجہول ہو جاتی ہے۔

اسلام جو زنا کو حرام فرمایا اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نسب محفوظ رہ سکے ورنہ پتہ ہی نہیں چل سکے گا کہ بچہ کس کا ہے اور اولاد کی نسبت کس مرد کی طرف کی جائے اور پھر ایک عورت میں متعدد مردوں کی شرکت یہ بجائے خود ایک شرمناک فعل اور انتہائی بے حیائی ہے۔

اسلام چونکہ ایک ستھرا' پاکیزہ' فطری مذہب ہے لہٰذا وہ اس بے شرمی کو کیوں کر پسند کر سکتا ہے۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (پ ۱۵ ع ۴) — اور وہ بدکار کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط — بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے (پ ۲۱ ع ۱)

اَلْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ ط — بُرائی سے روکنے والی حیا ایمان کامل کا ایک حصہ ہے۔

اَلْحَيَآءُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ ط — بُرائی سے روکنے والی حیا ایمان کامل کا آدھا ہے۔

اسلام تو ایک ہی وقت در سگی بہنوں کے ساتھ نکاح کرنے کو حرام قرار دیتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ شرم و حیا بھی ایک متاع گراں قدر ہے۔ تا کہ احساسِ حیا مجروح نہ ہو اور شرم کی حرمت پامال نہ ہو۔

ایک عورت کے ساتھ متعدد مردوں کے نکاح کے جائز نہ ہونے کی وجہ نسب کی حفاظت اور بے شرمی و بے حیائی سے اجتناب ہے مولائے کائنات شیر خداء حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں چالیس عورتوں کا ایک وفد آیا۔ ایک سے لسّان و چرب زبان' انہوں نے اپنی طاقت لسانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کیا۔

''امیر المؤمنین ہم سب اس لیے حاضر ہوئی ہیں کہ آپ سے حقوق نسواں کے تعلق سے کچھ عرض کریں''

فرمایا کہو جو کچھ کہنا ہے۔

''اسلام نے ہم عورتوں کے ساتھ مردوں کے مقابلے میں امتیازی سلوک کیا ہے''

وہ کیسے......؟' کیا یہ صحیح نہیں کہ اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی ہے''

''بے شک عدل وانصاف کی شرط کے ساتھ اسے چار تک کی اجازت ہے''۔

''تو ہم عورتوں نے کیا قصور کیا؟ ہمیں چار مرد کرنے کی اجازت کیوں نہیں''......؟

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کے لیے نبی کریم کا ارشاد ہے:

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ط میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

چاہتے تو ان عورتوں کے سامنے دلائل و براہین فصاحت و بلاغت کا دجلہ وفرات بہا دیتے۔ مگر اپنے ذہن وفکر علم وفضل کی سطح و مرتفع سے اتر کر ان کی ذہنی سطح کے مطابق سائنٹفک اور بالکل سادہ سا عقلی طریقہ کار استعمال فرمایا:

ان سب کو ایک ایک پیالے میں پانی دے کر فرمایا کہ اس بڑے برتن میں سب اپنے اپنے پیالوں کا پانی ڈال دو۔ جب سب نے تعمیل ارشاد کر لی۔ تو فرمایا ''اچھا اب اپنے اپنے پانی کو پہچان کر اپنے اپنے پیالوں میں لے لو۔ لیکن خیال رہے کہ صرف اپنا اپنا پانی لو دوسرے کا نہیں''۔

عورتوں نے بڑی حیرت سے عرض کیا امیر المؤمنین یہ کیوں کہ ممکن ہو سکتا ہے۔ پانی کی ہیئت و ماہیت ایک ہی طرح ہے اور وہ سب آپس میں مل گیا ہے اب اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے کہ یہی میر پانی ہے۔

''آپ نے فرمایا کہ بس ٹھہر جاؤ''۔

مادۂ منویہ کی ہیئت بھی ایک ہوتی ہے اور اس کی ماہیت بھی ایک۔ ایسا نہیں کہ کالے مرد کو مادہ تولید کالا اور گورے مرد کی منی سفید ہو۔ جس طرح ایک بڑے برتن میں اپنے اپنے پانی کی شناخت محال۔ یوں ہی جب ایک عورت کے متعدد شوہروں گے تو وہ لازماً ہر مرد سے ہم بستر ہو گی۔ جس کے نتیجے میں استقرار حمل ہو گا پھر جب بچہ پیدا ہو گا۔ اس کی پہچان کیوں کر ممکن ہو گی۔ کہ یہ فلاں مرد کا بچہ ہے فلاں کا نہیں۔ اس بچے کی نسبت کا تعین ہی محال ہو جائیگا۔

بات بہت معقول، بہت سائنٹفک، بہت فطری بہت آسانی سے سمجھ میں آنے والی تھی۔ اس لیے وہ سب آپ کے اس نفیس طریقۂ استدلال سے بہت خوش ہوئیں۔ اور بہت مطمئن ہو کر وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئیں۔ تعدد ازواج مرد کے لیے باعث افتخار ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی عورت کیلئے بیک وقت چند شوہروں کا ہونا اس کے لیے کوئی قابلِ فخر

بات نہیں اور نہ ہی یہ فعل اس کے حق میں سودمند ہوسکتا ہے۔

اس لیے کہ مرد کو اولاً عورت کا جسم مطلوب ہوتا ہے۔لیکن عورت مرد کے جسم کے ساتھ ہی ساتھ شروع ہی سے اس کے دل اور اس کی محبت کی طلب گار ہوتی ہے۔مرد کو اس عورت کے جسم پر مکمل اختیار ہوتا ہے وہ عام طور پر اس کے دل پر حکمرانی کا آرزومند نہیں ہوتا اس لیے تعدداز واج کی صورت میں عورت کے قلبی تعلق سے محرومی مرد کے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ بر خلاف عورت کے کہ شوہر کا التفات اس کی والہانہ وابستگی اس کے دلی احساسات اور مخلصانہ جذبات ہی عورت کا سب کچھ ہوتا ہے اگر وہ شوہر کی التفات سے محروم ہوجائے تو سب کچھ ہونے کے باوجود بالکل تہی داماں ہوتی ہے۔

گویا ازدواجی زندگی کے دو عناصر بہت اہم ہوتے ہیں، مادّی روحانی۔

مادّی: یہ وہ جنسی جذبہ ہے جو جوانی میں انتہائی پُر جوش اور عروج کے نقطہ انتہا پر ہوتا ہے۔لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کا جوشِ جنوں قدرے کم، پھر معتدل، پھر بتدریج سرد پڑ جاتا ہے۔

روحانی: عنصر سے مراد ایک شئی لطیف و نازک یعنی نازک احساسات اور مخلصانہ جذبات ہیں۔ جو وقت کے گذرتے کے ساتھ ساتھ مضبوط پُر زور اور شدید تر ہو جاتے ہیں۔ اور رفاقت کی ایک منزل ایسی بھی آجاتی ہے۔ جہاد مادّی عنصر، جنسی جذبہ، قوت شہوانیہ کا دور دور تک پتہ نہیں ہوتا۔ مگر وہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں۔ جسے عنصر روحانیہ ہی کا شاخسانہ کہا جاسکتا ہے۔

مرد اور عورت میں ایک واضح فرق یہ ہوتا ہے کہ مرد کے لیے پہلا عنصر یعنی جنسی، جسمانی، شہوانی، زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

لیکن ایک عورت کے لیے ازدواجی زندگی کا روحانی عنصر کا اس کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔

چند شوہروں کی صورت میں عورت اپنی روحانی عنصر سے محروم ہو جائے گی۔ اور وہ مرد کا خلوص، محبت، حمایت اور جذبہ ایثار کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتی۔ کہ چند شوہری قحبہ گری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

جب تک اس کے اندر ناز ہے، انداز ہے۔ غمزہ ہے، غرور ہے، دلکشی، رعنائی، جاذبیت، شباب کا موسم بہار اور جمال و زیبائی ہے۔ جب تک وہ ہر شوہر کی نگاہوں کا مرکز توجہ ہے اور جہاں اس کے حُسن کی چھٹکی چاندی مدھم پڑی، شباب کے موسم بہار نے رختِ سفر باندھا، رعنائی حیات نے چہرہ چھپایا، ابرو کی چڑھی کمانیں ڈھلی پڑیں، حسن ناز شکن آلود ہوئی، سُلگتے اخسار کی آنچ کم ہوتی، مہکتی زلفوں کا سایہ گھٹا، جمال و دلکشی اور رعنائی شباب نے الوداع کہا، تو پھر کسی شوہر کی طرف سے خلوص و محبت، اپنائیت اور تحفظ نہیں مل سکے گا۔

اور اس کی مثال دھوبی کے اس کتے کی سی ہوگی جو نہ گھر کا ہوتا ہے نہ گھاٹ کا ۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم !!
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہتے

اسلام اور طلاق

نکاح ایسے اصول و ضابطے کا نام ہے جو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کے ذریعے ایک غیر اور اجنبی مرد ایک غیر اور اجنبیہ عورت ایک دوسرے کے لیے حلال و جائز ہو جائیں اور اللہ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے وہ ایک دوسرے کے پابند ہو جائیں۔ یعنی نکاح کرنے سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اور شوہر اس کے تمام ضروریاتِ زندگی کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔

انہیں پابندیوں اور ذمہ داریوں کے درمیان سے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔

اَلطَّلَاقُ فِی اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنْ رَفْعِ الْقَیْدِ وَفِیْ اِصْطِلَاحِ الْفُقَهَاءِ عِبَارَةٌ عَنْ حُکْمٍ شَرْعِیٍّ یَّرْفَعُ ذٰلِكَ الْقَیْدَ النِّکَاحِیَّ بِاَلْفَاظٍ مَخْصُوْصَةٍ ۔	طلاق لغت میں مطلقاً قید کا اٹھا دینا ہے اور اصطلاحِ فقہا میں نکاح کی قید کا اٹھا دینا ہے الفاظِ مخصوصہ کے ذریعے۔

نکاح کے زائل ہونے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی کے کئی ذرائع ہیں۔

طلاق، خلع، ایلاء، فسخ نکاح

اس زمانے میں میاں بیوی میں تفرق کے لیے اکثر طلاق کا رواج ہے۔ خلع ایلاء فسخ نکاح کو تو عام طور پر مسلمان سمجھتے بھی نہیں۔ حالانکہ طلاق کے ساتھ ہی ساتھ ان کا بھی علم ہونا ضروری ہے۔ اور آج زوجین کے درمیان غیر یقینی حالات کے پیشِ نظر خلع و

فسخ و نکاح وغیرہ کی معلومات کا حاصل کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ مرکزی حیثیت کے دارالافتاء اس طرح کی صورتِ حال سے کافی حد تک دو چار ہیں۔

جس طرح شرع نے مرد کو حسبِ ضرورت یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جب چاہے اپنے حقوقِ زوجیت سے دست بردار ہو جائے۔ لیکن اسے سخت ناپسند فرمایا ہے اور انتہائی ناگزیر حالات کی بنا پر کسی طرح نباہ نہ ہونے کی صورت میں حکیمانہ انداز میں اس کی اجازت دی ہے۔

یوں ہی عورت کو بھی یہ اختیار دیا ہے کہ اگر اس کا نباہ شوہر کے ساتھ نہیں ہو سکتا اس کے ساتھ زندگی خوشگوار نہیں رہ سکتی وہ شوہر کے حقوق اور اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکے گی اور شوہر کسی وجہ سے طلاق دینا نہیں چاہتا۔ تو وہ خلع کے ذریعے اپنے شوہر کی قیدِ نکاح سے نکل جائے۔

سرِ دست ہم طلاق پر گفتگو کریں گے اس کے بعد ایک مختصر سی گفتگو خلع، ایلاء، ظہار فسخ پر کر کے اپنی بات ختم کر دیں گے۔

اسلام کا ہر قانون، الٰہی قانون ہے جو فطرت کے تمام مقتضیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ برخلاف انسانی قانون کے۔ کہ انسانوں کے ہاتھوں کا بنایا ہوا قانون وقتی، عارضی، غیر مستقل اور ناپائیدار ہوتا ہے۔ حالات کی برہمی اور بدلتے ہوئے ماحول میں اس کی تصویر بے بسی بڑی عبرت انگیز ہوتی ہے۔

اور اللہ جل جلالہ جو قانونِ زندگی دستورِ حیات اور اصول و ضابطہ بناتا ہے وہ رہتی دُنیا تک کے لیے ہوتا ہے۔ حالات کا اُتار چڑھاؤ اور اُس پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔

اسلام کا قانون طلاق و خلع کا ابتداء میں ہندوؤں اور عیسائیوں نے بڑا مذاق اُڑایا۔ اور اس کے خلاف سخت جارحانہ و تنقیدی جسارتیں کیں اور اس سے اپنی شدید نفرت و بے زاری کا اظہار کیا۔ اور اپنے غیر فطری غیر انسانی اور بے لچک ضابطۂ حیات پر بڑے نازاں و مفتخر رہے۔ مگر حالات و واقعات نے بہت

جلد ان سے اسلامی قانون کی فطرت صداقت کا لوہا منوالیا۔ اور کل تک اس قانون پر ہنسنے والے۔ آج اسی کو اپنانے اوراس کی عظمتوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

فضیلت وہ ہے جس کی اعداء گواہی دیں۔

طلاق کوئی اچھی چیز نہیں بلکہ اس کا لفظ تو ایک ایسا مکروہ لفظ ہے جسے سن کر طبیعت پر انقباض طاری ہو جاتا ہے۔

اسلام نے میاں بیوی کے درمیان الفت ومحبت اور رشتۂ ازدواج کو باقی رکھنے کے لیے بڑا حکیمانہ انداز اختیا کیا ہے اور پوری کوشش کی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان تفریق نہ پیدا ہو۔ حسب خواہش رفیقۂ حیات نہ ملنے پر اگر دل پر کسی طرح کا تکدر ہے تو اس کے لیے بڑے دل نشین انداز میں فہمائش کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔

(قرآن، سورۂ نساء)

(پ۴)(رکوع۱۴)

اور ان سے اچھا برتاؤ کرو (کھلانے پلانے اور زوجیت کے امور میں) پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں (بد خلقی یا صورت نا پسند ہونے کی وجہ سے تو صبر کرو اور جدائی مت چاہو) قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں نا پسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

اوراگر میاں بیوی کے درمیان نفرتوں اور بدگمانیوں نے جگہ پکڑ لی ہو۔ دونوں کے الگ ہو جانے کے آثار پیدا ہو گئے ہوں تو اس پر بھی اسلام نے پوری کوشش کی ہے کہ دونوں جدا نہ ہوں جانبین کے خاندانوں اور معاشرے کے ذمہ داروں کو اس اہم معاملے میں ڈالتے ہوئے۔ قرآن یوں فرماتا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اَنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۔

(قرآن پ۵ ع۴)

(سورۃ نساء)

اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو۔ تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا بے شک اللہ جاننے والے خبر دار ہے۔

ان تمام مخلصانہ کوششوں مدبرانہ طریقوں اور دانشمندانہ راہِ عمل کو اختیار کرنے کے بعد بھی باہم الفت و محبت نباہ اور یکجائی کی صورت باقی نہ رہ جائے۔ دل اس طرح پھٹ گئے ہوں کہ جڑنے کے لیے امکانات ہی ختم ہو گئے ہوں اور اگر زور دباؤ ڈال کر اس سلسلے کو باقی رکھنے کی کوشش میں حقوقِ زوجین اور حدودِ الٰہیہ پامال ہوں تو پھر ایسی صورت میں اِسلام طلاق کو وقت اور معاشرے کی ایک ضرورت مان کر اس طرح کے ناگوار رشتے کو ختم کر دینے کی اجازت دیتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ط

(قرآن پ۲ ع۱۳ بقرہ)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

عرب میں ایامِ جاہلیت کے لوگ عورت کو طلاق کی سولی پر لٹکائے رہتے تھے۔ نہ تو پورے طور پر اس کے راستے سے ہٹتے تھے کہ اسے کسی دوسرے مرد سے پاکیزہ رشتہ جوڑنے کا موقع ملے اور نہ اسے باقاعدہ کوئی عزت کا مقام دیتے۔

بلکہ ہر طلاق کے بعد عدت کے اندر رجعت کی برہنہ تلوار مظلوم عورت کے سر پر لٹکائے رہتے۔ اِسلام نے ظلم کی اس ٹہنی ہی کو کاٹ دیا کہ رجعت صرف دو طلاقوں ہی تک کر سکتے ہو۔ دو کے بعد ہرگز نہیں۔ اب اگر تیسری طلاق دی تو وہ عورت ہمیشہ کے لیے تمہاری قیدِ نکاح سے نکل جائیگی۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲ ع۱۴ سورہ بقرہ)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔

اور جب عورتیں قیدِ نکاح سے نکل جاتی ہیں تو اب قرآن ان لوگوں کے بارے میں حکماً فرماتا ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ

اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔

اور آگے اسی مضمون کے بارے میں قرآن یوں فرماتا ہے:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ (سورہ بقرہ پ۲، ع۱۲)

اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے۔ اگر ملاپ چاہیں۔

عدت طلاق کی مدت (جو حیض والی عورتوں کے لیے تین حیض ہے) شوہروں کے گھر میں گذارنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ شاید زندگی بھر کے لیے ساتھ چھوڑنے کا احساس دونوں کے دلوں کو نرم کر دے اور بیتی ہوئی پر مسرت وخوش گوار ازدواجی زندگی کا خوابناک تصور دونوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا سبب بن جائے اور ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں پھر ایک دوسرے کے لیے رجوع ہو جائیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ

جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو۔ اور نہ وہ آپ نکلیں۔ مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں

نَفْسَهٗ لاَ تَدْرِی لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا

(قرآن)

ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْفَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

(قرآن پ ۲۸ ع ۱)(سورہ طلاق)

تو جب وہ اپنی معیاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے سات روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔

حالت حیض میں طلاق دینا کیسا ہے؟

حالتِ حیض میں طلاق دینے سے منع کیا گیا اور اس کے امتناع میں بہت زیادہ شدت برتی گئی ہے۔

عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عُمَرُ بْنِ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَآءَ اَمْسَكَ بَعْدَ ذَالِكَ وَاِنْ شَآءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی طلاق السنۃ)

روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی جب کہ وہ حائضہ تھیں۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں حکم دو کہ اس سے رجوع کر لیں اور اسے اپنے پاس رکھیں یہاں تک کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے اور وہ پاک ہو جائے اس کے بعد وہ چاہیں تو اپنے پاس رکھیں چاہیں تو طلاق دے دیں ہاتھ لگانے سے پہلے یہ وہ عدت ہے جس میں طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ طَلَّقَ امْرَأَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَذَکَرَ ذَالِکَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَغَیَّظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھَا ثُمَّ لِیُمْسِکْھَا حَتّٰی تَطْھُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ فَتَطْھُرَ ثُمَّ اِنْ شَآءَ طَلَّقَھَا طَاھِرًا قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّ فَذَالِکَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّۃِ کَمَا اَمَرَا اللّٰہُ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ

(ابوداؤد)

(کتاب الطلاق)

سالم بن عبد اللہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ان سے کہو کہ رجوع کر لیں پھر اپنے پاس رکھیں۔ یہاں تک کہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے اور وہ پاک ہو جائے پھر چاہیں تو اسے پاکی کی حالت میں طلاق دے دیں۔ مگر ہاتھ لگانے سے پہلے۔ یہ طلاق کے لیے عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسَ بْنُ جُبَیْرٍ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قُلْتُ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ قَالَ نَعْرِفُ بْنَ عُمَرَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَاَتٰی عُمَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھَا ثُمَّ لِیُطَلِّقْھَا فِیْ قَبْلِ عِدَّتِھَا قَالَ قُلْتُ فَیَعْتَدُّبِھَا قَالَ فَمَہْ اَرَاَیْتَ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

روایت ہے محمد بن سیرین سے یونس بن جبیر نے کہا کہ میں پوچھتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض گذار ہوا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی انہوں نے فرمایا تم ابن عمر کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا۔ عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کے متعلق پوچھا۔ فرمایا ان سے کہو کہ عورت کو لوٹائیں اور پھر اسے عدت سے پہلے

(ابوداؤد' کتاب الطلاق)

طلاق دیں۔ میں نے کہا کہ وہ طلاق بھی ان میں شمار ہو گی۔ فرمایا کیوں نہیں وہ مجبور ہو کر حماقت جو کر بیٹھا۔

ایامِ حیض میں طلاق سے منع کرنے کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان ایام میں عورت کا جسمانی نظام تغیر اور عجیب طرح کی کیفیت سے دو چار ہوتا ہے۔ اس کی خوشگوار کیفیت چڑ چڑاہٹ کا شکار ہو جاتی ہے اور غیر محسوس طور پر اس سے کچھ باتیں ایسی سرزد ہو جاتی ہیں جن کو عام حالات میں وہ خود ناپسند کرتی ہے اور اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس درمیان میاں بیوی جسمانی دوری بھی کسی حد تک تلخیوں کا سبب ہو سکتی ہے۔

اس لیے بڑی تاکید کے ساتھ حالتِ حیض میں طلاق دینے سے منع فرمایا گیا لیکن اگر شوہر یہ نادانی کر بیٹھے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

حضرت ابن عمر نے حالتِ حیض میں جو طلاق دی تھی وہ ایک ہی تھی۔ جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث شاہد ہے۔

عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ جُبَیْرٍ اَنَّہٗ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ کَمْ طَلَّقْتَ امْرَاَتَكَ فَقَالَ وَاحِدَةً۔

(ابوداؤد' کتاب الطلاق)

ابن سیرین کو یونس ابن جبیر نے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہوئے کہا آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو کتنی طلاقیں دیں انہوں نے فرمایا ایک

حضرت ابن عمر نے حضور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ:

یَا رَسُوْلَ اللہِ اَرَأَیْتَ لَوْ کُنْتُ طَلَّقْتُھَا ثَلاَثًا اَکَانَ لِیْ اَنْ اُرَاجِعَھَا

یا رسول اللہ اگر میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو کیا مجھے رجوع کا حق باقی رہتا۔

آپ نے فرمایا:

لَا کَانَتْ تَبِیْنُ وَ تَکُوْنُ مَعْصِیَةً

نہیں وہ جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا۔

طلاق اسلام کی نظر میں

مذہب اسلام نے ناگزیر حالات کی بنیاد پر طلاق وخلع کی اجازت تو دی اور اس کے مستقل قوانین وضع کیے۔ مگر اسے بہت برا اور انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا۔

تَـزَوَّجُـوْا وَلَا تُـطَـلِّقُوْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ

شادیاں کرو اور طلاقیں مت دو کہ اللہ بہت زیادہ مزہ چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں فرماتا۔

جنسی تنوع، ٹیسٹ اور حصول لذت کے لیے بار بار نکاح وطلاق کے مرحلوں سے گزرنے والوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَعَنَ اللّٰهُ كُلَّ ذَوَّاقٍ مِطْلَاقٍ ۔

بہت زیادہ لذت چاہنے والا بہت زیادہ طلاق دینے والا اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الطَّلَاقُ ۔

(ابوداؤد، کتاب الطلاق)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام حلال چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

عَنْ مَحَارِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ ۔

حضرت محارب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال چیزوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ کو طلاق سے

(ابوداؤد کتاب الطلاق)

زیادہ ناپسندیدہ ہو۔

اَیُّمَا امْرَأَۃٌ سَئَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِیْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ ۔(ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

جو عورت بغیر کسی وجہ کے شوہر سے طلاق مانگے وہ اس لائق ہے کہ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو۔

یَا مَعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الْعِتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الطَّلَاقِ ۔

(مشکوٰۃ شریف)

اے معاذ روئے زمین پر کوئی ایسی چیز اللہ نے پیدا نہیں فرمائی اس کے نزدیک غلام آزاد کرنے سے زیادہ اچھی ہو اور نہ روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا فرمائی جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔

اس قدر سخت ناپسندیدگی کے باوجود اِسلام نے پھر کیوں طلاق کی اجازت دِی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت نہ تو بالکل جبر پسند کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کو کھلی چھوٹ دے کر قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی کیفیات کی حامل ہے جو گویا متضاد ہیں ایسی فطرت کی تربیت' اس پر کنٹرول' اس کی صحیح رہنمائی کسی الٰہی قانون ہی سے ہو سکتی ہے جو جبر و اختیار کے درمیان ایک راستہ متعین کر سکے۔

اس اِسلام خدا کا عطا کیا ہوا ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس نے اگر ایک طرف طلاق کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تو دوسری طرف ناگزیر حالات اور مخصوص کیفیات میں مناسب وجوہ و شرائط و قیود کے ساتھ اس کی اِجازت بھی دِی۔

اس نے میاں بیوی کے درمیان صلح و محبت' رحمت و رأفت' اِخلاق و مودّت' باہمی تعاون و مفاہمت کی ہر ممکن کوشش کی اس پر حتی الامکان بہت زور بھی دیا اور ایک مسرور شادمان خاندان آباد کرنے کی بہت تاکید کی۔ لیکن جب باہمی اختلاف' انتشار' بداعتمادی و بدگمانی اور نفرتوں کی شدت کی وجہ سے نباہ' گذارا اور دائمی رفاقت ناممکن ہو جائے اور صلح و صفائی کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے تو اِنہیں یہ حکم دیا کہ دونوں طلاق کے ذریعے الگ ہو جائیں تاکہ حقوق زوجین و حدود الٰہیہ کی حرمت پامال نہ ہو۔

ہندو دھرم شاستر میں اس قسم کا کوئی قانون نہیں تھا۔ میاں بیوی کا رشتہ نکاح مرتے دم تک رہتا۔ چاہے مرد اور عورت ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ ہوں لیکن ان کے یہاں کوئی ایسی صورت نہیں تھی جس کے ذریعے پتی و پتنی علیحدگی ہو جائے۔

عیسائی مذہب میں بھی طلاق و خلع کا کوئی قانون نہیں تھا۔ مرد اور عورت کے ازدواجی رشتے تاحیات باقی رہتے تھے۔ حالات کا دباؤ جب زیادہ پڑا تو یہ قانون بنا کہ نباہ نہ ہونے کی صورت میں الگ تو ہو سکتے ہیں مگر زندگی کی آخری سانس تک وہ دونوں کسی اور سے شادی نہیں کر سکتے۔

چونکہ اس کے نتائج اور بھی زیادہ خوفناک اور بھیانک نکلے معاشرے میں جنسی انتشار، بے چینیاں، بے حیائیاں، عیاشیاں، فحاشیاں، بدچلنیاں اور تباہ کاریاں اس قدر بڑھیں کہ سب بوکھلا کر اسلام کے قانونِ فطرت کے آگے خمیدہ سر ہو گئے۔

اور آج حال یہ ہے کہ دنیا کے سارے شہرت یافتہ ممالک و مذاہب میں طلاق وخلع نہ صرف عام بلکہ طلاق کا ایک باضابطہ قانون بن چکا ہے۔ جس کی روشنی میں دنیا بھر سیکڑوں ہزاروں لاکھوں طلاق و خلع کے مقدمات کورٹوں اور کچہریوں میں نپٹائے جاتے ہیں۔

عالمِ انسانیت پر اسلام کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس کی برکتوں کے فیضان سے لاکھوں کروڑوں زندگیوں کو منزل امان ملی۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا بھی دباؤ گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

طلاق کی تین قسمیں ہیں

رجعی، بائن، مغلظہ

رجعی کا مطلب یہ ہے کہ شوہر عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا ناراض۔ یعنی بغیر نکاح پڑھائے اسے واپس لوٹا سکتا ہے۔ قول کے ذریعے یہ کہہ کر کہ میں نے تجھ سے رجعت کی۔ یا فعل کے ذریعے مثلاً اس سے مباشرت کرے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا

مطلقاتِ رجعیہ کے شوہروں کو عدت میں واپس کر لینے کا حق ہے اگر اصلاح مقصود ہو۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۔

(پ۲ رکوع ۱۴ البقرہ)

جب عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک سکتے ہو (یعنی رجعت کر سکتے ہو)

اور جیسا کہ قرآن نے بیان فرمایا:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

بائن کا حکم یہ ہے کہ مغلظہ نہ ہونے کی صورت میں عدت کے اندر شوہر عورت کی مرضی سے نکاح کر سکتا ہے۔ عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کر سکتا ہے اسے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

یعنی شوہر نے اگر بیوی کو طلاق بائن دی تو وہ فوراً نکاح سے نکل کر خود مختار ہو گئی۔ اب اگر شوہر عدت کے اندر اسے اپنی طرف پھیرنا چاہے تو بغیر نکاح کے جائز نہیں۔ ہاں شوہر کے سوا کسی دوسرے سے نکاح عدت پوری ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد وہ آزاد ہے جس سے چاہے شادی کرے۔ شوہر اول سے نکاح کرنے کے لیے مجبور نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

اِذَا کَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا دُوْنَ الثَّلَاثِ نَلَـهٗ اَنْ یَّتزَوَّجَهَا فِی الْعِدَّةِ وَ بَعْدَ انْقِضَائِهَا

جب کہ طلاق بائن ہو اور تین سے کم ہو شوہر عدت کے اندر نکاح کر سکتا ہے اور عدت پوری ہونے کے بعد بھی۔

درمختار میں ہے:

اِنَّهَا تَمْلِكُ نَفْسَهَا بِالْبَائِنِ

بے شک وہ مالک ہو جاتی ہے اپنی جان کی طلاق بائن سے

عقود دریہ میں ہے کہ:

وَقَـعَ طَلْقَةٌ بَائِنٌ مَلَكَتْ بِهَا نَفْسَهَا وَحَيْـثُ انْـقَـضَتْ عِدَّتُهَا صَارَتْ اَجْنَبِيَّةً

طلاق بائن پڑتے ہی وہ اپنی جان کی مالک ہو جاتی ہے اور عدت پوری ہوتے ہی وہ شوہر اول کے لیے اجنبیہ ہو جاتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کتاب الطلاق

مغلظہ کا مطلب یہ ہے کہ عورت بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لیے جائز نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

فَـاِنْ طَـلَّـقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ

پھر اگر تیسری طلاق دی تو اب وہ عورت

حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ۔ (قرآن شریف)
اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔

اور صرف نکاح ہی کافی نہیں۔ بلکہ دوسرے شوہر سے مباشرت بھی ضروری ہے حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے چنانچہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابیہ عورت حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے میرے فلاں شوہر نے طلاق دے دی تو میں نے فلاں سے نکاح کر لیا۔ مگر میرا یہ دوسرا شوہر ہمارے اس کپڑے کی طرح لوز (نرم) یعنی نامرد ہے۔ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کے منشأ کو سمجھتے تھے۔ ارشاد فرمایا کیا تم اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس ہونا چاہتی ہو؟
اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا

لَا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَہٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَكِ ۔ (الحدیث)
نہیں (تم اپنے پہلے شوہر کی طرف اس وقت تک نہیں پلٹ سکتی ہو) جب تک تم اس شوہر کی لذت کو نہ چکھو اور وہ تمہاری لذت کو نہ چکھ لے۔

اسی مفہوم کو اس طرح بھی فرمایا گیا:

لَا تَحِلُّ لِزَوْجِھَا الْاَوَّلِ حَتّٰی یَذُوْقَ الْاٰخِرُ عُسَیْلَتَھَا وَ تَذُوْقَ عُسَیْلَتَہٗ
یعنی پہلے شوہر کی طرف واپس ہونے کے لیے دوسرے شوہر سے نکاح ہی کافی نہیں بلکہ ان دونوں کا ایک دوسرے سے لطف صحبت اٹھانا ضروری ہے

تین طلاقوں کے بعد پہلے شوہر سے پھر واپس نکاح کرنے کے لیے اتنی کڑی شرط لگانا اسلام کا عورتوں پر احسان ہے۔
ایک عاقل و بالغ و باشعور انسان طلاق مغلظہ دینے سے پہلے سو بار سوچے گا کہ دوں یا نہ دوں۔ کچھ نام نہاد غیرت والے اس طرح کی بھیانک غلطی کرنے کے بعد کسی

للو پنجو کو پکڑ کر اپنی مطلقہ بیوی سے خفیہ نکاح کر کے پھر اسے کچھ دے دلا کر خلوت و مباشرت سے پہلے ہی طلاق دلا دیتے ہیں جو قطعاً درست نہیں ایسا کرنے والے دھوکے باز اور فریب کار ہیں۔ بلا مباشرت وہ شوہر اول کی طرف واپس ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا نکاح درست نہیں ہوگا اور نکاح باطل کی آڑ میں پہلے شوہر کا اس عورت سے صحبت کرنا زنائے خالص ہوگا جیسا کہ ہم حلالہ کی تفصیل میں بحث کریں گے۔

پھر جو مطلقہ عورت اپنے حلال کرانے کیلئے عارضی ولمحاتی شوہر ڈھونڈھے اسے اللہ کے رسول نے مستحقِ لعنت قرار دیا ہے اور اس مرد کو کرائے کے سانڈ سے تشبیہ دی ہے

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُحِلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ظہور اسلام کے وقت مرد اپنی عورتوں کو بار بار طلاق بار بار رجعت کے نام پر پریشان کئے رہتے تھے انہی رجعت کی سولی پر لٹکائے رہتے۔ طلاق دی عورت کی عدت جب پوری ہونے لگی اس سے رجعت کر لی رجعت کے بعد جب وہ نکاح کے اندر واپس آ گئی پھر طلاق دے دی۔

چونکہ ایامِ جاہلیت میں طلاق کے لیے کوئی عدد و حصر متعین نہیں تھا اس لیے وہ طلاق میں کسی گنتی کے پابند نہیں تھے۔ جس قدر چاہتے طلاق دیتے رہتے۔

ایک عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کے بار بار طلاق دینے اور بار بار رجوع کرنے کی شکایت کی۔ یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے لگی رجعت کر لی پھر طلاق دی پھر رجعت کر لی۔ یعنی اسے اس طرح لٹکائے رہتا تھا۔

حضرت عائشہ نے بارگاہ انسانیت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکا دکھ عرض کیا اس پر حق جل سبحانہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (اِلٰی قَوْلِہٖ عَزَّوَجَلَّ) فَاِنْ طَلَّقَھَا لَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ۔

اور سرکار اقدس کی مشہور ترین حدیث۔ حدیث عسیلہ اس خدائی فرمان کی توضیح و

تشریح پر آخری مہر کی حیثیت رکھتی ہے۔

وَفِي الْمَعَالِمِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ كَانَ النَّاسُ فِي الْاِبْتِدَاءِ يُطَلِّقُوْنَ مِنْ غَيْرِ حَصْرٍ وَلَا عَدَدٍ كَانَ الرَّجُلُ يُطَلِّقُ امْرَاَتَهُ فَاِذَا قَارَبَتِ انْقِضَاءَ عِدَّتِهَا رَاجَعَهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا كَذَالِكَ ثُمَّ رَاجَعَهَا يَقْصُدُ مُضَارَّتَهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ يَعْنِي الطَّلَاقُ الَّذِیْ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ عَقِيْبَهٗ مَرَّتَانِ فَاِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ اِلَّا بَعْدَ نِكَاحِ زَوْجٍ غَيْرِهٖ

فتاوی رضویہ
جلد پنجم
کتاب الطلاق

معالم میں عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ابتداء میں لوگ طلاق دینے میں کسی گنتی اور عدد کے پابند نہیں تھے (یعنی جتنا چاہتے طلاق دیتے رہتے) آدمی اپنی عورت کو طلاق دیتا پھر جب عدت کی مدت پوری ہونے لگتی۔ رجعت کر لیتا (کچھ دنوں بعد) پھر طلاق دیتا عدت کے اختتام سے پہلے رجعت کر لیتا بیوی کو اذیت و ضرر پہنچانے کے ارادے سے۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان (الایۃ) یعنی طلاق جس کے بعد آدمی رجعت کر سکتا ہے صرف دو بار تک ہے۔ پھر اگر تیسری بار طلاق دے دی تو دوسرے شوہر کے پاس رہنے کے بعد ہی وہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ طلاق پاکی کی حالت میں دی جائے یعنی حیض کے بعد جب عورت پاک ہو جائے مراد یہ ہے کہ عورت کی اس حالت میں جسے طہر کہا جاتا ہے بغیر ہم بستری کیے ایک طلاق دے یہ طلاق دینے کا سنت طریقہ ہے۔ لیکن اگر ایک ساتھ تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی مگر دینے والا سخت گنہگار ہوگا۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلٰثَ

حضرت محمود بن لبید نے فرمایا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین

تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ ۔ (نسائی)

طلاقیں دی ہیں۔تو اس پر ناراض ہو کر عالم غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جارہا ہے حالانکہ ابھی میں تمہارے درمیان (ظاہری طور پر) موجود ہوں۔

اور آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایک یا دو طلاقوں کو طلاق ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ جب تک تین طلاقیں نہ دے دیں انہیں اطمینان نہیں ہوتا۔ اور کچھ نادان جاہل اور کچھ پڑھے لکھے جاہل بھی اس مرض میں بری طرح گرفتار ہیں کہ وہ جب طلاق دینے پر آتے ہیں تو طلاقوں کے دریا بہا دیتے ہیں۔ پہاڑ کھڑ کر دیتے ہیں اور کچھ لوگوں تو ہزار دو ہزار سے کم طلاق دینا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّيْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِيْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَيَّ فَقَالَ لَهٗ بْنُ عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ لِثَلَاثٍ وَسَبْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًّا ۔ (موطا امام مالک کتاب الطلاق)

حضرت امام مالک تک یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں اس پر میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا تین طلاقوں سے عورت تم سے فارغ ہو گئی اور ستانوے طلاقوں کے ذریعے تم نے اللہ کی آیتوں سے مذاق کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام ہیں۔

اس کے باوجود چاروں ائمہ کرام' فقہائے عظام' مجتہدینِ اسلام اور تمام علمائے حق اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی نے سنت طریقے کے خلاف بیک وقت تین طلاقیں دیں تو تین ہی واقع ہوں گی اور وہ عورت اس مرد کے نکاح سے نکل جائے گی

اب اگر شوہر اوّل کی طرف رجوع ہونا چاہیے تو اسے حلالہ ضرورت پڑے گی۔
اس ظاہر و باہر مسئلے میں اہلِ حق کے کسی قابل اعتماد عالم وفقیہ' مجتہد نے اختلاف نہیں کیا۔

ہاں بارہویں صدی میں نجد میں پیدا ہو کر تیرہویں صدی میں ہندوستان میں ظاہر ہونے والے ایک فتنے (یعنی وہابیہ غیر مقلدین جو اس زمانے کے سلفی یا اہلِ حدیث کہلاتے ہیں) نے اسے مسئلے میں اہلِ حق سے اختلاف کیا۔ امت میں ایک نیا انتشار پیدا کیا وہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے ان لوگوں کا یہ طرزِ عمل محض امت مرحومہ میں اختلاف وانتشار اور فتنہ کھڑا کرنا ہے۔
انہوں نے احادیث کریمہ اور ارشادات مصطفویہ کو اپنی خواہشات کا تابع بنا کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنالی۔
اور اس وقت تو سعودی ریال کے ذریعے اس مسئلہ میں ایک طوفان اٹھائے ہوئے ہیں اخبارات ورسائل حدیہ کہ افسانوی ادبی نیم ادبی پرچے رسالے ان مسائل کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں ان کے نام نہاد مولوی' مفتی عالم تو الگ رہے ایں قدر وآں قدر وکیلوں اور ڈاکٹروں نے مسند افتاء کو سنبھال لیا ہے سارا زور تین کو ایک ثابت کرنے پر لگائے ہوئے ہیں اور اس طرح خلقِ خدا کو گمراہ کر کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو زنائے خالص میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کس قدر جرأت وافسوس کا مقام ہے کہ قرآن کی اس رُوشن آیت کو سمجھنے سے وہ معذور ہیں فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ خیر اگر وہ قرآن فہمی سے معذور ہیں تو ان وہابیہ غیر مقلدَین کو جو اہلِ حدیث ہونے کے دعویدار ہیں حدیث عسیلہ اور دوسری احادیث نظر کیوں نہیں آتیں۔

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ رِفَاعَةَ بْنِ سِمْوَالٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَمِيمَةَ بِنْتَ وَهْبٍ فِي عَهْدِ

زبیر بن عبدالرحمٰن بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں حضرت رفاعہ بن سموال نے اپنی بیوی

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَنَكَحَتْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ فَاعْتَرَضَ عَنْهَا فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّمَسَّهَا فَفَارَقَهَا فَاَرَادَ رِفَاعَةُ اَنْ يَّنْكِحَهَا وَهُوَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ الَّذِىْ كَانَ طَلَّقَهَا فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ عَنْ تَزْوِيْجِهَا وَقَالَ لَا تَحِلُّ لَكَ حَتّٰى تَذُوْقَ الْعُسَيْلَةَ ۔

(موطا امام مالک)

(کتاب النکاح)

حضرت تمیمہ بنت وہب کو تین طلاقیں دے دیں تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر لیا وہ اپنی بیوی پر قادر نہ ہو سکے اور اس سے جدا رہے۔ ان حضرت رفاعہ نے بیوی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا جو اس کے پہلے خاوند تھے اور اسے طلاق دے دی تھی۔ جب اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپ نے انہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہارے لیے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے مرد کا مزہ نہ چکھ لے۔

عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا هَلْ يَصْلُحُ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا فَقَالَتْ عَآئِشَةُ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا ۔

(موطا امام مالک کتاب النکاح)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقوں والی طلاق بتہ دے دی پھر عورت نے دوسرے آدمی سے نکاح کر لیا دوسرے سے نکاح کر لیا دوسرے نے جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دی۔ کیا پہلے خاوند کے لیے اس سے نکاح کرنا درست ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا درست نہیں یہاں تک کہ وہ دوسرا مرد اس کا مزہ نہ چکھ لے۔

اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ رَجُلٌ اٰخَرُ فَمَاتَ عَنْهَا قَبْلَ

قاسم بن محمد سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقوں والی طلاق بتہ دے دی۔ پھر عورت نے دوسری

اَنْ يَّمَسَّهَا هَلْ يَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ اَنْ يُّرَاجِعَهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ لَا يَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ اَنْ يُّرَاجِعَهَا ۔

(موطا امام مالک' کتاب النکاح)

آدمی سے نکاح کر لیا وہ دوسرا مرد جماع کرنے سے پہلے فوت ہو گیا۔ کیا پہلے خاوند کو اس عورت سے رجوع کرنا حلال ہے قاسم بن محمد نے فرمایا پہلے خاوند کو اس عورت سے رجوع کرنا حلال نہیں۔

مسلمانو! قرآن وحدیث کے ان روشن بیانات کے پیش نظر گمراہوں' غارت گروں' فتنہ پردرازوں کے دامِ فریب میں آپ لوگ نہ آئیں۔ خبردار! خبردار! تین طلاقیں دینے سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے بغیر حلالہ کے وہ شوہر اول سے نکاح ہرگز ہرگز نہیں کرسکتی۔

جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اور کبھی یوں گمراہ کیا جاتا ہے کہ تین طلاقوں سے بیوی صرف امام اعظم کے نزدیک مغلظہ ہوتی ہے۔ بقیہ ائمہ مجتہدین خاص کر امام شافی علیہ الرحمہ کے نزدیک تین طلاقیں ایک ہی طلاق کا حکم رکھتی ہیں۔

حاشا وکلا! ہرگز نہیں ان نفوس قدسیہ بالخصوص حضرت امام شافعی پر یہ افتراء و بہتان عظیم ہے۔ ان ائمہ کرام نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ اس طرح کے مسئلہ میں اگر قاضی شرع حاکم اسلام ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو اس کا حکم باطل و مردود ہوگا۔ یہ وہابیہ غیر مقلدین کی افتراء پردرازیاں ہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

ذَهَبَ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى اَنَّهٗ يَقَعُ ثَلَاثٌ ۔

(فتاوی رضویہ جلد پنجم کتاب الطلاق)

جمہور صحابہ وتابعین واتباع تابعین ائمہ مسلمین کا مذہب یہ ہے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں اور عورت مغلظہ ہو جاتی ہے جو کہ حلالہ کے بغیر واپس نہیں ہوسکتی۔

حلالہ اور عدّت

وہ عورتیں جنہیں تین طلاقیں دی گئی ہوں اکٹھا ایک ساتھ ایک ہی وقت میں یا برسوں میں اس طرح کہ پہلے ایک طلاق دی پھر رجعت کر لی کچھ ماہ یا سال کے بعد دوسری طلاق دی پھر رجعت کر لی پھر کچھ سال بعد تیسری دی دونوں صورتوں میں عورت اس پر بغیر حلالہ کے حرام ہے۔

حلالہ کے معنی یہ ہیں کہ طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو تین حیض کے بعد اگر کم سنی کے سبب سے یا سن ایاس کی وجہ سے یا کسی بیماری کے سبب سے حیض والی نہیں ہے تو پورے تین مہینے کے بعد اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی عدت کی مدت پوری ہو گئی۔

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ تین مہینہ تیرہ دن عدت ہے جسے کبھی جاہل ناخواندہ شعلہ بیان قسم کے واعظین اور پیشہ ور مقررین بیان کر دیتے ہیں سراسر غلط اور نادانی و جہالت کی بات ہے۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا　　　کارِ طفلاں تمام خواہد شد

ہاں وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت چار ماہ دس دن ہے اس کے اندر وہ کسی سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ عورت جب شرعی طور پر اپنی عدت پوری کر لے تو وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور شوہر ثانی اس سے ہم بستری بھی کرے اور وہ نکاح اس کی اپنی حیثیت کے اعتبار سے ہوگا یہ نہیں کہ حلالہ کے لیے جو بھی

کلو، بدھو، جمن، شبراتی، بفاتی مل جائے اس سے نکاح کر لے۔

بلکہ دوسرا شوہر اس حیثیت اور رُتبے کا ہو کہ اس سے نکاح کرنے میں خود عورت اور اس کے اولیائے اور اہلِ خاندان عار و کراہت نہ محسوس کریں اور نہ ہی انہیں کسی طرح کی ندامت ہو۔

اور اگر مرد رُتبے اور حیثیت میں عورت سے کمتر ہو تو ولی ان سب باتوں کو جانتے ہوئے بہ صراحت اجازت دے اور اگر عورت بالغہ ہے اور ایسا ہی ہے کہ اس کا کوئی ولی نہیں۔ تو وہ صاحبِ اختیار ہے۔ جس سے چاہے کر لے۔

اور اگر لڑکی نابالغہ ہے اور اس کے باپ دادا بھائی چچا کوئی نہیں۔ لوگوں نے اس کا نکاح اس کی حیثیت، رُتبے کفو کے خلاف کسی معمولی آدمی سے کر دیا تو نکاح ہی نہیں ہوگا۔

غرض یہ ہے کہ پہلے نکاح کی طرح دوسرا نکاح بھی صحیح طور پر ہو اور بیوی کے ساتھ وہ دوسرا شوہر مباشرت کرے۔ اس کے بعد وہ طلاق دے اور وہ عورت اس طلاق کی عدت بھی پہلے طلاق کی طرح پوری کر لے یعنی حیض والی ہو تو تین حیض کے بعد اور اگر حیض نہ آتا تو تین مہینے کے بعد اور اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے ان میں سے کچھ بھی کمی ہوگی تو نکاح نہیں ہوگا۔ زنا و حرام کاری ہوگی۔

نکاح کے لیے چاہے پہلے شوہر سے ہو یا دوسرے شوہر سے قاضی، وکیل، برادری یا مزید کسی تام جھام کی ضرورت ہیں۔ مرد اور عورت دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کر لیں یعنی عورت کہے کہ میں نے اتنے روپئے مہر کے عوض اپنے کو تمہارے عقد میں یا تمہاری زوجیت یا نکاح میں دیا اور مرد کہے کہ میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا۔

یوں ہی کسی کے نکاح ثانی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضرور نہیں۔ کچھ نادان لوگ تین طلاقیں دے کر عدت کے اندر ہی نکاح پڑھا لیتے ہیں۔ کچھ دوسرے کے طلاق دینے کے دس پندرہ دن بعد ہی نکاح پڑھا لیتے ہیں۔

تین طلاقوں سے عورت مغلظہ ہو جاتی ہے

منکرین کارد

کچھ لوگ طلاق مغلظہ دے کر کسی سنی عالم یا سنی دار الافتاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور عالم دین و مفتی شریعت انہیں حلالہ کا حکم دیتا ہے۔ تو ان کی نام نہاد غیرت و حمیت اور چودھراہٹ پر تازیانہ پڑتا ہے۔ اور اسے بہت سخت سمجھ کر وہابیہ غیر مقلدین کے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے ہی غیرت و حمیت والے تھے تو تین طلاقیں کیوں دیں۔ اور اگر دے ہی دیں تو پھر اس کی واپسی کے لیے پریشان کیوں؟

شریعت حقہ سے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ گئی تو جانے دو کیا عورتوں کا دنیا میں کال پڑ گیا ہے کہ ایک عورت کے لیے یا مردوں کا کال پڑ گیا ہے کہ ایک مرد کے لیے حدود الٰہیہ اور شرعی حرمتوں کا پامال کیا جائے۔ ایمان کی کمزوری اور گمراہی کا حال یہ ہے کہ اپنے حسب منشا اور حسب خواہش جب کسی عالم ربانی سے فتویٰ حاصل نہیں کر سکیں گے وہابیہ غیر مقلدین کے یہاں پر پہنچ جائیں گے اور ان سے تین طلاقوں کو ایک کرا کے لائیں گے۔

مسلمانو! ان تمام صورتوں میں نکاح ہرگز درست نہیں ہوگا اور اس طرح کے باطل نکاح کی صورتوں میں مرد اور عورت باہم بدکاری و زناکاری ہی میں مبتلا رہیں گے۔ اس عرصے میں پیدا ہونے والی اولادیں اولاد الزنا اور حرامی ہوں گی۔

درمختار میں ہے:

لَا یَنْکِحُ مُطَلَّقَةً بِالثَّلَاثِ حَتّٰی یَطَاھَا غَیْرُہٗ بِنِکَاحٍ نَافِذٍ ۔

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اس سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے جب تک اس سے کوئی دوسرا مرد نکاح نافذ کے ذریعے مباشرت نہ کرے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ عزوجل اس کے لیے نکلنے کا راستہ پیدا کرے گا۔

شریعت اسلامیہ نے تین طلاقیں بیک وقت دینے سے سختی سے منع کیا اسے گناہ و حرام قرار دیا۔ لیکن تم نے جب حماقت کے گھوڑے پر سوار ہو کر خدا اور رسول کی نافرمانیاں کیں اور تین طلاقیں دیں تو رب العالمین نے تمہارے نکلنے کا کوئی آسان راستہ ہی باقی نہیں رکھا۔ سارے آسان راستے مسدود کر دیئے گئے حلالہ کا سخت تازیانہ تمہیں برداشت کرنا ہی پڑے گا۔

تمہیں اپنے جرم کا احساس نہیں، جرم جس نوعیت کا ہو گا سزا بھی تو اسی نوعیت کی ہو گی۔

دن رات تمہاری خدمتیں تمہارے بچوں، تمہارے گھر کی دیکھ بھال حد یہ کہ صرف تمہارے لیے تمہارے گھر بھر کی خوشنودی کے لیے اپنی نیندیں حرام کئے ہوئے ہے ذرا سی کوئی بات ہوئی معمولی نوعیت کا کوئی واقعہ رونما ہوا، بس مغلظہ کی مشین گن سے فائرنگ شروع کر دیے عمر بھر کی رفاقتوں، خدمتوں، محبتوں، کا یہی صلہ تھا۔ طلاق کا لفظ منہ سے نکالتے ہوئے تمہارا کلیجہ کانپا کیوں نہیں۔ زبان مفلوج کیوں نہیں ہوئی۔ تین طلاقیں دیتے وقت خدا اور اس کے رسول کے اس حکم کو نظر انداز کیوں کیا کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ تمہیں اپنے جرم کی سنگینی کا احساس نہیں۔ حلالہ کے سخت تازیانے سے بچنے کے لیے گمراہوں، گم گردہ منزلوں، فتنہ

پروروں، خدا ورسول کے باغیوں کا سہارا ڈھونڈھنے لگے۔

رنگ جب محشر میں لائے گا تو اڑ جائے گا رنگ
یوں نہ سمجھو سرخی خون قتیلاں کچھ نہیں

کچھ لوگ حلالہ کراتے وقت شرط لگا دیتے ہیں کہ دیکھو تم ایک رات گزار کر فوراً طلاق دے دینا تا کہ پہلے شوہر سے اس کا جلد نکاح ہو سکے یہ شرط لگانا ناجائز و گناہ ہے۔ پھر عدت کے پورے ہونے سے قبل نکاح ہو ہی نہیں سکتا ہاں مقصد و ارادہ اور نیت یہ ہو کہ وہ اگر طلاق دے دے تو ہم نکاح پڑھا لیں گے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔

اور حلالہ شرط کے ساتھ کرنے والے کو اسلام نے کرائے کا سانڈ قرار دیا ہے اور ایسے ہی حلالہ کرانے والوں کو حدیث میں مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ

تمہیں کالی گھٹاؤں کا نہیں پہچاننا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

اسلام اور خلع

طلاق کی بحث کی ابتداء میں، میں نے یہ عرض کیا تھا کہ میاں بیوی میں علیحدگی کی اور بھی صورتیں ہیں۔ صرف طلاق ہی نہیں خلع، ایلا، فسخ نکاح وغیرہ سے بھی میاں بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔

چونکہ طلاق کی بحث نے توقع سے زیادہ طول پکڑا اس لیے اب ان مسائل پر صرف ایک اجمالی گفتگو کی جائے گی۔ تفصیل کو کسی دوسرے لمحۂ فرصت پر چھوڑتے ہیں عمر نے وفا کی تجارتی مصروفیات نے جازت دی اور سب سے بڑی بات یعنی توفیق الٰہی میسر آئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اسی کتاب کی طرح ایک مستقل تصنیف ان مسائل پر حاضر خدمت کی جائے گی۔

جیسا کہ طلاق کی ابتدائی گفتگو میں عرض کیا ہے اسلامی شریعت نے جس طرح مرد کو حسب ضرورت نباہ نہ ہونے کی صورت میں اپنی بیوی کو طلاق دینے اور اپنے حقوق زوجیت سے دست بردار ہونے کی اجازت دی ہے یوں ہی عورت کو بھی اختیار دیا ہے کہ اگر کسی معقول وجہ سے اس کا نباہ شوہر کے ساتھ نہیں ہو سکتا ہے تو وہ اپنے شوہر سے خلع لے کر اس کی قید نکاح سے نکل جائے۔

ارشاد ربانی ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ

پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ کی حدوں کو قائم نہ کریں گے تو

تِلْكَ حُدُوْدَ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۔ (پ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۸)

ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں اس سے آگے نہ بڑھو۔

یہ آیت کریمہ جمیلہ بنت عبد اللہ کے بارے میں نازل ہوئی یہ جمیلہ ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھیں اوران کی بدصورتی کی وجہ سے ان سے سخت نفرت کرتی تھیں یہ بارگاہِ رسالت میں آ کر عرض گزار ہوئیں کہ میرا شوہر ایمان و اخلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی بدصورتی کی وجہ سے مجھے سخت ناپسند ہے۔ مجھے ان سے چھٹی دلا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثابت نے تمہیں باغ دیا ہے تو کیا تم وہ باغ ثابت کو واپس کر سکتی ہو۔ انہوں نے منظور کیا آپ نے حضرت ثابت کو بلا کر حکم دیا کہ تم باغ لے کر انہیں طلاق دے دو چنانچہ ثابت نے اپنی بیوی سے باغ لے کر اسے طلاق دے دی۔

مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کروانے کو خلع کہتے ہیں اس میں مرد اورعورت دونوں کی رضا مندی شرط ہے۔ خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ خلع کرتے وقت خلع ایسے لفظ کا ذکر ضروری ہے۔ اگر زیادتی عورت کی جانب سے ہے تو خلع میں مقدار مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ اوراگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو طلاق کے بدلے میں مال لینا درست نہیں۔ بلکہ مکروہ ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، بہار شریعت)

اسلام اور ایلاء

عورت سے علیحدگی کی ایک صورت ایلاء بھی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ لوگ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو شوہر ان کے پاس سال دو سال تین سال کبھی اس سے زاید دنوں تک نہ جانے اور مباشرت ترک کر دینے کی قسم کھا لیتے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہوتیں کہ کہیں اپنا ٹھکانا کر لیتیں۔ اور نہ عملاً شوہر دار کے ان سے آرام پاتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو آ کر مٹایا اور ایسے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھانے والوں کے لیے چار ماہ کی مدت متعین فرما دی یہ چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصے میں مرد کو خوب سوچنے سمجھنے کا موقع رہتا ہے کہ بیوی کو چھوڑنا اس کیلئے بہتر ہے یا رکھنا اگر رکھنا بہتر سمجھے تو اس مدت کے اندر رجوع کر لے (اور یہ رجوع مباشرت سے ہوگا اور بعض صورتوں میں بشکلِ مجبوری مخصوص کیفیت کے ساتھ وعدۂ مباشرت سے) اور قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر اس عرصے میں رجوع نہ کیا قسم نہ توڑی عورت نکاح سے نکل جائے گی اور اس پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

عرف میں جس لفظ سے جماع کے معنی متبادر ہوں وہ ایلاء کا صریح لفظ ہے۔ مثلاً شوہر نے یہ قسم کھائی کہ بیوی سے قربت نہ کرے گا۔ ''تیرے پاس نہ رہوں گا''۔ ایسے الفاظ کنایہ کے الفاظ ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَاۗؤُا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔

(سورہ بقرۃ رکوع ۲۷)

اور وہ جو قسم کھا بیٹھے ہیں اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر چھوڑ دینے کا پکا ارادہ کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اسلام اور قضائے شرعی

گذشتہ اوراق میں طلاق وخلع کے تعلق سے جو کچھ کہا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ میاں بیوی حدود الٰہیہ کے دائرے میں خوش اسلوبی اور محبت کے ساتھ رہیں اور اگر ازدواجی مسرتوں اور رفاقتوں میں دراڑ پڑ جائے ایک ساتھ رہنے میں زندگی کے تلخ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو تشریح احسان کی روشنی میں الگ ہو جائیں۔ جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ . یہ طلاق دو بار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا یا نیکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

لیکن کچھ طبیعتیں سخت جھگڑالو کینہ پر اور ہوتی ہیں اور کچھ صورتِ حال کی پیچیدگیوں کی وجہ سے ضد کے مظاہرے پر آجاتی ہیں۔

اور کبھی میاں بیوی اوران دونوں کے خاندانوں میں حالات کی برہمی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اچھائی کے ساتھ روکنے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑ دینے کا تصور گویا ختم ہو جاتا ہے اس لیے شریعت نے طلاق وخلع کے علاوہ ایک تیسرا طریقہ بھی حقوق زوجین کے تصفیے کے لیے رکھا۔ جسے تفریق بہ قضائے قاضی یا قضائے شرعی کہا گیا ہے۔

مثلاً مرد اگر شادی کے بعد نامرد ثابت ہو۔ یعنی مرد جب ہم بستری میں عورت کا حق ادا کرنے کے قابل نہ ہو اور ایسا ہونے کے باوجود عورت کو طلاق نہ دے تو عورت کیا کرے......؟

یا شوہر پاگل ہو جائے اور پاگل پن کا عرصہ دراز ہو جائے یا شوہر جزام جیسے مرض میں مبتلا ہو اور وہ خود سے طلاق دینا نہیں چاہتا اور عورت جانے پر راضی نہیں تو ایسی صورت میں عورت کیا کرے؟

یا شوہر مفقو دالخبر یعنی گم ہو جائے کافی تلاش و جستجو اور طویل انتظار کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے تو ایسی صورت میں بیوی کیا کرے؟

اپنی ضروریات زندگی اور جنسی و جسمانی تسکین کے لیے کب تک انتظار کی سولی پر لٹکتی رہے؟

اس طرح کی دُشواریوں کے لیے ضرورت پڑی قضائے شرعی کی۔

شریعت اسلامیہ کی طرف سے دیئے ہوئے اختیار کے تحت قاضی دلائل شرعیہ کی روشنی میں فسخ نکاح کے ذریعے میاں بیوی کو الگ کر دیگا۔

یہ بحث بہت تفصیل طلب ہے خوفِ طوالت دامن گیر ہے اور یہ کتاب اس سے زیادہ ضخامت کی بر وقت متحمل بھی نہیں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ اس موضوع پر آئندہ بڑی سیر حاصل گفتگو کی جائے گی۔

آج مسلم معاشرے ان مسائل کے تعلق سے بڑی الجھنوں میں گرفتار ہے وسیع ملک گیر پیمانے پر آج شرعی عدالتوں کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکا ہے' دارالافتاء احکام تو بتا سکتے ہیں۔ مگر احکام نافذ کرانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ملت کے دل و دماغ علماء فقہا دانشور اس خصوص میں پوری دل سوزی کے ساتھ کوئی ہمہ گیر لائحہ عمل مرتب کریں۔ اجتماعی طور پر شرعی عدالت قائم کر کے اسے اس طرح کا قانونی تحفظ فراہم کریں گے کہ اس کے کئے ہوئے فیصلوں کو دنیا کی کسی کورٹ کچہری میں چیلنج نہ کیا جا سکنے۔ زبان و بیان کی پوری توانائی استعمال کر کے مسلمانوں کے ذہن و فکر کو شرعی عدالتوں کی طرف موڑ دیں۔

نہ ہو مایوس اے اقبال اپنی کشت ویراں سے
اگر نم ہو تو یہ مٹی زرخیز ہے ساقی

اسلام اور ظہار

اپنی بیوی کو محرمات[1] نسبی یا رضاعی یا مدخولہ ہونے کی صورت میں محرمات بہ سبب مصاہرت کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دی جائے جس کو دیکھنا حرام ہے یہ اصطلاح شرع میں ظہار کرتا ہے۔ مثلاً اپنی عورت سے یہ کہے کہ تو میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا بیوی کے کسی ایسے عضو کا جس سے وہ تعبیر کی جاتی ہو یا اس کے جز شائع کو محرمات کے ایسے جزء سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا حرام ہے مثلاً یہ کہے کہ تیرا سر یا تیرا نصف بدن میری ماں کی پیٹھ یا اس کے پیٹ یا اس کی ران کی طرح ہے یونہی بہن، پھوپھی، بیٹی یا رضاعی بہن، بیٹی، ماں کے پیٹ ران وغیرہ کی مثل ہے اسے بھی ظہار کہیں گے۔

اور کبھی شوہر نامدار عالم غضب وجلال میں اپنی بیوی سے کہہ دیتے ہیں کہ جا تو مجھ پر میری ماں بہن کی طرح ہے اس طرح کہنے والے سے پوچھا جائے گا کہ اس سے تیری نیت کیا تھی اگر طلاق کی نیت سے کہا تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت نکاح سے نکل جائے گی اور اگر بہ نیت تحریم کہا کہ جس طرح مجھ پر میری ماں بہن حرام ہیں اسی طرح تو بھی مجھ پر حرام ہے تو ایلاء ہو گیا اور اگر اظہار کی نیت سے کہا تو ظہار۔ اب جب تک کفارہ ادا نہیں کرے گا عورت سے جماع و مباشرت کرنا یا شہوت کے

---

[1] محرمات سے مراد وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے ماں، بیٹی، پھوپھی، خالہ وغیرہ یہ نسبی ہوں یا رضاعی محرماتِ رضاعی سے مراد جس عورت کا دودھ پیا ہو خود وہ ماں اور اس کی بہن، بیٹی، خالہ وغیرہ یہ لوگ بھی حرمت میں حقیقی ماں بہن بیٹی کی طرح ہیں۔

ساتھ اس کا بوسہ لینا یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کے کسی بھی حصے کو چھونا یا بہ نگاہِ شہوت اس کی شرم گاہ دیکھنا یہ سب حرام ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اگر غلام کی طاقت نہیں ہے (اور موجود حالات میں تو ممکن بھی نہیں) تو ساٹھ دن لگاتار روزہ رکھے اس طرح کہ ساٹھ دن کے درمیان کوئی روزہ نہ چھوڑے اگر اس کی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ تب جا کر وہ بیوی اس کے لیے حلال ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کتاب الطلاق باب الظہار)

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ط ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ط فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ط ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط

(قرآن شریف پ ۲۸، سورۃ مجادلہ ع ۱)

اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ (غلام) آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا (یعنی ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا) یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔

اسلام سے پہلے عرب کا قدیم دستور یہ تھا کہ ظہار سے بیوی حرام ہو جاتی تھی گویا مرد اور عورت میں علیحدگی کا یہ بھی ایک ذریعہ تھا جو طلاق کے ہم معنی سمجھا جاتا تھا عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں ظہار کر وہ مشہور واقعہ پیش آیا جسے قرآن نے

اٹھائیسویں پارہ سورۂ مجادلہ کی ابتداء میں بیان فرمایا اسلام میں ظہار کے باقاعدہ احکام جو جاری ہوئے حقیقۃً اس کا سبب وہی واقعہ ہے جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ○

بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

حضرت اوس بن صامت نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ کو کسی بات پر کہ دیا ''تو مجھ پر میری ماں کی پشت کے مثل ہے'' یہ کہنے کے بعد انہیں شرمندگی ہوئی کہ یہ کلمہ ایامِ جاہلیت میں طلاق کے مترادف تھا اوس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میرے خیال میں اب تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو۔

حضرت خولہ کو بڑا غم ہوا۔ افتاں و خیزاں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں صورتِ حال عرض کرنے کے بعد کہنے لگیں یا رسول اللہ میرے پاس اب کچھ نہیں ہے۔ والدین کا انتقال ہو چکا ہے خود میری عمر بھی ڈھل چکی ہے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں باپ کے پاس چھوڑ دوں تو ہلاک ہو جائیں گے میں اپنے ساتھ لے جاؤں تو بھوکے مر جائیں گے اے اللہ کے رسول میں اب اس عمر میں کہا جاؤں کیا کوئی ایسی صورت ہے جس سے میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تیرے بارے میں ابھی تک میرے پاس کوئی حکم نہیں ہے یعنی ظہار کے بارے میں کوئی نیا قانون نہیں نازل ہوا ہے جاہلیت کا دستور تو یہی ہے کہ ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔

عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ اوس نے طلاق کا لفظ نہیں کہا ہے وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے پیارا ہے وہ بار بار یہی عرض کرتی تھیں مگر جواب حسبِ خواہش نہیں پاتی تھیں آخر میں آسمان کی طرف منہ اٹھا کر گڑگڑانے لگیں۔

اے اللہ میں اپنی بے کسی، بے بسی، محتاجی، زبوں حالی، پریشانی، حیرانی کو تیری

بارگاہ میں پیش کرتی ہوں تو اپنے نبی پر میرے بارے میں کوئی ایسا حکم نازل فرمادے جس سے میرے مصیبت دور ہو جائے۔ بارگاہِ الٰہی میں حضور کے سامنے اِن کے عرض کرنے کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ان کی بے کسی پر ارحم الراحمین نے اپنی رحمت نازل فرمائی اور اسی وقت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ظہار کے متعلق یہ حکم نازل فرمایا ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

مسلمان عام طور پر بالخصوص دیہاتوں میں اپنی بیویوں کے بارے میں اپنی نادانی کے سبب اس طرح کے جملے منہ سے نکال دیتے ہیں انہیں اس کا سخت خیال رکھنا چاہیے ورنہ ذراسی بے احتیاطی بہت سی ناہمواریوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔

عورتیں نگارخانۂ جمال کے نازک آبگینے ہیں۔ تمہاری ذراسی غفلت سے کہیں وہ آبگینے چور نہ ہو جائیں۔ کائنات بھر میں بکھرے ہوئے سارے رنگ اور رعنائی حیات کی تمام تر حشر آفرینی و دل آویزی رہینِ منت ہے ''اسی آئینہ حسن خوباں'' کے جس کے لیے کہا گیا ہے۔

''وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ''

ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وصلی اللہ المولیٰ تعالیٰ علیہ حبیبہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم

تمت بالخیر

مآخذ و مراجع

قرآن مجید

کنزالایمان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

تفسیر خزائن العرفان صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم مراد آبادی علیہ الرحمۃ

تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ

بخاری شریف امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ

مسلم شریف امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری علیہ الرحمۃ

ابوداؤد شریف علامہ ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی علیہ الرحمۃ

ابن ماجہ شریف علامہ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی علیہ الرحمۃ

سنن نسائی شریف علامہ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی

مؤطا امام مالک امام مالک بن انس علیہ الرحمۃ

مشکوٰۃ شریف شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی

مدارج النبوۃ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

کیمیائے سعادت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

احیاء علوم الدین امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

فتاویٰ رضویہ (جلد ۵) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

بہارِ شریعت صدرالشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ

انوارالحدیث مفتی محمد جلال الدین احمد الامجدی

ہادی الناس فی رسوم الاعراس — اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

السیف المسلول — قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ

تاریخ اسلام — عبدالرحمٰن شوق امرتسری

اسلامی زندگی — مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ

بہار شباب — مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ

تمدن ہند — ڈاکٹر گستاولی بان

جماع سے سوئے فناء — رجنیش

ودیگر کتب